سیرت سرکار امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر
علامہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ علیہ الرحمہ کی کتاب مستطاب
الخیرات الحسان
کا اردو زبان میں بامحاورہ سلیس ترجمہ
جواہر البیان
جس کو ملک العلماء علامہ مولانا ظفر الدین رضوی بہاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا
قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست
وقف الإخلاص
İHLÂS VAKFI YAYINIDIR
Hakîkat Kitâbevi
Darüşşefeka Cad. 57 P.K.: 35 34262
Tel: 0212 523 45 56 Fax: 0212 525 59 79
http://www.hakikatkitabevi.com
e-mail: bilgi@hakikatkitabevi.com
Fatih-İSTANBUL
2001

سیرت سرکار امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ پر

علاّمہ شیخ شہاب الدّین احمد بن حجر مکی متوفی سنۃ ۹۷۳ھ علیہ الرّحمۃ کی کتاب مستطاب

# الخیرات الحسان

کا اردو زبان میں با محاورہ و سلیس ترجمہ

# جواھر البیان

جس کو ملک العلماء علاّمہ مولانا ظفر الدین رضوی بہاری

رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے تالیف فرمایا

[تخریج آیات واحادیث واشعار: اظہار القدوس نوشاہی]


**قد اعتنى بطبعه طبعة جديدة بالأوفست**

**مكتبة الحقيقة**

**يطلب من مكتبة الحقيقة بشارع دار الشفقة بفاتح ٥٣ استانبول-تركيا**

| هجري قمري | هجري شمسي | ميلادي |
|---|---|---|
| ١٤٣٥ | ١٣٩٢ | ٢٠١٣ |

قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم (**خيركم من تعلّم القرآن وعلّمه**) وقال ايضا (**خذوا العلم من افواه الرجال**)

ومن لم تتيسّر له صحبة الصالحين وجب له ان يذكّر كتبا من تأليفات عالم صالح وصاحب إخلاص مثل الإمام الرباني المجدد للألف الثاني الحنفي والسيد عبد الحكيم الارواسي الشافعي واحمد التيجاني المالكي ويتعلم الدين من هذه الكتب ويسعى نشر كتب أهل السنة بين الناس ومن لم يكن صاحب العلم أو العمل أو الإخلاص ويدعي أنه من العلماء الحق وهو من الكاذبين من علماء السوء واعلم انّ علماء أهل السنة هم المحافظون الدين الإسلامي وأمّا علماء السوء هم جنود الشياطين[١]

---

(١) لاخير في تعلّم علم مالم يكن بقصد العمل به مع الإخلاص (الحديقة الندية ج: ١. ص: ٣٦٦، ٣٦٧، والمكتوب ٣٦، ٤٠، ٥٩، من المجلّد الأوّل من المكتوبات للإمام الرّبّاني المجدّد للألف الثاني قدّس سرّه)

---

**تنبيه:** إنّ كلاّ من دعاة المسيحية يسعون إلى نشر المسيحية والصهاينة اليهود يسعون إلى نشر الادعاءات الباطلة لحاخاماتها وكهنتها ودار النشر – **الحقيقة** – في استانبول يسعى إلى نشر الدين الاسلامي وإعلائه اما الماسونيون ففي سعي لإمحاء وازالة الاديان جميعا فاللبيب المنصف المتصف بالعلم والادراك يعي ويفهم الحقيقة ويسعى لتحقيق ما هو حق من بين هذه الحقائق ويكون سببا في إنالة الناس كافة السعادة الابدية وما من خدمة اجلّ من هذه الخدمة اسديت إلى البشريّة

**Baskı:** İhlâs Gazetecilik A.Ş.
Merkez Mah. 29 Ekim Cad. İhlâs Plaza No: 11 A/41
34197 Yenibosna-İSTANBUL Tel: 0.212.454 30 00

## منقبت بحضور سرکار امام اعظم ابو حنیفہ النّعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از قلم حکیم الامّت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی گجراتی (م: ۱۹۷۱)

ہمارے آقا ہمارے مولیٰ امام اعظم ابو حنیفہ
ہمارے ملجاء ہمارے ماویٰ امام اعظم ابو حنیفہ
زمانہ بھر نے زمانہ بھر میں بہت تجسّس کیا ولیکن
ملا نہ کوئی امام تم سا امام اعظم ابو حنیفہ
تمہارے آگے تمام عالم نہ کیوں کرے زانوے ادب خم
کہ پیشوایانِ دین نے مانا امام اعظم ابو حنیفہ
نہ کیوں کریں ناز اہل سنّت کہ تم سے چمکا نصیب امّت
سراج امّت ملا جو تم سا امام اعظم ابو حنیفہ
ہوا اولی الامر سے یہ ثابت کہ تیری طاعت اہمّ و واجب
خدا نے ہم کو کیا تمہارا امام اعظم ابو حنیفہ
کسی کی آنکھوں کا تو ہے تارا کسی کے دل کا بنا سہارا
مگر کسی کے جگر میں آرا امام اعظم ابو حنیفہ
جو تیری تقلید شرک ہوتی محدثین سارے ہوتے مشرک
بخاری و مسلم ابن ماجہ امام اعظم ابو حنیفہ
کہ جتنے فقہا محدثین ہیں تمہارے خرمن سے خوشہ چیں ہیں
ہوں واسطے سے کہ بے وسیلہ امام اعظم ابو حنیفہ
سراج تو ہے بغیر تیرے جو کوئی سمجھے حدیث و قرآن
پھرے بھٹکتا نہ پائے رستہ امام اعظم ابو حنیفہ
خبر لے اے دستگیر امّت ہے سالک بے خبر پہ شدّت
وہ تیرا ہو کر پھرے بھٹکتا امام اعظم ابو حنیفہ

## التماس مترجم غفر لہ

الحمد لاھلہ والصلوٰۃ علی اھلھا۔ خاکسار روزہ بے مقدار عبید المصطفٰے ظفرالدّین قادری رضوی غفر لہ وحقق املہ، ارباب علم کی خدمت میں ملتمس [ہے] کہ زمانۂ طالب علمی میں جب میں نے **شرح وقایہ** شروع کیا تھا، مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے جن جن مسئلوں میں اور دو سرے آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کا اختلاف ذکر کیا ہے۔ ان میں سید التابعین امام الائمہ کاشف الغمہ امام اعظم ابو حنیفہ قدس سرہ کا مذہب آیات واحادیث کے مطابق اور دلائل عقلی کے موافق دیکھ کر امام صاحب کی وقعت ومحبّت ایسی پیدا ہوئی جس نے بار بار تقاضا کیا کہ کوئی کتاب سوانح امام میں تصنیف کروں۔ مگر قلت لیاقت وعدم بضاعت مانع ہوئی۔ یہاں تک کہ جب عتبہ بوسی بارگاہ رضوی دامت فیوض صاحبھا کا شرف حاصل ہوا اور کار افتاء میرے متعلّق کیا گیا، اس وقت کتاب مستطاب **میزان الشریعۃ الکبری** علامہ عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کے مطالعہ سے وہ شوق پھر تازہ ہوگیا اور چند ورق لکھنے کا اتفاق ہوا مگر کثرت کار مدرسہ ومطبع و افتاء وغیرہ کی وجہ سے تمام نہ کر سکا۔ آخر میرے محترم دوست حامی دین متین، ماحی شر مبتدعین، مخلصی، حاجی منشی محمد لعل خان صاحب قادری برکاتی رضوی کثر اللہ فینا امثالہ نے کتاب مستطاب **«الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النّعمان»** مصنفہ علامہ شیخ شہاب الدّین احمد بن حجر مکی متوفی سنۃ ۹۷۳ھ رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کرنے کے متعلّق اشارہ فرمایا۔ امام صاحب قدّس سرّہ العزیز کی سوانح لکھنے کا تو میں عرصہ سے خواہشمند ہی تھا۔ یہ اچھا موقعہ ہاتھ لگا۔ ع:

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کرشمہ دو کار[1]

---

(1) یہ مصراع ملا طاہر غنی (متوفی: ۱۰۷۹ھ) کا ہے۔

یہ ترجمہ جو آپ کے پیش نظر ہے چند دنوں میں مرتب کیا اور جواھر البیان فی ترجمۃ الخیرات الحسان اس کا نام رکھا۔ یہ تو مسلم ہے کہ کسی کتاب یا عبارت کا ترجمہ دوسری زبان میں کیا جائے تو وہ لطف نہیں رہتا جو اصل کتاب یا عبارت میں ہے۔ اسی لیے میں نے حتی الامکان عام فہم اور سلیس ہونے کے خیال سے لفظی ترجمہ کا التزام نہیں کیا ہے۔ مجھے اس جگہ اس امر کے اعتراف میں بھی تأمل نہ کرنا چاہیے کہ کار بکثرت ہے اور یہ رسالہ میرا پہلا ترجمہ ہے، اس لیے ممکن ہے کہ مترجم کے فرض منصبی کو پورے طور پر ادا کرنے سے قاصر رہا ہوں۔ مگر یہ محض جذبۂ دل اور تعمیل ارشاد مخلص ہے جو یہ کام انجام کو پہنچا ورنہ، ع:

صلاح کار کجا و من خراب کجا[۱]

مولی تعالی سے بطفیل حضور اقدس صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نہایت ہی عاجزی کے ساتھ دعا ہے کہ اس رسالہ کو قبول فرمائے اور عام وخاص ناظرین کو اس سے فائدہ پہنچائے۔ ناظرین رسالہ سے التماس ہے کہ جو لوگ اس سے نفع اٹھائیں ہمارے پیر ومرشد عین الکرم زین العجم اعلی حضرت امام اہل سنّت مجدد مائۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ فاضل بریلوی مولانا مولوی حاجی قاری شاہ محمد احمد رضا خان صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہم کی درازی عمر وعز وجاہ کی دعاء فرمائیں۔ ع:

وَيَرْحَمُ اللهُ عَبْداً قال آمينا[۲]

---

(۱) یہ مصراع حافظ شیرازی (متوفی: ۷۹۲ ھ) کا ہے۔

(۲) یہ مصراع قیس بن الملوح (مجنون لیلی) (متوفی: ٦٨ ھ) کا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحیمِ

نحمده ونصلّي على رسوله الكريم؛

تمام خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے حضرات انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوۃ والسّلام کی وراثت اور ان کی خصلتوں کے ساتھ موصوف ہونے میں علماء کو مخصوص فرمایا اور ان کو تمام لوگوں کا پیشوا معاش ومعاونین بنایا اور ان میں مجتہدین کو اس وجہ سے ممتاز فرمایا کہ وہ لوگوں کی مصلحتوں کا خیال کرتے اور ان کے مصادر وموارد میں حق کو واضح فرماتے ہیں اور اس وجہ سے کہ تمام لوگ اپنی روحی وجسمی زندگی کے قیام میں ان کے محتاج اور ان کی طرف مضطر ہیں۔تو یہ لوگ سلاطین ہیں؟ نہیں، بلکہ سلاطین ان کے قدموں کے نیچے اور ان کی رایوں اور قلموں کے مقید ہیں۔یہ لوگ ستارہ ہیں؟ نہیں، بلکہ ستارے خود اِن سے کسب ضیاء کرتے ہیں۔تو یہ لوگ آفتاب ہیں؟ نہیں، بلکہ آفتاب خودا نہیں کے انوار سے روشن ہیں۔اور گواہی دیتا ہوں میں کہ سوائے خدا کے کوئی مستحق عبادت نہیں۔وہ تنہا ہے۔کوئی اس کا شریک وسا جھی نہیں۔ایسی گواہی کہ جس کے سبب میں ترقی کروں۔۔۔۔ان کے معارف کے کمالات میں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ تعالے علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور معزز رسول ہیں جو ان کے بلند رتبہ اور اعلیٰ کمال کو پھیلانے والےہیں اور ان کے تمامی احوال میں اپنے آثار کے اتباع کی توفیق سابق ان پر افاضہ فرمانے والے ہیں۔ اس چیز کو کہ سابق ہوئے وہ اس کے سبب اپنے غیروں سے طرف خلافت کبریٰ نبوی کے اپنے باطن و ظاہر سے لوگوں کی ہدایت وامداد میں۔رحمت کاملہ اللہ کی ہو ان پر اور سلامتی اور ان کے آل واصحاب پر جنھوں نے گھیرا سبقت کے بانسوں میں سے کمالات صمدانیہ اور معارف مُصطفویہ کے میدان میں ایسی چیز کو جس کی وجہ سے وہ

بڑے پیشوا اور روشن راہ اگلے اور پچھلے خلق کے لیے ہوئے۔ صلوۃ وسلام جو ہمیشہ رہنے والے ہیں ساتھ دوام علماء کے اور ظاہر ہونے سرداری اور بزرگی ان کی۔

بعد حمد ونعت کے، پس کئی برس ہوئے کہ میرے پاس مکہ مشرفہ میں (زیادہ کرے اللہ اس کے شرف وکرامت اور بزرگی اور ہیبت اور تعظیم کو) آئے ایک شخص فضلا قسطنطنیہ اور ان کے صالحین میں سے جو جامع تھے علوم عقلیہ ونقلیہ اور قوانین طبیہ ورسمیہ اور علوم اخلاق ومواہب اور احوال ومطالب کے،جس کے ساتھ فتحمند ہوئی ہے وہ قوم جو سلامت ہے اعتراض وملامت سے، یعنی ہمارے سادات صوفیہ اور آئمہ طائفہ جنیدیہ۔ پس فخر کیا ہم سے اور فخر کیا ہم نے اس سے مثل فخر کرنے ایسے احباب کے جو ایک دوسرے کے سامنے ہوئے ہیں تختوں پر اور معارف کے دریا سے چلو لیتے ہیں یہاں تک کہ بات آپڑی ان اماموں کی جو علوم رسمیہ اور معارف وہبیہ کے جامع اور ہمیشگی مشاہدہ اور موسلادھا ربارش کرم وبخشش کے تحفہ سے مالا مال ہیں۔ پس اس فاضل عالم کامل نے کہا کہ میں آپ سے خواہش رکھتا ہوں ایک کتاب مختصر کی جو جامع ہو اور قاعدہ کلیہ کے دستور العمل پاکیزہ کی جو مانع ہو، جس میں خلاصہ ہوان تمام باتوں کا جو طول طویل بیان کیا ہے آئمہ نے تعریف میں امام اعظم اور پیشوائے مقدم کے جن کا نام پاک ابو حنیفہ النعمان ہے۔ اللہ ان کی مرقد منوّر کو رحمت ورضوان کی بارش سے سیراب کرے اور ان کو اعلیٰ فردوس جنان میں جگہ دے۔ پس میں نے ان کے حکم واجب التعمیل کے بجالانے میں جلدی کی اور ان مناقب کے خلاصہ لکھنے میں پوری کوشش صرف کی اس لیے کہ یہ مقصد اہم ہے۔ پس یہ کتاب بحمد اللہ تعالی ایک پاکیزہ مختصر اور شریف نمونہ تیار ہوئی تو اس کا ایک نسخہ لکھا اور اس کو اپنے شہر میں لے گئے جو اسلامی شہروں میں بڑا شہر اور علماء اعلام کی

سواریاں بیٹھنے کی جگہ منبع افاضل اور مفزع اماثل ہے پھر اور لوگوں نے ان کے بعد اس رسالہ کو لکھا اور ان کے نقش قدم اور بزرگی کی پیروی کی اور مختلف شہروں میں متفرق ہوگئے اور میرے پاس کوئی نسخہ باقی نہ رہا۔ سوائے اصل مسوّدہ کے۔ اور اللہ ہی مستعان ہے۔ پھر اس کو عاریت لیا بعض حنفیہ نے تا کہ نقل کر کے واپس دے دے۔ مگر اس کو لے کر سفر میں چلے گئے اور اس کے گم ہوجانے میں جو بھاری گناہ ہے اس کا خیال نہ کیا جس سے مجھے بہت افسوس ہوا اور دو بارہ میں نے ان آئمہ کی کتابوں کو دیکھا جنہوں نے مناقب لکھے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے ایک کتاب کو جامع دیکھا جس کے مصنف ہمارے دوست شیخ علاّمہ نیک بخت فہامہ ثقہ مطلع حافظ متبع شیخ محمد شامی دمشقی مصری ہیں پس خلاصہ کیا میں نے اس کے مقاصد کا اور تنقیح کی میں نے اس کے مصادر وموارد کی اس کتاب عجیب جامع مستحکم مضبوط میں۔ اور میں نے اس کا نام «الخيرات الحسان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النّعمان» رکھا۔ رحمت ہو اللہ تعالی کی ان پر۔ اور اس کو میں نے ترتیب دی تین مقدموں اور چالیس فصلوں پر۔

## پہلا مقدمہ

بعض متعصبین بے توفیق میرے پاس ایک کتاب، جو امام غزالی رحمہ اللہ تعالی کی طرف منسوب تھی، لائے جس میں نہایت برا تعصب اور سخت تنقیص امام المسلمین یکتائے آئمہ مجتہدین ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی کی تھی۔ جس سے کان بہرے ہوجاتے ہیں یعنی اس کا سننا پسند نہیں کرتے۔ اور منصف با توفیق اس کے سننے کے وقت کہتا ہے کاش یہ نہ ہوتا اس لیے کہ اس نے شمس الائمہ کروری کو اس حد تک کہا کہ اس نے اس کی رد میں ایک مبسوط کتاب لکھی اور مقابلہ فاسد بالفاسد کیا۔ غیر مہذب کلام کا جواب ترکی بہ ترکی دیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی علیہ پر زبان طعن کھولی اور اس کی

تنقیص سے بہت زیادہ منقصت کی اور بہت طول طویل کلام کیا۔اس طرح سے کہ وہ فعل محمود نہیں خیال کیا جا سکتا۔اور یہ سب صرف اس وجہ سے کہ ان کے خیال میں غزالی مصنف اس کتاب کے وہ امام حجۃ الاسلام غزالی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اس لیے کہ امام غزالی نے **احیاء العلوم** میں امام صاحب کی تعریف اور ان کی مدح ایسے لفظوں میں کی جو ان کے شان رفیع کے لائق ہے ا اور نیز اس وجہ سے کہ وہ نسخہ جو میری نظر سے گذرا اس پر لکھا ہوا ہے کہ یہ کتاب تصنیف محمود غزالی کی ہے اور محمود غزالی وہ حجۃ الاسلام امام غزالی نہیں ہیں اور اسی لیے اس نسخہ کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ شخص معتزلی ہے جس کا نام محمود غزالی ہے اور یہ وہ حجۃ الاسلام غزالی نہیں اور اسی وجہ سے بعض محققین حنفیہ تلمیذ علاّمہ سعد الدّین تفتازانی نے کہا " اور اگر بالفرض یہ حجۃ الاسلام امام غزالی سے صادر ہوا ہو تو یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کے خیالات طالب علمی کے تھے اور فن جدل سے مشغلہ تھا اور آخر میں جب ان حظوظ وخیالات سے خالی ہوئے اور معارف وشہود کا جلوہ ان پر ہوا تو صاحب حق کے حق کو پہچانا اور اپنے موقع پر اس کا اقرار کیا اور اس پر دلیل **احیاء العلوم** میں ان کا کلام ہے۔" ختم ہوئی عبارت تلمیذ تفتازانی کی۔اور اس میں مضایقہ نہیں کہ میں ان کے **احیاء العلوم** کے کلام کا خلاصہ نقل کروں تا کہ اس کے مؤلف امام حجۃ الاسلام غزالی کی برأت اس سے معلوم ہو اور قبل اس کے ایک مقدمہ کی تقدیم مناسب ہے اور وہ یہ کہ بعض ہندی عالموں نے **احیاء العلوم** کا غایت اختصار کیا اور اس کا نام **عین العلم**[۱] رکھا جو با وجود اس کے متعدد اختصارات کے بے مثل ہے کہ ویسا اختصار کسی نے نہیں کیا کیونکہ اس میں **احیاء العلوم** کے تمام مقاصد کی طرف چند ورقوں میں اشارہ

(۱) یہ بہت مشہور کتاب ہے۔ملاّعلی قاری نے اس کی مبسوط شرح لکھی ہے جس کا نام شرح عین العلم ہے۔یہ کتاب مصر میں چھپ گئی ہے

کیا ہے جو بلا مبالغہ جوامع الکلم کہا جا سکتا ہے۔اسی لیے میں نے اس کی ایک شرح لکھی کیونکہ وہ اپنے غایت ایجاز کی وجہ سے عجب نہیں کہ چیستان شمار کی جائے۔یہ عبارت اس مختصر اور میری شرح کی ہے اور پوری عبارت دوسرے ورق میں آتی ہے۔اور بہتر یہ ہے کہ آئمہ اربعہ میں سے اس امام کو اختیار کرے جس کے متعلق اس کا گمان ہے کہ وہ چاروں میں افضل اور اعلم ہیں کیونکہ اس وقت میں اس کا نفس اس کے امام کے قول کے منقاد ہو گا اور اس کی رائے کا پیرو اور اس کی تعمیل میں جلدی اور اس پر عمل اکثر کرے گا۔پھر ہر ایک امام اعظم وامام مالک وامام شافعی رحمہم اللہ تعالی کا ایک ایک اقلیم میں امتیاز خاص ہے کہ وہاں سوا ان کے دوسرے کے مقلد نہیں یا ایک کے متبع زیادہ ہیں،جیسے امام شافعی رحمہ اللہ صاحب کے مقلدین ملک حجاز ویمن ومصر وشام وحلب وعراق عرب وعجم میں ہیں یا وسیع ملک مغرب میں متبع امام مالک رحمہ اللہ یا روم وہند وماوراء النہر میں متبعین امام اعظم ابو حنیفہ رحمہم اللہ تعالی ہیں اس لیے مصنف نے کہا مثل امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی کے ہم حنفیہ کے نزدیک۔پس متعدد طریقوں سے وارد ہوا ہے (اور قریب ہے کہ ان کی فضیلت پر مفصّل کلام آگے آئے گا) کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ میری امّت کے چراغ ہیں اور ان کا فضل اور ان کی عبادت اور پرہیزگاری اور زہد وسخاوت اور باریک بینی اور تیزی طبع جو مشہور ہے اس سے بے پروا کرتا ہے کہ ان کے فضل پر استدلال کی ضرورت پڑے ایسی حدیث سے جس کے موضوع ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔اور خواب میں اللہ تعالی کو فرماتے سنا کہ میں نزدیک علم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہوں یعنی اس کی حفاظت اور قبول کرتا ہوں اور اس سے راضی ہوں اور برکت دوں گا اس میں اور اس کے متبعین میں اور مخالفوں نے بھی ان کی سبقت فقہ میں تسلیم کرلی ہے۔اسی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ سب

لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی اولاد ہیں اور کہا کہ جو شخص فقہ سیکھنا چاہے تو اس کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے شاگردوں کا دامن پکڑنا چاہیے۔اور کہا کہ میں نے امام امالک رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ کو کیسا پایا؟ بولے کہ میں نے ان کو ایسا شخص دیکھا کہ اگر وہ اس ستون کے بارے میں کلام کریں اور اس کے سونے کاہونے کا دعوی کریں تو ضرور دلیل سے ثابت کردیں گے۔اور جب امام شافعی رحمہ اللہ بغداد پہنچے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کو گئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھی تو تکبیر میں رفع یدین نہ کیا اور ایک روایت میں ہے کہ وہ صبح کی نماز تھی اور اس میں دعائے قنوت نہ پڑھی، تو کسی نے اس کی وجہ دریافت کی۔بولے اس امام کے ادب سے میں نے نہ پڑھا اور ان کے سامنے ان کی مخالفت کو روا نہ رکھا۔اور فضیل بن عیاض نے کہا کہ مجھ کو ان کی جلالت شان کے لیے یہ کافی ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فقہ میں معروف اور پرہیزگاری میں مشہور ہیں اور ان کی غایت ورع سے وہ حکایت ہے جو امام عبد اللہ بن مبارک سے مروی ہے کہ آپ نے ایک لونڈی لینے کا ارادہ کیا تو بیس برس ٹھہرے اور خبر لیتے اور مشورہ کرتے رہے کہ کن قیدیوں میں سے لیں؟ نضر بن سہیل نے کہا کہ لوگ فقہ سے سوئے ہوئے تھے یہاں تک کہ ان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے جگایا۔

آپ ایک مرتبہ امیر المؤمنین منصور کے پاس تشریف لے گئے اور وہاں عابد وزاہد عیسیٰ بن موسیٰ بھی تھے۔انھوں نے منصور سے کہا کہ یہ علاّمۂ دنیا ہیں۔منصور نے آپ سے پوچھا کس سے آپ نے علم حاصل کیا؟ آپ نے فرمایا میں نے تلاندہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ سے سیکھا اور شاگردان حضرت علی سے جنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سیکھا اور مستفیدان حضرت عبد اللہ

بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے علم حاصل کیا رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔ تو منصور نے آپ سے کہا کہ بیشک آپ نے خوب وثوق کے ساتھ علم سیکھا۔ باوجود اس کے پھر بھی وہ آپ کے درپے ہوگیا اور قتل کرڈالنا چاہا اس واقعہ میں جو منصور کو امام صاحب کے ساتھ پیش آیا۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ منصور کی خواہش ہوئی کہ آپ منصب قضا قبول فرمائیں، مگر آپ نے قبول نہ کیا تو اس نے سو کوڑے مارے اور ایک قول میں ہے کہ تا دمِ مرگ قید میں رکھا۔ یہاں تک کہ قید ہی میں وصال فرمایا۔ اور اس امر پر بھی بیس کوڑے مارے تھے کہ اس نے حاکم بیت المال ہونے کے لیے کہا تھا مگر آپ نے انکار کیا۔

امام صاحب فرماتے تھے جب کوئی حدیث رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی پہنچے تو میرے سر آنکھوں پر۔ اگر اصحاب کی حدیث پہنچے تو اس میں بعض کو لیں گے اور اس سے باہر نہیں ہیں اور تابعین کی خبر پہنچے تو ہم اس میں مزاحمت کرسکتے ہیں۔

پہلے آپ آدھی رات[تک] عبادت کرتے تھے۔ پھر آپ تشریف لیے جارہے تھے تو ایک شخص نے کہا کہ یہ شب بیداری کرتے ہیں۔ اس دن سے برابر تمام شب بیداری فرماتے اور کہتے کہ میں خدا سے شرماتا ہوں کہ میں ایسی عبادت کے ساتھ مشہور ہوں جو مجھ میں نہیں۔

بعضوں نے کہا کہ میں نے مکہ معظّمہ میں طواف اور نماز اور فتوی دینے پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے زیادہ صابر کسی کو نہ پایا۔ تمام روز وشب ثواب آخرت کے طلب میں رہتے تھے۔ آپ کعبہ میں تھے کہ خواب میں ندائے غیبی سنی کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ اے ابو حنیفہ تو نے میری خدمت خالص کی اور مجھے خوب پہچانا میں نے تجھے بخش دیا یعنی اس وجہ سے کہ تم شب بیداری میں خلوص رکھتے ہو اور اکثر زمانہ میں روزہ

رکھتے ہو اور پوری کوشش علم کے پھیلانے میں صرف کرتے ہو اور علوم ظاہری وباطنی کی مضبوطی اور اس میں اخلاص میں اور دنیا کے چھوڑ نے اور اس سے مطلق بے پرواہی کرنے اور آخرت کی طرف متوجہ ہونے اور اس کے اسباب کی تحصیل کی کوشش میں پوری طاقت صرف کرتے ہو۔ جس شخص کے یہ صفات ہوں اس کی مغفرت کی خاص طور پر امید ہے اس طرح سے کہ کوئی خطا وقصور باقی نہ چھوڑے اور تیرے اخلاص واحسان مذکورہ کی برکت سے قیامت تک تیرے متبعین کیلیے اور اس میں ان کی اور ان کے متبعین کو ایسی خوشخبری ہے کہ توفیق ور کو اپنے امام کی اتباع میں پوری کوشش صرف کرنے اور ایسے اخلاق نفیسہ اور صفات زکیہ اپنے میں حاصل کرنے پر بر انگیختہ کرے جو سوائے مجتہدین عارفین کے کسی دوسرے میں نہیں ہوتے۔ بڑے بڑے مستند فضلاء اور معزز علماء ان کی شاگردی سے مشرف ہوئے، جیسے امام بزرگ عبد اللہ بن مبارک جن کی جلالت شان وتقدم وزہد مجمع ومتفق علیہ ہے۔ جیسے امام لیث بن سعد اور مالک بن انس اور امام مشعر بن کدام اور امام زفر وابی یوسف ومحمد وغیرہ۔

جب خلیفۂ وقت نے آپ کو منصب قضا اور عہدہ خازن بیت المال کا دینا چاہا آپ نے انکار کیا اور ضرب شدید اور حبس کو پسند کیا یعنی عذاب دنیا واقعی کو عذاب آخرت احتمالی پر ترجیح دی۔ اسی لیے جب حضرت عبد اللہ بن مبارک کے پاس آپ کا تذکرہ ہوا، فرمایا ”کیا تم لوگ اس شخص کا ذکر کرتے ہو جس کے سامنے ساری دنیا پیش کی گئی مگر اس نے قبول نہ کی اور اس سے اعراض کیا اور با وجود خواہش بادشاہوں کے ان ظالموں سے اختلاط نہ کیا اور ان کے الحاح اور انکار پر تہدید کی پروا نہ کی اور ان لوگوں کا کبھی کوئی تحفہ قبول نہ فرمایا۔“ اسی لیے جب ابو جعفر منصور نے حسن بن قحطبہ کے ہاتھ دس ہزار روپے حاضر کیے آپ اس کو پھیر نہ سکے رکھ لیے مگر

اپنے صاحبزادہ حضرت حماد کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں اور تم مجھے دفن کر چکو توان روپیوں کو حسن کو دا پس دے دینا۔حماد رحمہ اللہ تعالی نے وصیت کی تعمیل کی۔ حسن نے کہا اللہ تمہارے باپ پر رحم کرے اپنے دین پر حریص تھے۔

امام صاحب نے لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلانے کی توجہ نہ فرمائی مگر جب خواب میں ارشاد نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم ہوا کہ لوگوں کو اپنے مذہب کی طرف بلائیں حالانکہ آپ گوشہ نشینی اور براہ تواضع لوگوں سے علیحدہ پوشیدہ رہنے کا قصد کر چکے تھے اور اپنے سعید نفس کو اس قابل نہیں سمجھتے تھے کہ اس کی قدر ومنزلت کریں اور نہ اپنا کوئی فعل اچھا اس لائق سمجھتے تھے کہ لوگوں کو اس کی پیروی کرنے اور اس پر چلنے کی طرف بلائیں۔جب آپ کو اس ذات پاک سید السادات صلی اللہ تعالی علیہ وبارک وسلم کا ارشاد واجب الانقیاد ہوا جن کو اللہ کے خزائن سپرد کیے گئے تا کہ وہ مستحقین پر بخشش فرمائیں تو جان لیا کہ یہ امر یقینی ہے اس کا ہونا ضروری ہے۔ تب لوگوں کو اس کے طرف بلایا۔ یہاں تک کہ آپ کا مذہب شائع وذائع ہوا۔ اور اتباع آپ کے زیادہ اور حساد رسوا ہوئے اور اللہ نے ان سے شرق وغرب، عجم وعرب کو نفع یاب بنایا اور ان کے متبعین کو علم سے حظ وافر دیا تو وہ لوگ مستعد ہوئے تا کہ ان کے مذہب کے اصول وفروع لکھیں اور ان کے معقول ومنقول میں نظر غائر کریں یہاں تک کہ خدا کے فضل سے اس کے قواعد مضبوط اور فوائد کا معدن ہوا۔اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جو بعض اہل مناقب نے لکھا ہے کہ امام کے والد ماجد بچپنے میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں لائے گئے۔مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے ان کی اور ان کی ذریت میں برکت کی دعا فرمائی تو جو کچھ امام صاحب کو حاصل ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دعا کی برکت سے حاصل ہوا۔

آپ جب اپنے قرضدار کے یہاں اپنے روپے کے تقاضے کو آئے تو غایت ورع سے اس کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنا بھی پسند نہ فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ اپنے قرض کی وجہ سے کسی قسم کا انتفاع درست نہیں جانتے کیونکہ اس کا قبول اگر چہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو شرعاً کمال مروّت وورع اور حسن اخلاق کے منافی ہے۔

آپ کو شبہات سے بچنے میں غایت درجہ کی احتیاط تھی۔اسی لیے آپ کے وکیل بالبیع نے ایک عیبی کپڑا اچھے کپڑوں کے ساتھ بیچ دیا اور اس کے عیب کو ظاہر نہ کیا تو آپ نے ان تمام کپڑوں کی قیمت کو صدقہ فرما دیا۔اگر چہ اس کی وجہ سے آپ پر کوئی گناہ نہ تھا کہ یہ نادانستگی میں ہوا،مگر پھر بھی چونکہ ایک قسم کا شبہہ تھا اپنے پاس رکھنا پسند نہ کیا اور سب کو صدقہ کر دیا اور مال واپس لے کر مشتری کو قیمت اس لیے نہیں پھیری کہ اس کا علم نہ تھا اور اس کے علم سے نا امید ہوگئے تھے اس لیے سب مال کو صدقہ کر دیا،جیسا کہ باب توبہ میں اس کا بیان تفصیل وار آئے گا۔بعضوں نے کہا کہ وہ کل مال تیس ہزار کا تھا اور یہ کہ ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ اس کی متعدد نظیریں ہیں جیسا کہ کتب مناقب میں ہے۔

آپ کی غایت ورع اور زہد سے اس لونڈی کا قصّہ ہے جس کے خریدنے کا آپ نے ارادہ کیا تھا جس کا بیان پہلے ہوا اور اسی قبیل سے یہ ہے کہ :

کوفہ میں کسی کی بکری گم ہوگئی۔آپ نے غایت ورع سے سات سال تک بکری کا گوشت ہی کھانا چھوڑ دیا اس احتمال سے کہ شاید اسی حرام بکری کا گوشت ہو جس کے کھانے سے قلب تاریک ہوجائے گا کیونکہ اکل حرام سے قلب سیاہ ہوجاتا ہے اگر چہ نادانستگی میں کھانے سے گناہ نہیں۔اسی لیے پرہیزگاروں کے قلوب میں ایک خاص روشنی ہوتی ہے اور وہ محبوب کے مشاہدہ کے لائق ہوتے ہیں اور اپنی طاقت کے

موافق عبادت میں مصروف ہیں اور بقدر وسعت جو چیزیں اس سے قطع کرنے والی ہیں سب سے متنفر ہیں۔

یہ جو کچھ مذکور ہوا امام کے مناقب اس میں حصر نہیں بلکہ یہ بحر ناپیدا کنار سے ایک قطرہ ہے اور روشن تر مناقب سے آپ کے یہ ہے کہ:

آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ کسی نے عرض کیا یہ قدرت آپ کو کیسے ملی۔ فرمایا کہ میں نے اللہ سے دعا کی ساتھ تمام حروف تہجّی کے جوان دونوں آیتوں میں ہے (مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ) سورہ فتح میں اور دوسری (ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ) آل عمران میں۔

آپ ہر رمضان میں ساٹھ ختم قرآن فرماتے،ایک ختم دن میں اور ایک شب میں۔اس کے سوا اور بہت سے مناقب ہیں جن کا شمار دشوار ہے اللہ تعالی رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو اوروہ اللہ سے راضی ہوں اور جنت الفردوس آرام گاہ ہو۔

ختم ہوئی عبارت مختصر **احیاء العلوم** اور میری شرح کی اور اسی سے امام غزالی کی برأت اس تعصب سے جو ان کی طرف منسوب ہوئ۔ی معلوم ہوتی ہے۔ حاشا للہ وہ اس سے پاک ہیں۔

## دوسرا مقدّمہ

ان امور کے بیان میں جن کا نفع عام ہے اور طالب کو ان کا نہ جاننا برا ہے اس لیے کہ اس سبب سے آدمی بڑی گمراہی اور برے گڑھے میں پڑے گا۔اس لیے پہلے اس کا بیان کر دینا اور اس سے جس قدر تعلق ہے اس کو مجمل ومفصّل واضح کر دینا ضروری ہے۔

اے با توفیق اگر تو آخرت میں نجات اور ولی ووراثت نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم وشرف وکرم کی شان میں بے ادبی سے سلامت رہنا چاہتا ہے تو تجھ پر لازم ہے

کہ یہ اعتقاد رکھ کہ تمام آئمہ مجتہدین اور علماء عاملین اللہ تعالی کی ہدایت اور اس کی رضامندی پر ہیں اور ان کو ہر حال میں باتفاق آئمہ معقول ومنقول اجر وثواب ہی ہے۔

بیہقی نے روایت کی کہ نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ" جب کوئی کتاب اللہ سے کوئی حکم دیئے جاؤ تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔کسی شخص کا کوئی عذ راس کے ترک میں مسموع نہیں اور اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو میری حدیث مروی پر عمل ہو اور اگر یہ بھی نہ ہو تو جو میرے اصحاب نے کہا۔اس لیے کہ میرے کل صحابی بمنزلہ آسمانی ستاروں کے ہیں جس کو پیشوا مان لوگے سیدھا راستہ پاؤگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔" تو اس حدیث سے ثابت ہے کہ فروعیات میں اختلاف مذاہب صحابہ رضی اللہ عنہم ہی کے وقت سے ہیں جو زمانہ ہدایت وارشاد کا ہے جس کے لیے خود آنحضرت صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سے بشارت ہے کہ وہ تمام زمانوں سے بہتر زمانہ ہے۔ان کے اختلاف سے ضرور ہے کہ ان کے بعد بھی اختلاف ہو، کیونکہ صحابہ فقہ و روایت کے ساتھ مشہور ہیں۔ان کے قول کو ایک ایک جماعت نے لیا ہے اور پھر بھی نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم ان سے راضی ہیں اور ان کو اس اختلاف پر مقرر رکھا اور ان کی تعریف فرمائی یہاں تک کہ نفس اس اختلاف کو اپنی امّت کیلیے رحمت فرمایا اور امّت کو اختیار دیا کہ ان میں سے جس کا قول چاہے اختیار کر لے۔

اس کو یہ بھی لازم ہے کہ لوگ مجتہدین میں بھی جس کے قول کو چاہیں اختیار کریں کیونکہ یہ لوگ قول وفعل میں اس کے طریقہ پر ہیں اور اس راستہ پر چلتے ہیں۔

بہت سے واقعات ہیں جو خود حضور ہی کے زمانہ میں ہوئے۔ان میں آپ نے اصحاب کے اختلاف کو مقرر رکھا اور کسی صحابی پر اس کے قول میں،جو مخالف دوسرے صحابی کے قول کے تھا،اعتراض نہ فرمایا۔ جیسا کہ اس کی شہادت بہت سے مشہور

واقعات سے ہوتی ہے۔ ازانجملہ، صحابہ کرام کا اختلاف دربارۂ اسیرانِ بدر ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ اور ان کے پیروؤں نے ان سے فدیہ ے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے متبعین رضی اللہ تعالی عنھم نے ان کے قتل کر دینے کی راے دی تو آنحضرت صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے پہلی راے پر حکم فرمایا اور قرآن شریف میں با وجود بر قرار رکھنے تقریر راے اوّل کے مشورہ ثانی کو ترجیح دی۔ یہ بین دلیل اس امر پر ہے کہ دونوں رائیں صحیح ودرست ہیں اور ہر ایک مجہد مصیب ہے اور اگر پہلی راے خطا ہوتی ہے تو حضور سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کبھی اس کے ساتھ حکم نہ فرماتے اور اللہ تعالی نے خبر دی کہ وہ عین حکمت ہے کہ ارشاد ہوا (لَوْلاَ كِتَابٌ مِنَ اللهِ سَبَقَ * الأنفال: ٦٨) اور فدیہ کو حلال وطیب فرمایا کہ (فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلاَلاً طَيِّبًا * الأنفال: ٦٩) اور عتاب غیر افضل کے اختیار پر فرمایا۔ اسی لیے مذاہب اربعہ کے اختلاف میں اکثرہا ترجیح افضل کو باعتبار قوت دلیل اور احتیاط وورع سے قریب ہو نے کی بناء پر ہوتی ہے اور یہی چند گنتی کے مسائل ہیں نہ تمامی مسئلوں میں۔ لیکن باعتبار ثواب اور درست ہو نے کے تو ہر ایک ٹھیک اور حق ہے جس میں کسی قسم کا شبہہ نہیں۔ اسی لیے طریقہ صوفیہ کرام کاسب میں اعدل وافضل ہے یعنی اشد علی النفس اور احوط فی العمل کو اختیار کرنا تا کہ اختلاف سے نکل جائیں اور ان کی عبادت متفق علیہا ہو [مثلاً دربارہ وضو، امام شافعی صاحب کے نزدیک ایک بال یا بُن بال کا مسح فرض ہے۔ امام ابو حنیفہ صاحب کے نزدیک چو تھائی سر کا مسح فرض ہے۔ امام مالک صاحب کے نزدیک کل کا فرض ہے تو عمل کل سر کے مسح پر ہوتا کہ ہر ایک کے نزدیک وہ فرض صحیح ہو جائے۔ یا امام شافعی صاحب کے نزدیک نکاح عورتوں کے لفظ سے صحیح نہیں ولی کے قول کا ہونا ضرور ہے۔ امام صاحب

کے نزدیک بغیر دو گواہ نہیں ہوتا۔ امام مالک کے نزدیک اعلان ضروری ہے۔ امام احمد کے نزدیک کفو ہونا ضروری تو نکاح بعبارت ولی بحضور شاہدین کفو کے ساتھ اعلان کیسا تھ اعلان ہوتا کہ سب کے نزدیک صحیح ودرست ہوجائے۔] جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو اور یہ ان کا طریقہ ہمارے علماء کے اس قول کے موافق ہے کہ ہر خلاف سے بچنا مسنون ہے جب تک کہ سنت صحیح کی صریح مخالفت نہ ہو جس کی تاویل نا ممکن ہو اور ہمارے آئمہ نے تصریح کی ہے کہ جو جو چیزیں کسی امام کے نزدیک ناقص وضو ہیں ان سب سے وضو کرنا مسنون ہے اور اس شرعی اختلاف سے بچنے کے خیال سے ابن شریح وضو میں منہ دھونے کے وقت دونوں کانوں کو دھوتے اور سر کے ساتھ مسح کرتے اور پھر علیحدہ بھی مسح کرتے تا کہ تمام مذاہب پر عمل ہوجائے اور اختلاف سے نکل جائیں اور ازانجملہ صحابہ کا اختلاف غزوہ بنی قریظہ کے وقت اس قول میں ہے کہ آپ نے فرمایا (لاَ يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ الظُّهْرَ إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ)[۱] تو جب یہ لوگ مدینہ طیبہ سے وہاں جانے کی غرض سے نکلے اور ظہر کا وقت تنگ ہوگیا،صحابہ میں آپس میں اختلاف ہوا تو ایک جماعت نے وقت نکل جانے کے خیال سے ظہر کی نماز پڑھ لی۔ انھوں نے کہاحضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد صرف جلدی پر بر انگیختہ کرنے کے لیے تھا اور یہ مقصود نہیں تھا کہ وقت گذار کر نماز پڑھیں تو انھوں نے نص سے یہ استنباط کیا اور بیان کیا (إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ) میں حصر اضافی ہے۔ حصر حقیقی نہیں کہ چاہے نماز قضا ہوجائے مگر وہیں جا کر پڑھنا اور بعضوں نے نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ جب بنی قریظہ میں پہنچے اور عصر کا وقت آگیا تھا۔ اس وقت نماز ظہر

---

([۱]) مسلم بن الحجاج (المتوفى: ٢٦١ هـ)، الجامع الصحيح، كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ الْمُبَادَرَةِ بِالْغَزْوِ، وَتَقْدِيمِ أَهَمِّ الْأَمْرَيْنِ الْمُتَعَارِضَيْنِ، رقم: ١٧٧٠

پڑھی۔ ان کا استدلال یہ تھا کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے (إِلاَّ فِي بَنِي قُرَيْظَةَ) غرض مطلق حصر فرمایا جس سے حقیقی لیا جائے گا۔ جب حضور پر نور صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ان کا اختلاف معلوم ہوا۔ ان کے فعل کی خبر پہنچی۔ دونوں فریق میں سے کسی پر انکار نہ فرمایا اور دونوں کو اپنی اپنی سمجھ پر مقرر رکھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں فریق مجتہد تھے۔ اور اپنے فعل پر مأجور اللہ کی طرف سے ہدایت پر تھے ان میں سے کوئی ملامت کے قابل نہیں ان میں کسی کی طرف خلل یا تقصیر کی نسبت کرنا درست نہیں خصوصا حضور اقدس صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کا یہ ارشاد یاد رکھ کر (فَأَيُّمَا أَخَذْتُمْ بِهِ اهْتَدَيْتُمْ)[۱]۔ جب آپ نے ہر ایک کو راہ یافتہ فرمایا تو کیوں کر ان میں کسی کی طرف خطا یا تقصیر کی نسبت ہو سکتی ہے۔

ابن مسعود بیہقی نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ اصحاب محمد صلے اللہ تعالی علیہ وسلم ورضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے مقابلہ مجھے سرخ اونٹ بھی پسند نہیں۔

بیہقی کی روایت یہ ہے کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اصحاب محمد صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم آپس میں مختلف الاقوال نہ ہوں۔ اس لیے کہ ان کے اقوال مختلف نہ ہوں گے تو رخصت نہ ہوگی۔

ہارون الرشید نے جب چاہا کہ **موطا امام مالک** کو خانۂ کعبہ میں لٹکا دے اور تمام لوگوں کو اس کے موافق عمل کرنے پر مجبور کرے تو امام مالک نے فرمایا اے امیر المؤمنین ایسامت کیجئے اس لیے کہ اصحاب محمد صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم فرعیات میں

---

([۱]) البيهقي (المتوفى: ٤٥٨ هـ.)، المدخل إلى السنن الكبرى، بَابُ أَقَاوِيلِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ إِذَا تَفَرَّقُوا فِيهَا وَيُسْتَدَلُّ بِهِ عَلَى مَعْرِفَةِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَكَابِرِ فُقَهَاءِ الْأَمْصَارِ، رقم: ١٥٢

مختلف ہوئے اور وہ شہروں میں متفرق ہوگئے اور علماء کا اختلاف اس امّت کے واسطے رحمت الٰہی ہے ہر ایک اپنے نزدیک صحیح قول پر عمل کر لے گا اور ہر ایک ٹھیک راہ پر ہے اور ہر ایک ہدایت پر ہے تو ہارون الرشید نے کہا کہ اللہ تعالی آپ کو توفیق خیر دے اے ابو عبد اللہ۔

ایسا ہی قصّہ منصور کے ساتھ بھی واقع ہوا جب اس نے چاہا کہ ہر ایک شہر میں **موطا** کا ایک ایک نسخہ بھیج دے اور حکم دے کہ اسی پر سب لوگ عمل کریں اور اس سے تجاوز کر کے دوسرے پر عمل نہ کریں۔ امام مالک نے فرمایا کہ ایسامت کیجئے، اس لیے کہ لوگوں کو اس سے پہلے کچھ باتیں معلوم ہوئی ہیں اور انھوں نے حدیثیں سنی ہیں۔ انھوں نے روایتیں کیں اور ہر قوم نے اس پر عمل کیا جو بات ان کو پہلے سے پہنچ چکی ہے تو جس شہر والے نے جس بات کو اختیار کیا ہے اسی پر چھوڑ دیجئے۔

اس تقریر سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ ہر مجتہد بر سر صواب ہےاور اللہ تعالی کا حکم ہر واقعہ میں مجتہد کی رائے کے تابع ہے اور یہی آئمہ اربعہ کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔ اکثر حنفیہ وشافعیہ اور باقلانی اسی کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کے منافی وہ خبر صحیح نہیں جس میں تصریح ہے کہ مصیب کے لیے دو اجر ہیں اور مخطی کے لیے ایک اجر ہے اس لیے کہ جیسا امام جلال الدّین سیوطی نے فرمایا کہ یہ خبر صحیح اس بات پر محمول ہے کہ مجتہدین سے مخطی نے افضل نہ ماننے میں خطاکی، با وجودے کہ وہ بھی ٹھیک ہے۔ فقہائے کرام نے فرمایا ہے کہ جو شخص چار رکعت نماز، چار طرف پڑھے، ہر رکعت تحرّی کر کے ایک جہت میں تو اس پر قضا نہیں،با وجودے کہ یقین ہے کہ تین رکعتیں اس کی ضرور غیر قبلہ کی طرف ہیں۔ حدّ کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا اجتہا د مختلف ہوا کہ اس میں مختلف حکم دیئے اور یہ فرماتے

یہ اس بناء پر ہے کہ ہم نے حکم دیا اس طریقہ پر کہ حکم دیتے ہیں۔
بیہقی نے مرسلا روایت کی کہ کبھی ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم ایک حکم دیتے اور قرآن شریف اس کے خلاف نازل ہوتا تو آپ حکم قرآن لے لیتے اور پہلے حکم کو ردّ نہ فرماتے۔
یہ جو کچھ کہا اور دلیل لائے اس میں کھلی ہوئی، نظر ہے خصوصاً جو آخر میں ذکر کیا اس لیے کہ حضور پر نور صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کا اجتہاد خطا سے محفوظ یقینی درست ہے بخلاف اجتہاد اور لوگوں کے۔
کروری نے امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ سے نقل کیا کہ دو مجتہد جو دو قول متبائن کے قائل ہیں بمنزلہ دو رسول کے ہیں کہ دو شریعت مختلف لائے اور دونوں ٹھیک اور درست ہیں۔
امام مازری تے فرمایا کہ طرفین میں حق کا ہونا اکثر اہل تحقیق علماء متکلمین کی رائے ہےاور یہی آئمہ اربعہ سے مروی ہے اور اس پر حجّت یہ ہے کہ حضور پر نور صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے اس کے لیے ایک اجر مقرر فرمایا اور اگر وہ بات ٹھیک نہ ہوتی تو مستحقِ اجر نہ ہوتا۔
دیگر حضرات نے حدیث میں اطلاقِ خطا کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ اس حالت پر محمول ہے کہ جب نصّ سے ذہول ہوا اور اس امر میں اجتہاد کیا جس میں گنجائش اجتہاد کی نہ تھی مثل قطعیات کے کہ یہ اجماع کی مخالفت ہے کیونکہ اس قسم کی مثل بے شک ایسی صورت ہے کہ اگر اس میں غلطی ہوتو خطا کا اطلاق اس پر ہوسکتا ہے۔ہاں جوایسے مسئلہ میں اجتہاد کرے جس میں کوئی نصّ قطعی نہیں، نہ اجماع امت ہے، وہاں خطا کا اطلاق درست نہیں۔امام مازری تے اس مقام پر بہت طول طویل تقریر کی ہے۔

قاضی عیاض کی شفاء میں ہے کہ دونوں مجتہدوں کی رائے ٹھیک ہونے کا قائل ہونا بھی میرے نزدیک حق وصواب ہے۔صاحب **جمع الجوامع** نے کہا" اسی پر متکلمین ہیں اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ امام ابوحنیفہ ومالک وشافعی واحمد اور دونوں سفیان اوزاعی اور ابن جریر اور جملہ آئمہ مسلمین،یہ سب حق وہدایت پر ہیں اور جن لوگوں نے ان کے حق میں کلام کیا اور ایسی باتیں کہیں جن سے وہ بری ہیں اس کی طرف التفات نہیں اس لیے کہ یہ علوم لدنیہ ومواہب الھیہ اور استنباطات دقیقہ اور معارف غزیرہ اور دین وورع عبادت وزہد علو مرتبت اس درجہ کا دیئے گئے جس کی بلندی خیال میں بھی نہیں آتی۔" ختم ہوئی عبارت **جمع الجوامع** کی۔

بعض آئمہ، زیارت سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سے مشرف ہوئے اور اختلاف مجتہدین کے بارے میں سوال کیا۔ارشاد ہوا کہ ہر ایک اپنے اجتہاد میں بر سر صواب ہے۔تو اس وقت انھوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کا یہ قول ذکر کیا جو آپ نے فرمایا کہ "دونوں بر سر صواب ہیں اور حق پر ایک ہیں" اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کا قول کہ" دو مجتہدین سے ایک مصیب ہے اور ایک مخطی معفو عنہ"۔ارشاد ہوا کہ یہ دونوں اگر چہ لفظاً مختلف ہیں مگر معنی قریب ہیں۔تو میں نے کہا کہ ان دونوں فریق میں تقلید کے لیے کون بہتر ہے ؟ارشاد ہوا کہ دونوں بر سر حق وصواب ہیں۔ازانجملہ تجھ پر یہ اعتقاد واجب ہے کہ آئمہ اہل سنت وجماعت کا اختلاف فرعیات میں بڑی نعمت اور وسیع رحمت اور کھلی فضیلت ہے اور اس میں ایک باریک بھید ہے، جس کو عاقل علماء تے سمجھا ہے اور جاہل اس سے نابلد ہیں۔حتی کہ بعض کہنے لگے کہ نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم تو ایک ہی شریعت لائے تھے یہ چار مذہب کہاں سے آگئے؟ اس کی وجہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس شریعت کو اس امر کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے

کہ وہ بوجھ و گرانی،جو اگلی امتوں پر تھا، اس شریعت والوں سے اٹھا دیا گیا مثلاً:

ا- موسی علیہ السلام کی شریعت میں قصاص کا واجب ہونا کیونکہ وہ خالص حلال ہی کے ساتھ بھیجے گئے اور حضرت عیسی علیہ السّلام کی شریعت میں دیت کا واجب ہونا اور ہماری شریعت میں ان دونوں میں اختیار دیا جانا۔

۲- ان لوگوں کی شریعتوں میں بدن میں جس جگہ نجاست لگ جاتی اس کا کاٹ دینا اور ہماری شریعت میں صرف اس کا پانی سے دھو دینا۔

۳- شریعت یہود میں نسخ کا ممنوع ہونا اور ہماری شریعت میں اس کا جائز ہونا۔ اسی لیے انھوں نے نسخ قبلہ کو نہایت ہی عظیم واقعہ جانا۔

۴- ان کی کتابیں صرف ایک ہی قراءت سے پڑھنا جائز اور ہماری کتاب کو سات بلکہ دس قراءت سے پڑھنا روا ہے۔

یہ سب اسی ارشاد باری تعالی کی وجہ سے کہ فرمایا ہے اللہ تمہارے ساتھ آسانی کرتا چاہتا ہے اور سختی کرتا نہیں چاہتا۔اللہ تعالی کا قول ہے اللہ تعالی نے دین میں کسی قسم کا حرج نہیں کیا ہے۔نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں دین حنیفی نرم لے کر آیا ہوں۔اس کی بعض نرمی اور آسانی اور بوجھ اٹھا دیئے جانے سے فروع میں ہمارے آئمہ کا اختلاف ہےکیونکہ یہ مذہب بوجہ اختلافات کے مثل متعدد شریعتوں کے ہے تا کہ ایک چیز کے لازم کردیئے جانے کی وجہ سے ان پر تنگی نہ ہو اور جو لوگ مذہب صحیح کے عامل ہوں ان کے لیے ثواب اور مدح ہے،یہاں تک کہ اگر کسی کے علم میں یہ بات ہو کہ فلاں مذہب میں زیادہ وسعت وگنجائش ہے تو اس کو بشرائط معلومہ اس مذہب کے طرف بدل جانا اور اس کے موافق عمل کرنا جائز ہے اور یہ سب اللہ کی بڑی نعمت اور اس کی وسیع رحمت ہے اور اس سے حضور پر نور صلّی اللہ

تعالی علیہ وسلّم کی غایت درجہ عزت شان اور دیگر انبیاے کرام علیہم السّلام پر علو مکان ثابت ہوتا ہے کہ ان کی وجہ سے ان کی امّت پر وسعت کردی گئی کہ ایک امر میں ان کو اختیار ہے اس چیز پر عمل کریں جس میں سہولت ہے۔اسی لیے ہر مجتہد کو بر سر صواب مان کر اس کی مدح کی اگر چہ بالفرض ان سے خطا ہوگئی ہو۔

علامہ سبکی نے ثابت فرمایا ہے کہ جتنی گذشتہ شریعتیں ہیں وہ حقیقت میں حضور پر نور صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم ہی کی شریعت ہےو اور دیگر انبیاے کرام مثل نُوّاب (قائِم مقاموں) آپ کے ہیں کیونکہ یہ اس وقت سے نبی ہیں کہ حضرت آدم علیہ السّلام روح اور بدن کے در میان میں تھے تو وہ نبی الأنبیاء ہیں اور یہی معنی آنحضرت صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کے اس ارشاد کا ہے کہ میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔تو آدم علیہ السّلام سے لیکر قیامت تک جتنے آدمی ہوں گے ان سب کے آپ نبی ہیں۔ ختم ہوئی عبارت امام سبکی کی۔

پس جب یہ بات ثابت ہوئی کہ آپ کی غایت تعظیم کے لیے اور انبیاء کی شریعتیں آپ کی شریعت ہیں۔تو جو احکام شرعیہ کہ صحابہ کرام یا تابعین عظام نے آپ کے قول وفعل سے استنباط کیے وہ اپنے اپنے نوع کی مختلف شریعتیں بدرجہ اولیٰ ہیں۔خاص کرا س وجہ سے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے اور اس پر آپ نے عمل کرنے کی ہدایت فرمائی ہے اور اس سے خوش ہوئے اور اس بات پر ہماری مدح فرمائی اور اس کوبڑی رحمت اور عظیم منت فرمایا۔اس لیے جب اس امت کے اختلاف کو رحمت فرمایا یہ خبر دی کہ گذشتہ امتوں کا اختلاف عذاب وہلاکت ہے، اس لیے کہ ان کے لیے وہ وسعت نہیں دی گئی جو اس امّت کے لیے وسعت ہے تو ان کا اختلاف محض جھوٹ اور انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلاۃ

والسّلام پر صرف بہتان ہے، جس سے وہ لوگ بری ہیں۔

ازانجملہ تجھ پر غایت درجہ موکد بات یہ ہے جس کے اندر اصلاً رخصت نہیں کہ بعض مذاہب پر بعض کو ایسی فضیلت نہ دے جس سے دوسرے مذہب کی منقصت ہو۔اس لیے کہ اس میں غضب الٰہی اور دنیا وآخرت کی رسوائی ہے اور قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد آئے گا کہ جس نے میرے کسی ولی کو ایذا دی اس سے میں نے حرب کا اعلان کردیا۔اور با عمل علماے اسلام بلا شبہہ سب کے سب اولیاء اللہ ہیں۔بارہا یہ تفصیل بیوقوفوں،بے دینوں میں سخت جھگڑے کی طرف مفضی ہوئی ہے حتی کہ بعض جاہلوں نے غایت درجہ کا تعصب اور جاہلیت کی ہٹ ظاہر کی۔جس کا نتیجہ اپنے امام کے مذہب کی ترجیح اور دوسرے کے شان میں زبان درازی و تنقیص بے ضرورت ہے۔اس کے سبب جو کچھ عذاب اور رسوائی مترتب ہوگی اس سے غفلت کی اور یہاں تک کہ ایک کے مقلد دوسرے کو برا کہتے توان کے مقلد اس امام کی توہین کرتے اور اس کے حق میں زبان درازی سے کام لیتے اور یہ خیال کرتے کہ یہ مقابلہ فاسد بالفاسد ہے۔اگر ہر ایک کا کلام ان کے امام ہی کے رو برو پیش کیا جائے تو اس پر خوش کبھی نہ ہوتے بلکہ اس پرڈانٹ دیتے اور اس سے اس وجہ سے بیزار ہوتے۔اس کے برے کلام کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتے اور اس سبب سے کہ وہ شخص اس برے کام کے اختیار کرنے سے غضب الٰہی اور ہلاکت کے جال میں پھنسا ہے۔اس لیے کہ اس کے سیدھے راستہ پر مرنے سے اکثر نومید ہو جاتے۔

سیدنا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھمانے بیشک خبر دی ہے کہ پہلی امتوں کی ہلاکت کا سبب ان کا دین الٰہی میں شک کرنا اور جھگڑنا تھا۔ان راستوں کی کٹھن سے اللہ تعالیٰ ہم کو محفوظ رکھے اور ان اماموں کے گروہ میں ہم کو اٹھائے

اس لیے کہ ہم ان سے محبت رکھتے ہیں اور ان کی تعظیم اس طریقہ سے کرتے ہیں کہ جس سے ہم کو امید ہے کہ قیامت کے دن انھیں کے ساتھ تختوں پر اٹھائے جائیں گے۔ اس وجہ سے کہ جو شخص کسی قوم سے محبّت رکھتا ہے تو قیامت میں انھیں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ جیسے کہ ان کی مورث اور ان کے شرف بخشنے والے (حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وبارک وسلم) نے اس کی خبر دی ہے اور جو ان میں سے کسی کی شان کو گھٹائے تو اس کے واسطے اتنی سزاکافی ہے کہ اس بہت بڑے مجمع قیامت میں اس رفاقت سے محروم رکھا جائے گا۔ میدان قیامت میں اس کے حق میں منادی کرائی جائے گی کہ اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالی کا یہ دشمن ہے پس اس کے واسطے سوائے ذِلّت اور عذابِ آخرت کے اور کچھ نہیں ہو گا۔

## تیسرا مقدمہ

### در بارۂ امام اعظم رحمہ اللہ تعالی حضرت سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی بشارتیں

جان کہ ان سب میں بڑی، بزرگ، واضح تر اورکامل تر وہ حدیث ہے جسے شیخین یعنی بخاری ومسلم اور ابو نعیم رحمھم اللہ تعالی نے حضرت ابو ھریرہ رضی اللہ تعالی عنہ اور شیرازی اور طبرانی رحمۃ اللہ تعالی علیھمانے حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالی عنھما سے اور طبرانی علیہ الرّحمۃ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایاکہ اگر علم، ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ مرد اس کو ضرور لیتے۔ شیرازی اور ابو نعیم رحمہا اللہ تعالی کے لفظ یہ ہیں کہ" اگر علم ثریا کے پاس لکھا ہوا ہوتا۔" طبرانی رحمہ اللہ تعالی کے لفظ قیس رضی اللہ تعالی عنہ کی روایت سے یہ ہیں "اس کو عرب نہیں لیں گے تو کچھ مرد فارس سے ضرور اس کو لیں گے۔" مسلم علیہ الرحمۃ کی عبارت یہ ہے" اگر

علم ثریا کے پاس ہوتا جب بھی کچھ مرد اہل فارس سے اس کو ضرور لیتے۔" حافظ محقق امام جلال الدّین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ یہ اصل صحیح ہے جس پر امام اعظم رحمہ اللہ کے متعلق بشارت اور ان کے فضیلت تامہ میں اعتماد کیا جاتا ہے۔

اس حدیث کی نظیر وہ حدیث ہے جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمایا" قریب ہے کہ لوگ علم کی طلب میں اونٹ کو تھکا ماریں گے مگر کوئی شخص عالم مدینہ سے زیادہ جاننے والا نہیں پائیں گے۔"

وہ حدیث جو امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں ہے سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ "قریش کو برا نہ کو اس لیے کہ اس میں ایک عالم ہو گا کہ تمام روے زمین کو علم سے بھر دے گا" اور یہ حدیث حسن ہے جس کے متعدد طریقے ہیں اور بعضوں نے اس کو موضوع خیال کیا مگر علماء رحمھم اللہ تعالی نے اس قول کی تزئیف فرمائی اور ایسے خیال والے ایسی گھڑت کرنے والے کی تشنیع کی۔ علماء علیہم الرّحمۃ نے فرمایا کہ پہلی حدیث میں عالم مدینہ سے امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ اور دوسری حدیث میں امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ مراد ہیں۔امام جلال الدّین سیوطی کے بعض تلامذہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ مراد ہونا،جیسا ہمارے استاد نے خیال فرمایا، یہ ظاہر ہے۔اس میں اصلاً شک نہیں کیونکہ ان کے زمانہ میں اہل فارس سے کوئی شخص علم میں ان کے رتبے کو نہ پہنچا بلکہ ان کے شاگردوں کے مرتبہ تک بھی رسائی نہ ہوئی۔

اس میں سرورِ عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کا کھلا ہوا معجزہ ہے کہ آپ نے غیب کی خبر دی جو ہونے والا ہے بتادیا۔فارس سے وہ خاص شہر مراد نہیں بلکہ جنس عجم یعنی ملک فارس مراد ہے۔عنقریب یہ مضمون آتا ہے کہ امام صاحب کے دادا بر بناء قول اکثر

حضرات، اہل فارس سے تھے اور دیلمی کی روایت ہے کہ تمام عجم میں بہتر فارس ہے۔ امام جلال الدّین سیوطی نے فرمایا اس حدیث کی وجہ سے، جس کی صحت پر اتفاق ہے، خبر موضوع سے جو لوگوں نے امام اعظم رحمہ اللہ کے مناقب میں گھڑا ہے استغناء حاصل ہے۔ ان کے شاگرد مذکور نے کہا کہ ہمارے استاد نے اس تقریر میں اس بات کی سند کی طرف اشارہ فرمایا جو بعض علم حدیث سے ناواقف اصحاب مناقب نے بیان کیا اس لیے کہ اس کی سند میں جھوٹے اور خلاف کے گڑھنے والے لوگ ہیں۔ ان کی روایت یہ ہے کہ" میری امّت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام ابو حنیفۃ النعمان ہے وہ قیامت تک کے میری امّت کا چراغ ہے۔" دوسرے لفظوں سے یہ ہے کہ میری امّت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی وہ میری امّت کا چراغ ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ میرے بعد ایک شخص آئے گا جس کا نام نعمان بن ثابت اور کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔ خدا کا دین اور میری سنت اس کے ہاتھوں پر زندہ ہوگی۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ میری امّت کی ہر قرن میں سابقین ہوں گے۔ ابو حنیفہ اس امّت کے سابق ہیں۔

ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے تمام خراسان والوں پر ایک چاند نکلے گا جس کی کنیت ابو حنیفہ ہوگی۔

اس سے دوسری روایت میں ہے کہ راے حسن کی ہے اور بعد ہمارے راے حنیف ہوگا اس کی وجہ سے بقاء اسلام تک احکام جاری رہیں گے اور اس کی راے مثل میری راے اور میرے حکم کے ہے اس کے ساتھ ایک مرد قائم ہوگا جس کا نام نعمان بن ثابت کوفی اور کنیت ابوحنیفہ ہےاور وہ کوفہ کا رہنے والا ہوگا۔ علم وفقہ میں کو

شاں، احکام کو حق بجانب پھیرے گا۔ دین حنیفی اور اچھی رائے والا ہو گا۔

ایک اور روایت میں ابن سیرین سے ہے کہ جب امام اعظم نے اپنا خواب، جس کا تذکرہ آتا ہے، ان سے بیان کیا۔ ابن سیرین نے فرمایا کہ تم اپنی پیٹھ اور بائیں جانب کھو لو تو امام نے کھو لا۔ انھوں نے دونوں مونڈھے یا بائیں باز ومیں ایک تل دیکھا اور فرمایا کہ ہم نے سچ کہا کہ تم ابو حنیفہ ہو جس کے بارے میں سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ میری امّت میں ایک شخص ہو گا جس کا نام ابو حنیفہ ہے۔ اس کے دونوں مونڈ ھے کے در میان، اور ایک روایت میں ہے اس کی بائیں جانب، تل ہوگی خدا کا دین اور میری سنت اس کے ہاتھ پر زندہ ہوگی۔ یہ سب حدیثیں موضوع ہیں جس کو ادنی علم بھی حدیث کے پر کھنے کا ہے اس کے نزدیک ان سب کی کچھ وقعت نہیں۔ اس لیے امام ابن جوزی نے ان سب کو موضوعات میں بیان کیا۔ علاّمہ ذہبی اور ہمارے استاد امام جلال الدّین نے اپنے مختصر اور حافظ ابو الفضل شیخ الاسلام ابن حجر نے **لسان المیزان** میں اس کو مقرر رکھا۔ علاّمہ قاسم حنفی نے (جن پر اس زمانہ میں مذہب حنفی کی ریاست ختم تھی) اس کا اتباع کیا-اس وجہ سے امام کے مناقب میں محدثین نے کتابیں لکھیں۔ مثلا امام اجل ابو جعفر طحاوی اور صاحب **طبقات الحنفیہ** محیی الدّین قرشی اور ان کے علاوہ اور حنفی ثقہ ثبت نقاد صاحب علم وافر کسی نے ان احادیث کو نہیں بیان کیا۔ ختم ہو اخلاصہ کلام امام جلال الدّین سیوطی کے شاگرد کا۔

اور جو شخص امام صاحب کے آئندہ حالات، کرامات، اخلاق، ان کے طریقے پر، جو اس کتاب میں مذکور ہوں گے، مطلع ہو گا، جان لے گا کہ امام اعظم کی شان اس سے وراء ہے کہ ان کے فضل وبزرگی کے لیے کسی موضوع حدیث یا لفظ موضوع سے سندلائی جائے، خصوصا اس حدیث کے رہتے ہوئے جسے بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت

کی جس سے امام اعظم مراد ہیں۔ مثل اپنے نظیر علماے عجم کے، یا مثل ان سے اعلیٰ وافضل حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ کے۔ امام اعظم کی علو شان پر اس حدیث سے بھی استدلال ہوسکتا ہے جوار شاد ہوا کہ سنہ ۱۵۰ھ میں دنیا کی زینت اٹھ جائے گی۔ اسی وجہ سے امام شمس الائمہ کردری نے فرمایا کہ اس حدیث سے مراد امام اعظم ہیں کہ ان کا وصال اسی سن میں ہے۔

٭٭٭

## پہلی فصل

### بیان میں ان امور کے جو اس کتاب کی تالیف کے باعث ہوئے

**امراوّل:** وہ حدیث ہے جوبسند حسن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنھا سے مروی ہے بلکہ امام مسلم نے مقدمہ صحیح اور ابن خذیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی۔ حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنھا فرماتی ہیں کہ سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے ہم کو حکم فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کوان کے رتبہ کے موافق مقام دیں۔ خرابطی کی روایت میں یہ ہے کہ لوگوں کو خیر وشرمیں ان کے رتبہ کے موافق اتار و۔ دوسری روایت میں ہے کہ لوگوں کو ان کے جگہ میں اتار واور لوگوں کو اپنی عقل سے پہچانو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے جس نے لوگوں کو ان کے رتبہ کے موافق اتارا اس نے اپنے سے مشقت دور کردی۔

**امر دوم:** تاریخ خطیب اور **منتظم** ابن جوزی میں باتیں ایسی ہیں جو بالکل منافی کمال شان امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ اس کے علاوہ خطیب نے امام صاحب کے فضائل میں اس کے بعد باسانید مشہورہ وہ باتیں ذکر کیں جن کے ذکر سے عقل حیران ہے۔ بلکہ ان کے بعد آنے والے سب امام اس ترجمہ میں اسی سے استمداد کرتے ہیں۔

یونہی منخول میں، جو امام حجۃ الاسلام غزالی کی طرف ''منسوب'' ہے، اسی قسم کی چند باتیں مذکور ہیں۔میں نے امام غزالی کی طرف منسوب اس لیے کہاکہ اس کتاب میں جو کچھ مذکور ہے ان سب کی نسبت امام کی طرف صحیح نہیں۔ہو سکتا ہے کہ یہ بیہودہ الفاظ بھی کسی نے گڑھے ہیں اور اس پر دلیل یہ تھی کہ خود امام حجۃ الاسلام نے **احیاء العلوم** میں،جو ان سے متواتر ہے، اس قسم کے مناقب لکھے ہیں جو ان کے کمال شان کے لائق ہیں۔ اس کا جواب بعض حنفیہ نے یہ دیا ہے کہ اولا نہیں مانتے کہ یہ امام حجۃ الاسلام نے لکھا ہے۔اور اگر بالفرض والتقدیر مان بھی لیں تو وہ اپنے ابتدائی زمانہ میں لکھا ہے جب متعصبین فقہا کے طرز پر تھے۔ مگر جب اس سے ترقی کی اور ان کے اخلاق پاک ہوئے اور اپنے رتبہ کمال کو پہنچے تو اس قول شنیع سے رجوع کیا اور حق بات [کو]کتاب **احیاء العلوم** میں لکھا۔تو اے مخاطب تُو اس سے پرہیزکر کہ اس کے گرد بھی گھومے۔اور اس سے بچ جس طرح سم قاتل سے بچتے ہیں۔کیونکہ سخت بیماری ہے۔یہی وہ بات ہے جس نے فقہاء کو منافست اور ایک دوسرے پر فخر ومباہات کی طرف پلٹایا، جیسا کہ اس کی گمراہی کی تفصیل اور اس کی برائی عنقریب آتی ہے۔

یہ کلام بسا اوقات سناجاتا ہے اس کے کہنے والے سے، تو کہاجاتاہے کہ لوگ اس چیز کے دشمن ہیں جس کونہ جانیں اور نہ گمان کراس کا اس لیے کہ واقف کار پر پہنچا ہے تو اور نصیحت قبول کر اس شخص سے جس نے اپنی عمر کو ایک زمانہ تک اس میں ضائع کیا اور اگلوں پر تصنیف و تحقیق وجدل وبیان میں زیادتی کی۔پھر اللہ تعالی نے اسے حق راہ ہدایت کی اور اس کے عیب پر مطلع کیا تو اس کو چھوڑکر اپنے نفس کی اصلاح میں مشغول ہوا۔ختم ہوئی عبارت بعض محققین کی۔

یوں ہی وہ امر ہے جس کا بیان اوپر ہوا۔کلام بعض مستعصبین کا جس کا نام

غزالی ہے۔ جس سے گمان ہوتا ہے کہ وہ حجۃ الاسلام غزالی ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ ایک دوسرا شخص مجہول الحال ہے جس کی مستقل تالیف امام اعظم کی توہین و تنقیص شان میں ہے۔ حالانکہ جو جو باتیں اس میں امام کی طرف منسوب ہیں وہ اس سے بالکل بری ومنزہ ہیں۔ علاوہ بریں یہ بھی بعید نہیں کہ بعض زندیق بد نصیب نے اس کو گڑھ کر امام حجۃ الاسلام غزالی کی طرف منسوب کر دیا ہوتا کہ اس امام کبیر ومرد شہیر کی وجہ سے اس کے افتراءات لوگوں میں رواج پا جائیں تو وہ اس سبب سے ان لوگوں میں ہوگیا جنھیں اللہ تعالی نے گمراہ کیا اور اندھا بنایا تو ایسی صورت میں جن لوگوں کو ان کتابوں کے مضامین کھوٹے کرد کھانے اور ان کے مصنفوں کو بیوقوف بناتے پر قدرت ہو۔ ان سب لوگوں پر واجب ہے کہ جو کچھ ان کتابوں میں ہے ان سب کو سست اور بے وقعت بنائے اور ان سب کو باطل کرے اور اس کے بنانے والے اور گڑھنے والے کی تکذیب کرے ساتھ اس چیز کے کہ اتفاق کیا علماء معتبرین اور آئمہ مجتہدین نے امام اعظم کی تعظیم و تکریم پر بموجب ان حدیثوں کے جو گذریں اور آیندہ آئیں گی۔

امر سوم: متعصبین کی غلطی ظاہر کرنے ان کے اس قول میں کہ ہم نے امام اعظم وغیرہ کے مناقب میں صرف اسی وجہ سے کلام کیا کہ اس کا جاننا ہم پر متعین ہے۔ اس لیے کہ لوگوں کی حالتیں متباین ہیں اور ان کے اوصاف جن پر روایت اور تنقید کامدار ہے۔ مختلف اور ان لوگوں کا کلام اس بارے میں مثل اقوال خوارج کے ہے جس سے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالی وجھہ الکریم پر حجت پکڑا تھا کہ وہ بات حق تھی مگر مقصود ان کا باطل تھا کیونکہ انھوں نے اس بارے میں صرف ان باتوں پر اعتماد کیا جو امام کے معاصرین نے حسدا کہی تھیں۔ کیا لوگ حسد کرتے ہیں اس چیز پر جو ان کو اللہ تعالی نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے؟ اسی طرح بعض بعد

والے حضرات نے امام کی طرف ایسے کلامات منسوب کیے جو کسی صاحب کمال بلکہ کسی دیندار سے نہیں صادر ہو سکتے ہیں جس سے مقصود ان کا صرف امام صاحب کی توہین اور ان کے ذکر کی پستی تھی اور انکار کرتا ہے اللہ مگر یہ کہ اپنی روشنی پوری کرے اگر چہ مشرک اسے ناپسند جانیں۔ان کے زجر اور عذاب کے لیے وہ حدیث کافی ہے جو حضرت سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بسند جید مروی ہے" جو شخص کسی کے بارے میں ایسی بات شائع کرے جس سے دنیا میں اس کی برائی ہو حالانکہ وہ شخص اس کلمہ سے بری ہو تو اللہ تعالیٰ کو ضرور ہے کہ اس کو جہنم میں اتنے دنوں تک رو کے جتنے دنوں اس کے قول کا نفاذ ہوا "اور دوسری روایت صحیح میں ہے" جو کسی مومن کے بارے میں وہ بات کہے جو اس میں نہیں اللہ تعالیٰ جہنمیوں کے پرنالے میں اس کو جگہ دے گا یہاں تک کہ اس سے نکل جائے جو کہا تھا اور وہ کبھی نکلنے والا نہیں۔"

**امر چہارم:** ظاہر کرنا اس بات کا کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مثل ان تمام آیمہ کرام کے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (**أَلاَ إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللهِ لاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَ هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ لَهُم الْبشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ *** يونس: ٦٢ — ٦٤) صادق آتا ہے اور اس صدق کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک ان آیمہ مجتہدین اور علماء عالمین سے ایسے کمالات باہرہ اور کرامات ظاہرہ بروایت صحیح ثابت ہوئے ہیں جس کا انکار نہیں کر سکتا مگر سخت جاہل معاند۔تو حقیقۃً وہی اولیاء اللہ جامع شریعت وحقیقت ہیں۔جب یہ بات معلوم ہوچکی تو جو شخص ان میں سے کسی ایک کی تنقیص کرتا ہے وہ ان لوگوں سے ہے جن پر کلمہ طردو غضب ثابت ہوچکا ہے۔اور کیوں نہ ہو اس نے اپنے آپ کو ایسے امر میں ڈالا ہے جس کی اسے طاقت نہیں یعنی خدا ورسول جل شانہ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے لڑائی کرنا اور جو خدا سے لڑائی

کرے گا وہ ضرور ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو گا۔ نعوذ باللہ منہ اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جسے آیمہ محدثین امام بخاری وغیرہ نے متعدد طریقوں سے، جن کی تعداد پندرہ سے بھی زائد ہے، ایک جماعت کثیرہ صحابہ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ حضرت سرور عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا جس نے دشمنی رکھی یا ذلیل کیا یا اذیت پہنچائی یا توہین کی میرے کسی ولی کی، اور دوسری روایت میں ہے مسلمانوں کے ولی کی، ہم نے اس کو لڑائی کا اعلان دے دیا۔ دوسری روایت میں ہے اس نے مجھ سے لڑائی حلال کر لی۔ ایک روایت میں ہے وہ مجھ سے جنگ کرنے کو نکلا؛ جب یہ تجھے معلوم ہوا تو تو نے یہ بھی جان لیا کہ اس میں کس قدر وعید شدید اور زجر موکد اور سخت منع ہے جو ادنی عقل والے کو بھی اس امر سے روکے گا کہ وہ کبھی خوض کرے ان امور میں جس میں آیمہ اعلام مصابیح الظلام کی توہین شان کی ہو اور بہت ہی دور رہے اس سے کہ کسی طرح سے ان کو ایذا پہنچے۔ کیونکہ جن امور سے زندہ ایذا پاتے ہیں اموات بھی گزند رسیدہ ہوتے ہیں۔ کس طرح کسی شخص کو اس پر اقدام کی جرات ہوگی حالانکہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مجھے اپنے اولیاء کے لیے ایسا غضب ہوتا ہے جس طرح تمہیں اپنے بچے کے لیے غصّہ ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں ہے، جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے وہب بن منبہ سے روایت کی، رب العزۃ جلّ وعلا نے حضرت موسی علیہ السّلام سے بوقت کلام فرمایا ”جان لو کہ جس نے میرے کسی ولی کی توہین کی اس نے مجھ سے جنگ کا اعلان کر دیا اور میرا مقابلہ کیا اور اپنے نفس کو ہلاکت کے لیے پیش کیا اور مجھ کو اس کی طرف بلایا اور میں سب سے زیادہ جلدی کرتا ہوں اپنے اولیاء کی مدد میں کیا مجھ سے لڑنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ سے بدلہ لے گا یا مجھ سے اعلان جنگ کرنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ مجھے

عاجز کرے گا یا مجھ سے آگے بڑھے گا اور مجھ سے نکل بھاگے گا۔ میں دنیا وآخرت میں بدلہ لینے والا ہوں۔" اس کی رد کو اپنے غیر کے حوالہ نہ کروں گا۔ تو سوچ، پھر سوچ اور پرہیز کر اس بات سے کہ عمیق گڑھے ہلاکت میں تو گھسے، کیونکہ خدا کو اس کی پروا نہیں کہ تو کس میدان میں ہلاک ہو گا۔ اسی لیے حافظ ابو القاسم بن عساکر نے اپنی کتاب **تبیین کذب المفتری فیما نسب الامام ابی الحسن الاشعری** میں فرمایا کہ علماء کے گوشت زہر آلود ہیں اور جو اُن کی توہین و تنقیص کرے گا اس کی رسوائی معلوم ہے۔ نیز فرمایا کہ علماء کے گوشت زہر ہیں جو ان کو سونگھے گا بیمار پڑے گا، جو کھائے گا مرے گا۔ نیز کہا اور علماء نے ان کے فضائل کو جمع فرمایا اور ان کے طریقے اور ان کے اخبار کی نگہداشت کی، جو شخص صحابہ کرام اور تابعین فخام رضی اللہ تعالی عنھما اجمعین کے فضائل کے بعد فضائلِ امام ابو حنیفہ ومالک و شافعی کو پڑھے اور اس کا اہتمام رکھے اور ان کے اچھے طریقے، ستھری خصلتوں پر واقف ہو، تو اس کے لیے یہ ستھرا کام ہے۔ اللہ تعالی ہم کو ان سب لوگوں کی محبت سے نفع بخشے اور جو شخص ان کے متعلق یاد نہ رکھے سوائے ان امور کے جن کو ان کے حاسدوں نے حسد اور بیہودہ بکو اس اور غصّہ کے طور پر کہا وہ شخص محروم التوفیق ہے اور عیب کرنے والا اور کج راہ ہے۔ اللہ تعالی ہم کو ان لوگوں سے بنائے جو بات سنتے ہیں پھر اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔ آمین

**امر پنجم:** آئمہ حفاظ نے ان کی سوانح لکھی اور ہر زمانہ میں ان کے محامد میں طول طویل تقریر کی تو میں نے چاہا کہ میں بھی اسی سلک میں منسلک ہو جاؤں تا کہ اس پاک نفس امام کی برکت مجھ پر بھی ہو جس طرح ان حضرات پر ہوئی۔ ابن جوزی نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ "ان کے تذکرے کے وقت رحمت الہی نازل ہوتی ہے" اور میں نے یہ چاہا کہ جو کچھ ان حضرات نے ذکر کیا

ہےاسے موخر عبارت میں بحذف اسانید مختصر کروں اور چونکہ ان لوگوں نے اپنی کتابوں میں بسط وتفصیل سے بیان کیا ہے اسی پر اعتماد کروں۔اس وجہ سے کہ لوگ مختصر کو پسند کرتے اور مطوّل سے گھبراتے ہیں۔چونکہ ان کی ہمتیں قاصر ہوگئیں اور اغراض فاسدہ منافی مشقت تحصیل علم کثرت سے ہوگئے۔

## دوسری فصل آپ کے نسب کے بیان میں

لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے۔اکثر نے کہا،اور محققین نے اسی کی تصحیح کی ہے،کہ آپ عجمی ہیں۔اس پر دلیل وہ حدیث ہے جسے خطیب نے عمرو بن حماد آپ کے صاحبزادہ سے روایت کیا کہ امام صاحب ثابت بن زوطی[۱] بن ماہ کے صاحبزادے ہیں،جو اہلِ کابل[۲] سے تھے۔بنی تیم اللہ بن تغلبہ کے مملوک تھے۔پس اسلام قبول کیا۔تب انھوں نے ان کو آزاد کردیا تو ثابت دین اسلام پر پیدا ہوئے۔بعضوں نے کہا کہ وہ اہلِ انبار سے ہیں۔وہاں سے نسا آئے۔وہیں امام ابو حنیفہ پیدا ہوئے۔جب جو ان ہوئے پھر وہیں واپس گئے۔بعضوں نے کہا کہ اہلِ ترمذ[۳] سے ہیں۔ہو سکتا ہے کہ آپ چاروں شہروں میں آئے ہوں تو ہر ایک کو جو یادرہا اس نے وہی بیان کیا۔

دوسری روایت میں اسماعیل بن حماد عمر مذکور کے بھائی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا ثابت بن نعمان بن مرزبان[۴] ابناء فارس سے ہیں۔ہمیشہ سے آزاد تھے۔کبھی کسی کے غلام نہ ہوئے۔ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔مولاے کائنات نے ان کے اور ان کی ذُریت کے لیے برکت

---

(۱) زوطی بضم زابروزن موسی وفتح زابروزن سلمی

(۲) بضم باہندوستان کے کنارہ تعلیم میں ایک شہر ہے۔

(۳) ترمذ ثلیث تاءوضم میم وبالکسر وذال معجمہ،جیحون کے کنارے ایک شہر ہے۔

(۴) مرزبان بفتح میم وسکون راوضمہ زا،معرب رئیس۔

کی دعا کی اور مجھے خدا سے امید ہے کہ ہم لوگوں کے بارے میں ان کی دعا قبول ہوئی۔ نعمان نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم کو نوروز کے دن فالودہ ہدیہ بھیجا تو آپ نے فرمایا کہ ہر روز ہمارے لیے نوروز ہے۔ بعض نے کہا کہ یہ واقعہ مہرجان کا ہے تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ ہر روز ہمارا مہرجان یہی ہے۔ عمر واسماعیل دونوں بھائیوں کا ثابت کے والد میں اختلاف ہے کہ نعمان ہیں یا زوطی اور دادا ان کے مرزبان ہیں یا ماہ ؟ہوسکتا ہے کہ دو دونام تھے یا ایک ایک نام اور دوسرا لقب تھا؟یا زوطی کے معنی نعمان اور مرزبان کے معنے ماہ کے تھے۔ رقیق وحسرہونے میں اختلاف کا جواب یہ ہے کہ جس نے ثابت کیا اس نے دادا کے متعلق کہا اور جس نے نفی کی اس نے ثابت سے نفی کی۔ لیکن اسماعیل کے لڑکے نے کہا کہ ثابت غلام تھے اور کابل سے قید ہوکر آئے تھے تو بنی تیم اللہ کی ایک عورت نے ان کو خرید کر آزاد کردیا اور بعضوں نے کہا کہ ثابت بن طاؤس بن ہرمز بھی ساسان کے بادشاہ تھے۔ بعضوں نے کہا کہ وہ عربی تھے۔ زوطی یحیی بن زید بن اسد کے قبیلہ سے تھے اور ایک نسخہ میں ابن راشد الانصاری ہے، مگر یہ صحیح نہیں۔ ایک جماعت اصحاب مناقب نے اسی کو ترجیح دی جو آپ کے پوتوں نے بیان کیا اس لیے کہ ان کو اپنے دادا کا نسب زیادہ معلوم ہوگا۔

## تیسری فصل آپ کی سنہ ولادت میں

اکثر کا خیال یہ ہے کہ آپ سنہ ۸۰ ھ میں کوفہ میں بزمانۂ خلافت عبد الملک بن مروان پیدا ہوئے اور بعضوں کا یہ خیال کہ آپ سنہ ۶۱ ھ میں پیدا ہوئے بالکل غلط ومردود ہے۔

## چوتھی فصل آپ کے نام نامی کے بیان میں

اس پر سبھوں کا اتفاق ہے کہ آپ کا نام نامی واسم گرامی ''نعمان'' ہے اور اس میں

ایک نفیس راز ہے اس لیے کہ نعمان اصل میں وہ خون ہے جس کی وجہ سے بدن کا قوام ہے اور اسی وجہ سے بعضوں نے کہا کہ وہ روح ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی کی وجہ سے فقہ کا قوام ہے اور آپ ہی بیان دلائل اور مشکلات فقہ کا منشاء ہیں۔

یا نعمان ایک سرخ گھاس خوشبو دار ہے۔گل لالہ یا رنگ ارغوان ہے۔امام ابو حنیفہ کی خصلتیں اچھی ہوئیں اور آپ غایت کمال کو پہنچے۔

یا نعمان بروزن فعلان نعمت سے مشتق ہے تو امام ابو حنیفہ اللہ کے نعمت مخلوق الہی پر ہیں۔ نکرہ کرتے یا ندا یا مضاف کرتے وقت" اَل" کو حذف کردیتے ہیں اور اس کے سوا بھی حذف کرتے ہیں مگر وہ شاذ ہے۔ابن مالک نے کہا کہ اس کا حذف وا بقاء دونوں برابر ہیں، مگر اور لوگوں نے اس پر اعتراض کیا ہے۔

اس پر بھی لوگوں کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت "ابو حنیفہ" ہے مؤنث حنیف کا ہے جس کے معنی ناسک عابد مسلم ہیں کیونکہ حنیف کے معنے مائل ہونا اور مسلم دین حق کی طرف مائل ہے۔بعضوں نے کہا کہ آپ کی کنیت ابو حنیفہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے پاس دوات رہتی تھی جس کو عراق کی زبان میں" حنیفہ "کہتے ہیں۔بعضوں نے کہا کہ آپ کی صاحبزادی کا نام حنیفہ تھا اور یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ آپ کی اولاد ذکور یا اناث سوائے حماد کے کوئی ثابت نہیں۔خطیب وغیرہ نے امام صاحب سے منقطعاً روایت کی ہے کہ میرے بعد میری کنیت کوئی نہ رکھے گا مگر مجنون۔لوگوں نے کہا ہم نے چند آدمیوں کو دیکھا کہ جنہوں نے آپ کی کنیت رکھی ان کی عقلیں کمزور تھیں مگر اس کا ردّ کیا گیا ہے کہ قریب تیس آدمیوں نے اپنی کنیت ابو حنیفہ رکھی اور وہ سب کے سب امام وعلماء تھے،جیسے ایقانی دینوری،ہاں آپ کے پہلے یہ کنیت کسی کی نہ تھی سوائے دو مجہول تابعی کے۔

## پانچویں فصل
## آپ کی صورت کے بیان میں

امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ آپ متوسط قامت،بہت خو بصورت، فصیح زبان، اکمل الایراد، شیریں بیان، اپنے مطلب پر ابیّن الحجۃ تھے۔ان کے صاحبزادے حماد نے فرمایا کہ وہ طویل القامت، گندمی رنگ، حسین، خو برو، با ہیبت تھے۔بے وجہ نہ کلام فرماتے۔جب کوئی پوچھتا اس کا جواب دیتے۔بے کار باتوں میں نہ پڑ تے۔ متوسط القامۃ وطویل القامۃ کہنے ہیں کوئی تعارض نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ معتدل القامۃ اقرب الطول القامۃ ہوں جیسا کہ **شمائل ترمذی** میں اس کو لکھا ہے" ابن مبارک نے کہا خوبصورت جامہ زیب تھے،کپڑے نفیس پہنتے تھے۔"

## چھٹی فصل ان صحابہ کرام کے بیان میں جن کو امام صاحب نے پایا

علامہ ذہبی نے فرمایا،اور یہ صحیح ہے، کہ آپ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کو بچپنے میں دیکھا۔ایک روایت میں ہے کہ میں نے ان کو چند مرتبہ دیکھا۔سرخ رنگ کا خضاب کرتے تھے۔

اکثر حضرات محدثین کے نزدیک جو شخص صحابی سے ملاقات کرے،اگر چہ ساتھ نہ رہا ہو تابعی ہے۔اسی کو علاّمہ نووی نے صحیح کہا مثل ابن صلاح کے۔

متعدد طریقوں سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے تین حدیثیں روایت کیں۔مگر آئمہ حدیث نے فرمایا کہ ان کامدار ایسے لوگوں پر ہے جو موضوع حدیث بنانے کے ساتھ متہم ہیں۔

شیخ الاسلام ابن حجر کے فتاوی میں ہے کہ امام ابو حنیفہ نے صحابہ کی ایک جماعت رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو پایا جو کوفہ میں آپ کی سنہ ولادت سنہ ۸۰ ھ

کے بعد تھے تو وہ تابعین میں سے ہیں؛ اور یہ فضل کسی دوسرے شہر کے امام کے لیے ثابت نہیں جو آپ کے ہمعصر تھے، جیسے امام اوزاعی شام میں اور دو نوں حماد بصرہ میں، امام ثوری کوفہ میں،امام مالک مدینہ شریف میں، لیث بن سعد مصر میں۔ ختم ہوئی عبارت فتاوی ابن حجر کی۔

تو یہ بات ثابت ہوئی کہ امام صاحب ان معزز تابعین میں سے ہیں جن کو اللہ تعالی کا یہ ارشاد (وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَار خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيم * التوبة: ١٠٠) شامل ہے۔

جن لوگوں نے مناقب میں کتابیں لکھیں ان میں سے ایک جماعت نے بیان کیا کہ امام صاحب نے سوائے حضرت انس رضی اللہ عنہ،صحابہ کرام کی ایک جماعت رضی اللہ تعالی عنہم سے حدیث سنی ازانجملہ عمرو بن حریث ہیں رضی اللہ تعالی عنہ،مگراس پر یہ اعتراض ہوا ہے کہ ان کا انتقال موافق قول صحیح سنہ ۸۵ ھ میں ہے اور سنہ ۹۸ ھ میں انتقال کی روایت صحیح وثابت نہیں۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ موافق مذہب صحیح لڑکا جب سِن تمیز کو پہنچ جائے اس کا سماع صحیح ہے، اگر چہ پانچ ہی برس کا ہو۔ ازانجملہ حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی ہیں رضی اللہ تعالی عنہ، مگر اس پر یہ اعتراض ہوا ہے کہ ان کا انتقال سنہ ۵۴ ھ میں ہوا ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ پانچ صحابی کا نام ہے تو امام صاحب نے جس سے روایت کی عبد اللہ بن انیس جہنی مشہور کے سواد وسرے شخص ہیں رضی اللہ عنہما۔ مگر اس کا ردّ اس طرح پر کیا گیا ہے کہ سوا مشہور عبد اللہ بن انیس جہنی کے کوئی دوسرے صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کوفہ نہیں تشریف لے گئے ۔ بعضوں نے بسند،امام صاحب سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں سنہ ۸۰ ھ میں پیدا ہوا اور عبد اللہ بن انیس

صحابی رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم ورضی اللہ تعالی عنہ سنہ ۹۴ ھ میں کوفہ آئے۔ میں نے ان کی زیارت کی اور ان سے یہ حدیث سنی کہ سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا محبت آدمی کو اندھا اور بہرا کردیتی ہے۔ مگر اس پر ایک یہ اعتراض ہے کہ یہ سند مجہول ہے اور دوسرا یہ ہے کہ جو صحابی کوفہ گئے تھے وہ عبد اللہ بن انیس جہنی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور یہ بات بیان ہوچکی کہ انھوں نے ولادت امام اعظم رحمہ اللہ کے بہت زمانہ پہلے وصال فرمایا۔

آنجملہ، عبد اللہ بن حارث بن جزء الزبیدی[1] رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ انھوں نے سنہ ۸۶ ھ میں مصر میں موضع سقط ابی تراب، جو ایک بستی ہے پچھم جانب سمنووا اور محلّہ کے قریب، انتقال کیا اور وہ وہیں مقیم تھے۔ وہ حدیث جو امام صاحب سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے والد کے ساتھ سنہ ۹۶ ھ میں حج کیا اور عبد اللہ بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ کو مسجد حرام میں درس دیتے دیکھا اور ان سے حدیث سنی۔ اس کو ایک جماعت نے غلط کردیا ہے کہ بعض ان سے شیخ قاسم حنفی راوی ہمارے استاذ الاساتذہ ہیں اس سبب سے کہ اس کی سند میں قلب وتحریف واقع ہوئی اور اس کے راوی اتفاقاً کذاب ہیں۔ ابن حرز نے مصر میں انتقال کیا اس وقت امام صاحب کی عمر چھ سال کی تھی اور عبد اللہ بن جزء اس مدّت کے اندر کوفے نہیں گئے۔

ازانجملہ، حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ ان کا انتقال سنہ ۷۹ ھ میں امام صاحب کی ولادت سے ایک سال قبل ہوا۔ اسی لیے آئمہ نے اس حدیث کی نسبت جو امام صاحب نے جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ ایک شخص کے لڑکا نہیں ہوتا تھا سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے

---

(1) جزء بفتح میم وسکون وزبیدی تصغیر آبضم راء

اس کو کثرت سے استغفار اور صدقہ کا حکم فرمایا جس سے اللہ تعالی نے نو لڑ کے دیئے۔ فرمایا کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

ازانجملہ، حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی ہیں رضی اللہ تعالی عنہ مگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ سنہ ۸۵ ھ یا سنہ ۸۷ ھ میں انتقال فرماگئے۔ لیکن اس بھی وہی جواب دیا گیا جو عمرو بن حریث رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں گذرا۔ اس لیے امام صاحب کی وہ حدیث متواتر جو آپ نے عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی (مَنْ بَنیَ لِلّٰہِ مَسْجِدًا وَلَوْ کَمِفْحَصِ قَطَاۃٍ بَنیَ اللّٰہُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ)[۱] بعضوں نے کہا شاید امام صاحب نے اس حدیث کو پانچ یا سات سال کی عمر میں سنا ہو۔

ازانجملہ، واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ امام صاحب نے ان سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔ (لاَ تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ بِأَخِيكَ فَيُعَافِيَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ)[۲] اور (دَعْ مَا يَرِيبكَ إِلَى مَا لاَ يَرِيبكَ)[۳] پہلی حدیث کو ترمذی نے دوسرے طریقہ سے روایت کیا اور حَسَن کہا اور دوسری حدیث بروایت جماعت صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم بیان کیا اور اس کو آئمہ نے صحیح کہا۔ مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ ان کا انتقال بزمانہء امارت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ ہوا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے سنہ ٦٠ ھ میں وصال فرمایا۔

---

([۱]) ابن حبان (المتوفى: ٣٥٤ هـ.) الصحيح، بَابُ الْمَسَاجِدِ، ذِكْرُ الْخَبَرِ الدَّالِّ عَلَى أَنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَلاَ يُدْخِلُ الْمَرْءَ الْجَنَّةَ بِبُنْيَانِهِ مَوْضِعَ السُّجُودِ فِي طُرُقِ السَّابِلَةِ بِحَصًى يَجْمَعُهَا أَوْ حِجَارَةٍ يُنَضِّدُهَا وَإِنْ لَمْ يَكُنْ بَنَى الْمَسْجِدَ بِتَمَامِهِ، رقم: ١٦١٠

([۲]) الخرائطي (المتوفى: ٣٢٧ هـ.)، اعتلال القلوب، بَابُ ذِكْرِ الْهَوَى وَالْحِيلَةِ فِي دَفْعِهِ عَنِ الْخِيَانَةِ، رقم: ٨١٣؛ اخرجه الترمذي في السنن (أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ، رقم: ٢٥٠٦) باللفظ (**لاَ تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ لأَخِيكَ فَيَرْحَمَهُ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيكَ**)

([۳]) النسائي (المتوفى: ٣٠٣ هـ.)، السنن، كِتَابُ الْأَشْرِبَةِ، الْحَثُّ عَلَى تَرْكِ الشُّبُهَاتِ، رقم: ٥٧١١

ازانجملہ، حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ان کی وفات سنہ ۱۰۲ ھ میں مکّہ میں ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم میں سے سب سے پیچھے انھوں نے وصال کیا۔

ازانجملہ، عائشہ بنت عجر رضی اللہ تعالی عنھا ہیں۔مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ علاّمہ وہبی و شیخ الاسلام ابن حجر کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ صحابیہ نہیں اور مجہول ہیں اور اسی وجہ سے امام صاحب نے جو حدیث صحیح ان سے روایت کی مردود خیال کی گئی۔اکثر جند اللہ تعالی فی الارض الجراد و لا اکلہ و لا احرمہ۔

ازانجملہ، حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ان کی وفات سنہ ۸۸ ھ میں ہوئی اور بعضوں نے کہا اس کے بعد۔

ازانجملہ، حضرت سائب بن حلاد بن سوید ہیں۔ان کی وفات سنہ ۹۱ ھ میں ہوئی۔

ازانجملہ، حضرت سائب بن یزید بن سعید رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ان کی وفات سنہ ۹۱ ھ یا سنہ ۹۴ ھ میں ہوئی۔

ازانجملہ، عبد اللہ بن بسرہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ان کی وفات سنہ ۹۶ ھ میں ہوئی۔

ازانجملہ محمود بن الربیع رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔ان کی وفات سنہ ۹۹ ھ میں ہوئی۔

ازانجملہ،حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالی عنہ ہیں۔مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ وہ سنہ ۸۰ ھ میں حمص میں انتقال فرمائے۔

ازانجملہ،ابو امامہ رضی اللہ تعالی عنہ ہیں مگر اس پر اعتراض یہ ہے کہ وہ حمص میں سنہ ۸۱ ھ میں انتقال فرمائے۔

## تنبیہ

بعض متأخرین محدثین، جنھوں نے امام صاحب کے مناقب میں مبسوط کتاب

لکھی،یہ بیان کیا ہے کہ ایک مخلوق آئمہ حدیث نے اس پر تعین کر لیا ہے کہ امام صاحب نے کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ سے کوئی حدیث روایت نہ کی۔ ان کی دلیل چند امور ہیں۔اوّل آپ کے اکابر اصحاب مثل امام ابو یوسف وامام محمد ابن مبارک وعبد الرزاق رحمہم اللہ تعالی وغیرہم نے کوئی حدیث آپ سے روایت نہ کی۔تو اگر ایسا ہوتا، ضرورر روایت کرتے،کیونکہ یہ ایسا وصف ہے جس پر محدثین جتنا فخر کریں زیبا ہے۔

جتنی سندوں میں یہ ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے سنا،ضرور اس میں کوئی کذاب ہے۔ہاں البتّہ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھنا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم کی ایک جماعت کو باعتبار سن کے پانا یہ دونوں باتیں بے شک صحیح ہیں۔

علامہ عینی علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ آپ کا سماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے ثابت ہے۔اس کو شیخ حافظ قاسم حنفی علیہ الرحمۃ نے ردّ کردیا ہے۔

جن صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ نے فرمایا، ان سے نہ سننے کا سبب ظاہر یہ ہے کہ پہلے آپ کسب میں مشغول تھے۔وہ تو علامہ شعبی نے جب ان کی ذکاوت دیکھی تحصیل علم کی طرف متوجہ کیا۔ جس شخص کو ادنی تعلق بھی علم سے ہے، جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے اس کے خلاف نہ کرے گا۔ختم ہوا کلام اس محدّث کا۔

اور محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ اتصال کا راوی مقدم ہے ارسال وانقطاع کے راوی پر، کیونکہ اس کو زیادہ علم ہے۔علامہ عینی کے قول کی تائید کرتا ہے۔اس کو محفوظ رکھ یہ ایک ضروری امر ہے۔

## ساتویں فصل آپ کے اساتذہ کے بیان میں

امام صاحب کے اساتذہ بہت ہیں جن کے لیے یہ مختصر کسی طرح گنجائش نہیں رکھتا۔امام ابو حفص کبر نے چار ہزار(۴۰۰۰) اساتذہ ذکر کیے اور دوسروں نے کہا

صرف تابعین رضی اللہ تعالی عنہم میں آپ کے استاد چار ہزار ہیں۔ تو غیر تابعین کو کون خیال کر سکتا ہے کہ کتنے ہوں گے۔ ازانجملہ موافق بیان لیث بن سعد وامام دار قطنی وجماعت دیگر کہ ان میں سے ابو محمد عینی بھی ہیں رحمہم اللہ تعالی مالک بن انس امام دارا لہجرۃ ہیں۔ بلکہ بعضوں نے کہا کہ اس نے مسند امام الحنیفہ میں امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث کی روایت دیکھی اور یہ دو نوں امام منجملہ ان کے شاگردوں کے میں اور بعضوں نے آپ کے اساتذہ کو ذکر کیا ہے جو ایک طویل فہرست ہے اسی لیے میں نے ان کو حذف کر دیا۔

## آٹھویں فصل علم حدیث اور فقہ میں آپ کے شاگردوں کے بیان میں

بعضوں نے کہا کہ وہ اس قدر ہیں کہ ان کا استیعاب دشوار ہے؛ ضبط ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے بعض آئمہ نے کہا کہ مشہور آئمہ اسلام میں کسی کے شاگرد اس قدر ظاہر نہ ہوئے جس قدر امام ابو حنیفہ کے۔ اور علماء وعام لوگوں کو کسی سے اس قدر فائدہ نہ پہنچا جتنا امام اور ان کے شاگردوں سے۔ احادیث مشتبہ کی تفسیر اور مسائل کی تفسیر اور مسائل مستنبط اور نوازل وقضایا واحکام کے بیان میں فائدہ پہنچا۔ اللہ تعالی ان لوگوں کو بہتر جز ادے۔ بعض متأخرین نے امام صاحب کے تذکرہ میں آٹھ سو شاگردوں کا ذکر کیا ہے اور ان کا نام ونسب بیان کیا ہے۔

## نویں فصل آپ کی پیدائش ونشوونما اور علم کی طرف توجہ کے بیان میں

یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ امام صاحب رحمہ اللہ تعالی کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہیں نشوونما پایا۔ اپنی جوانی کے وقت میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جو موجودہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم سے علم حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرے تو آپ بیع وشرا میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی نے امام شعبی کو اس

کے لیے آمادہ کیا تو انھوں نے امام صاحب کو تحصیل علم اور علماء کی ہمنشینی کی طرف جگایا تو آپ کے دل میں ان کی بات بیٹھ گئی۔ اس وجہ سے کہ آپ نے اس میں ہوشیاری اور شرافت سمجھی تو بازار چھوڑ، تجارت سے منہ موڑکر علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ پہلے علم کلام حاصل فرمایا اور اس میں ایسا کمال حاصل کیا کہ آپ کی طرف لوگ انگلیوں سے اشارہ کرتے تھے اور آپ ایک زمانہ تک اس میں مناظرہ کرتے اور اس فن پرسے اعتراضات دفع کرتے۔ یہاں تک کہ بصرہ آئے۔ اس لیے کہ اکثر فرقے، قریب انیتس (۲۹) فرقے، [کلامیوں] کے وہاں تھے۔ بعض مرتبہ آپ وہاں سال سال بھر بلکہ زیادہ اقامت فرماتے تھے اور ان فرقوں سے مناظرہ فرمایا کرتے تھے۔ کیونکہ اس زمانہ میں امام صاحب علم کلام کو بہ سبب اصل دین ہونے کے جملہ علوم سے ارفع واعلیٰ خیال فرماتے تھے۔ پھر آپ کو الہام ہوا کہ صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کا یہ طریقہ نہ تھا باوجودیکہ وہ اس پر زیادہ قادر تھے اور اس کو زیادہ جانتے تھے بلکہ انھوں نے اس سے سخت منع کیا اور انھوں نے سوائے شرعیات ومسائل فقہیہ کے تعلیم کے کسی کام پر وقت صرف نہ کیا۔ اس وجہ سے امام صاحب نے طریقۂ جدل کونا پسند کیا اور اس واقعہ نے اس کو اور مؤکد کردیا۔ آپ حلقۂ تلامذۂ امام حماد رحمہم اللہ تعالی کے قریب تشریف رکھا کرتے تھے کہ ایک عورت حاضر ہوئی اور ان سے ایک شخص کے متعلق یہ مسئلہ پوچھا کہ وہ اپنی بی بی کو طلاق سنی دینا چاہتا ہے کیا کرے؟ آپ نے تو اس کا کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا کہ حضرت حماد سے پوچھ اور جو کچھ وہ فرمائیں پھر مجھ سے کہنا۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس دن سے آپ نے علم کلام کو قطعاً چھوڑ دیا اور امام حماد کے حلقۂ درس میں بیٹھے تو جو کچھ حماد فرماتے ان سب کو یاد کر لیتے تھے۔ آپ کے ساتھی اس میں خطا کرتے تھے تو حضرت

حماد نے ان کو اپنے مقابل صدر حلبہ میں دس برس تک بٹھایا۔ اس کے بعد آپ کے دل میں آیا کہ ان سے جدا ہوں اور اپنا ایک حلقہ درس الگ مقرر کریں۔ چنانچہ جس شب اس کا ارادہ کیا اس کے صبح ایسا ہوا کہ آپ کے ایک قریبی رشتہ دار کی جس کا کوئی دوسرا وارث نہ تھا موت کی خبر آئی تو آپ کو دہاں اس کے مال کے لینے کے لیے جانا ضرور ہوا تو حضرت حماد سے اجازت لے کر دو مہینے تک غائب رہے۔ اس کے بعد واپس آئے۔ آپ سے کسی نے ساٹھ مسئلے دریافت کیے جو آپ نے استاد سے نہیں سنے تھے۔ آپ نے ان کے جوابات دیئے۔ اس کے بعد ان مسئلوں کو حضرت حماد کے سامنے پیش کیا۔ چالیس مسئلوں میں انھوں نے موافقت فرمائی اور بیس مسئلوں میں مخالفت کی تو آپ نے قسم کھالیا [لی] کہ تا دم مرگ ان سے جدا نہ ہوں گے۔

خطیب وغیرہ نے امام صاحب سے روایت کی کہ آپ نے جب علم کی طرف توجہ کا ارادہ فرمایا [تو] تمام علوم کے غایات پر غور فرمایا کہ علم کلام کی غایت تھوڑی ہے۔ کلامی جب اپنے فن میں کامل ہوتا ہے اور جب اس کی ضرورت پڑتی ہے تو تمام مسئلوں کو علانیہ نہیں ظاہر کر سکتا ہے اور ہر برائی کے ساتھ مطعون ہوتا ہے۔ علم ادب ونحو وقراءت کی غایت لڑکوں کے پاس بیٹھنا اور ان کو پڑھانا ہے۔ شعر کی غایت مدح یا مذمت اور کذب ودروغ ہے اور علم حدیث کے لیے ایک عمر طویل در کار ہے۔ اور اگر کہیں کوئی محدّث کذب یا سوء حفظ کے ساتھ متہم ہوگیا تو یہ اس میں قیامت تک کے لیے دھبہ ہوگیا۔ فرمایا پھر میں نے فقہ میں فکر کیا تو جیسے جیسے میں نے اس کو لوٹ پوٹ کیا اس کی حلاوت زیادہ ہوتی گئی اور اس میں میں نے کوئی عیب نہ پایا اور میرے نزدیک دین ودنیا کا کوئی کام بغیر اس کے ٹھیک نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لیے میں نے فقہ ہی کی طرف توجہ کی۔

## تنبیہ

خبردار! کبھی ایسا وہم نہ کرنا کہ امام صاحب کو سوائے فقہ کے دوسرے کسی فن میں مہارت تامہ نہ تھی۔ حاشا وکلا، وہ تمام علوم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علوم آلیہ، فنون ادبیہ، مقائس حکمیہ میں بحر ناپیدا کنار اور امام عدیم المثیل تھے۔ آپ کے بعض دشمنوں کا آپ کے بارے میں ایسا کہنا اس کا منشا حسد ہے اور اس کی حجت اپنے اقران پر ترفع اور زور وبہتان کے ساتھ متہم کرنا ہے۔ اللہ انکار کرتا ہے سوائے اس کے کہ اپنے نُور کو پورا کردے۔ اپنے معاندین کے خرافات کا بطلان اس امر سے بخوبی ظاہر ہے کہ بہت سے مسائل فقہیہ ایسے ہیں جن کا مبنی علم عربیت ہے جس پر اگر کوئی متامل واقف ہوگا تو ضرور حکم کرے گا کہ آپ کو علم عربیت میں ایسا کمال تھا جس سے عقل حیران ہے اور آپ کے اشعار ایسے فصیح وبلیغ ہیں جس سے آپ کے ہمعصر ششدر ہیں۔

اس بارے میں یہ بھی معلوم ہوگا علامہ زمخشری وغیرہ نے مستقل کتابیں لکھی ہیں جن کا عنقریب بیان ہوگا کہ بروایت صیحہ ثابت ہے کہ آپ رمضان شریف میں ساٹھ (٦٠) ختم قرآن فرماتے اور پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھتے تھے تو آپ کے بعض حاسدوں کا یہ کہنا کہ آپ کو قرآن یاد نہ تھا بالکل سفید جھوٹ ہے۔

امام ابی یوسف رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ حدیث کی شرح کرنے میں کسی شخص کو امام ابو حنیفہ سے زیادہ جاننے والا میں نے نہیں دیکھا اور وہ مجھ سے زیادہ واقف حدیث صیح کے تھے۔

جامع ترمذی میں ان سے مروی ہے کہ میں نے کسی کو جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا اور عطاء بن ابی رباح سے افضل نہیں دیکھا۔

بیہقی نے امام صاحب سے روایت کی کہ آپ سے سفیان ثوری سے علم لینے کے بارے میں سوال ہوا۔ فرمایا:" ان سے لکھو[کذا: سیکھو] اس لیے کہ وہ ثقہ ہیں سوائے ان احادیث کے جن کو بہ سند ابی اسحاق عن جابر الجعفی روایت کرتے ہیں۔

خطیب نے سفیان ابی عیینہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا" سب سے پہلا وہ شخص جس نے مجھ کو کوفہ میں علم حدیث پڑھنے کو بٹھایا امام ابوحنیفہ ہیں۔" لوگوں سے کہا کہ عمروبن دینار کی حدیث کے جاننے والے سب سے زیادہ یہ ہیں اور اسی فن حدیث میں بھی آپ کی جلالت شان معلوم ہوتی ہے کہ یہ وہ شخص ہیں جن سے سفیان ثوری سے پڑھنے کے متعلق مشورہ لیا جاتا ہے اور ابن عیینہ کو تدریس کے لیے بٹھاتے ہیں رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین۔

## دسویں فصل فتوے دینے اور پڑھانے کیلیے پہلے پہل بیٹھنے کے بیان میں

جب آپ کے استاد حضرت حماد کا انتقال ہوا اور وہ اس وقت کوفہ میں رئیس العلماء تھے، لوگ ان کی وجہ سے بے پروا تھے۔تب لوگوں کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی شخص آپ کی جگہ بیٹھے۔لوگوں نے حضرت حماد کے صاحبزادہ کو بٹھایا اور ان کے پاس ان کے والد کے شاگرد آنے جانے لگے۔مگر ان سے تمام لوگوں کی تشفی نہ ہوسکی۔کیونکہ ان کی توجہ فن نحو وکلام کی طرف زیادہ تھی۔موسیٰ بن کثیر بیٹھے۔وہ بڑے بڑوں سے ملا کرتے تھے اس لیے لوگوں نے ان کو اٹھا دیا تو وہ حج کرنے کو گئے۔اگرچہ وہ فقہ میں فارغ نہ تھے۔تب باتفاق رائے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو منتخب کیا۔آپ نے بھی ان کی بات کومان لیا اور فرمایا کہ میں نہیں پسند کرتا ہوں کہ علم مرجائے۔تو لوگوں نے آپ کے یہاں آنا شروع کردیا اور آپ کے پاس وسیع علم وحسن مواساۃ اور لوگوں کی باتوں پر صبر ایسا پایا جو کہیں ان کے سوا کسی کے

یہاں نہ پایا۔ تو لوگوں نے سب کو چھوڑ "یک در گیر محکم گیر" پر عمل کیا۔ پھر وہ لوگ درجہ بدرجہ ترقی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ علم ودین کے امام ہوئے اور دوسرے طبقہ سے امام ابو یوسف وزفر وغیرہ ہیں رحمھم اللہ تعالی۔ پھر ہمیشہ آپ کا رتبہ زائد اور تلامذہ آپ کے بڑھنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کا حلقہ مسجد کے سب حلقوں سے بڑا ہو گیا اور لوگوں کے قلوب آپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ امراء ان کی توقیر کرتے۔ خلفاء ان کو یاد کرتے۔ الغرض آپ ممدوح خلائق ہوئے اور بہت سے ایسے کام کیے جن سے ان کے سوا عاجز رہے۔ باوجود اس کے ان کے حساد ومعاند روز بروز بڑھتے رہے۔ یہی طریقۂ الٰہی اس کی مخلوقات میں ہے اور اللہ کے طریقہ میں ردّ بدل نہیں۔

سب سے زیادہ وہ امر جس نے افتا و تدریس سے رکنے کے بعد ان دونوں کی طرف متوجہ کیا، یہ بات ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی قبر مبارک کو الٹ کر استخوانہاے شریف کو جمع کر کے نکالا اور اپنے سینہ پر رکھا۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ نکالنے کے بعد بعض کو بعض کے ساتھ مرکّب کرنے لگے۔ اس خواب سے آپ بہت گھبرائے اور آپ کو سخت قلق ہوا۔ یہاں تک کہ آپ کے احباب نے آپ کی عیادت کی۔ پس آپ نے کسی کو ابن سیرین کے پاس بھیجا۔ انھوں نے اس کی یہ تعبیر دی کہ اس خواب کو دیکھنے والا نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کے طریقہ کو لوگوں کے لیے کھولے گا اور اس کی بے نظیر تاویل کرے گا۔ تو اس وقت سے آپ مسائل کی طرف کشادہ دلی سے متوجہ ہوئے اور اس قسم کی تدقیق فرمائی جس سے عقل حیران ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ کے بعض تلامذہ نے آپ کو درد ناک دیکھا حالانکہ آپ مریض نہ تھے۔ کیفیت پوچھی۔ آپ نے اپنا خواب بیان کیا۔ اس شخص نے کہا

کہ یہاں ابن سیرین کا ایک شاگرد ہے کہیئے تو ان کہ بلالیں۔ فرمایا نہیں، میں خود ان کے پاس چلوں گا۔ چنانچہ ان کے پاس تشریف لے گئے اور قصّہ بیان کیا۔ انھوں نے تعبیر کی کہ اگر آپ کا یہ خواب سچا ہے تو اظہار سنّت نبوی میں آپ کووہ علم حاصل ہوگا جس کی طرف کوئی سابق نہ ہوا اور علم میں آپ کا رتبہ بلند وبالا ہوگا۔ یہ روایت اگلی روایت کے منافی نہیں ہوسکتی ہے کہ آپ نے ابن سیرین اور ان کے شاگرد دو نوں سے خواب بیان کیا ہو اور دونوں نے تعبیر میں موافقت کی ہو۔ واللہ تعالی اعلم۔

## گیارہویں فصل بنائے مذہب امام کے بیان میں

علماء نے جو امام ابو حنیفہ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں ''اصحاب رائے'' کہا ہے، خبردار اس سے یہ نہ سمجھنا کہ یہ ان کی تنقیص ہےاور نہ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ لوگ اپنی رائے کو سنّت رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم یا اقوال صحابہ رضی اللہ تعالی عنھم پر مقدم کرتے ہیں۔ حاشا وکلا، یہ لوگ اس سے پاک ہیں۔

متعدد طریقوں سے امام صاحب سے مروی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے قرآن شریف کو لیتے ہیں۔ اگر قرآن شریف میں نہ ملے تو حدیث شریف سے۔ اگر حدیث میں بھی نہ ہوتو اقوال صحابہ رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین سے۔ اقوال مختلف ہوں تو جس کا قول قرآن شریف یا حدیث کے قریب تر ہوتا اس قول کو لیتے تھے اور ان کے اقوال سے باہر نہ ہوتے۔ اگر کسی کا قول نہ ہوتا تو تابعین میں سے کسی کا قول نہیں لیتے تھے بلکہ جس طرح انھوں نے اجتہاد کیا خود اجتہاد کرتے تھے۔

فضیل بن عیاض نے کہا اگر مسئلہ میں کوئی حدیث صحیح ہو تو اس کا اتباع کرتے ور نہ اقوال صحابہ یا تابعین رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین کی طرف رجوع کرتے اور اگر یہ بھی نہ ہوتا تو قیاس کرتے اور اچھا قیاس کرتے۔ ابن مبارک نے امام صاحب سے روایت

کی کہ جب رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی حدیث ملے تو سر آنکھوں پر ہے اور جب صحابہ رضی اللہ تعالی عنھم کے اقوال ملیں تو ان کو اختیار کرتے ہیں اور ان سے تجاوز نہیں کرتے البتہ جب تابعین کی بات آتی ہےتو ان سے ہم مزاحمت کرتے ہیں۔

انھیں سے مروی ہے کہ مجھے لوگوں سے تعجب ہے کہ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے اپنی رائے سے فتوی دیا۔وہ رائے سے فتوی نہیں دیتے البتّہ آثار سے حکم بتاتے ہیں۔

انھیں سے مروی ہے کسی کو حق نھیں ہے کہ قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم واجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم کا اختلاف ہوتو ہم ان کے اقوال میں اقرب بکتاب یا بسنّت کو پسند کرتے ہیں اور جو اس سے تجاوز کرے اس میں ہم اجتہاد کرتے ہیں اور یہی طریقہ اور لوگوں کا تھا۔

مزنی سے روایت ہے کہ امام شافعی سے سنا کہ قیاس میں لوگ امام ابو حنیفہ کی اولاد ہیں امام صاحب کے قیاسات دقیق ہونے کی وجہ سے۔امام مزنی اکثر امام صاحب کے کلام میں نظر فرماتے تھے اور یہی وجہ ہے جس سے ان کے بھانجے علامہ طحاوی مذہب شافعی چھوڑکر حنفی ہو گئے جیسا کہ خود انھوں نے تصریح کی ہے۔

احسن بن صالح کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ ناسخ ومنسوخ کی بہت تفحص فرماتے۔ احادیث اہلِ کوفہ کے عارف تھے۔لوگوں کے تعامل کا بہت ہی اتباع کرتے۔جو کچھ ان کے شہر والوں کو پہنچتا ان سب کے حافظ تھے۔ایک شخص نے آپ کو ایک مسئلہ کو دوسرے مسئلہ پر قیاس کرتے دیکھا تو وہ چلاّیا کہ اس فاسق کو چھوڑو سب سے پہلے قیاس کرنے والا ابلیس ہے[۱]۔امام صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے شخص تو نے

---

(۱) زمانہ حال کے غیر مقلدین بھی یہی اعتراض کیا کرتے ہیں جس کا جواب باصواب خود امام صاحب نے اضافہ فرمادیا۔کاش کچھ بھی علم وعقل سے کام لیتے تومردود بات کو پھر پیش کرنے کی جرات نہ کرتے اور سمجھتے کہ اگر مطلقاً قیاس کرنا کار ابلیس ہے تو امام صاحب پر اعتراض کرنا خود بھی تو قیاس ہے۔فافہم

بے محل کلام کیا۔ ابلیس نے اپنے قیاس کے زور سے صریح امر الٰہی کو ردّ کیا جس کی خبر قرآن شریف میں موجود ہے اس لیے وہ کافر ہوگیا اور ہمارا قیاس اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے کیونکہ ہم قرآن شریف وحدیث شریف واقوال آئمہ صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرف پلٹاتے ہیں تو ہم اتباع کا قصد کرتے ہیں پس ہم اور ابلیس ملعون دونوں کیسے برابر ہوسکتے ہیں؟ تو اس شخص نے کہا کہ میں غلطی پر تھا، میں نے توبہ کی، اللہ تعالیٰ آپ کے دل کو روشن کرے جس طرح آپ نے میرا دِل روشن کیا۔

امام صاحب سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ میری رائے ہے۔ ہم اس پر کسی کو مجبور نہیں کرتے اور نہ یہ کہتے ہیں کہ ہر شخص کو اس کا قبول کر لینا ضروری ہے۔ تو جس کے پاس اس سے بہتر ہو وہ اس کو لائے ہم قبول کرنے کو تیار ہیں۔

ابنِ حزم نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے تمام شاگردوں کا اس پر اتفاق ہے کہ ان کا مذہب یہ ہے کہ حدیث اگر چہ ضعیف ہو قیاس سے اولیٰ ہے۔

## بارہویں فصل

### ان صفات کے بیان میں ہے جن کی وجہ سے آپ اپنے بعد والوں سے ممتاز ہیں

وہ بہت سی ہیں۔

اوّل: آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی ایک جماعت کو دیکھا اور متعدد طریقوں سے بسند صحیح ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اس کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور جس نے ان کے دیکھنے والے کو دیکھا۔

دوم: آپ خیر القرون علی الاطلاق قرن نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم میں پیدا

ہوئے جس کے بارے میں متعدد طریقوں سے بسند صحیح ثابت ہے کہ حضرت سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے فرمایا (**خَيْرُ الْقُرونِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ**)[١] مسلم شریف کی روایت میں ہے بہترین لوگ وہ ہیں جو اس زمانہ میں ہیں جس میں میں ہوں۔اس کے بعد دوسرے، پھر تیسرے۔

سوم: آپ نے تابعین کے زمانے میں اجتہاد وفتویٰ دینا شروع کیا بلکہ جب امام اعمش حج کو جانے لگے با وجود جلالت شان آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ میرے لیے مناسک حج تحریر فرما دیں۔ اور یہ فرمایا کرتے مناسک امام ابو حنیفہ سے حاصل کرو،میرے علم میں فرض ونفل کا ان سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں ہے۔ غور کرکے دیکھئے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کمال علمی کی شہادت اعمش علیہ الرحمہ جیسے محدّث دے رہے ہیں۔

چہارم: آپ کے اکابر شیوخ مثل عمرو بن دینار وغیرہ نے آپ سے روایت کی کہ امام صاحب خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے۔عیسیٰ بن موسی نے خلیفہ سے کہا اے امیر المؤمنین روے زمین کے علماء سے آج یہ اعلم ہیں۔خلیفہ نے پوچھا آپ نے کن سے علم حاصل کیا؟ فرمایا تلامذۂ عمر وشاگردان علی ومستفیدانِ ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے۔اس نے کہا واہ واہ آپ نے اپنے نفس کے لیے خوب مضبوط کام کیا۔

پنجم: جس قدر آپ کے شاگرد ہوئے آپ کے بعد کسی کے نہ ہوئے۔ایک شخص نے وکیع کے پاس جاکر کہا کہ امام ابوحنیفہ نے غلطی کی۔وکیع نے اس کو بہت زور سے ڈانٹا اور فرمایا جو کوئی ایسی بات کہتا ہے وہ چو پایہ ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ گمراہ

---

([١]) ابن كثير (المتوفى: ٧٧٤ هـ.)، تفسير ابن كثير، ١١٢/٦؛ اخرجه البخاري في الصحيح (كِتَابُ الشَّهَادَاتِ؛ بَابٌ لاَ يَشْهَدُ عَلَى شَهَادَةِ جَوْرٍ إِذَا أُشْهِدَ، رقم: ٢٦٥١) باللفظ (**خَيْرُكُمْ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ**)

ہے۔وہ کیسے خطا کر سکتے ہیں جس کے پاس ابو یوسف ومحمد ایسے فقیہہ، فلاں فلاں ایسے محدّث، فلاں فلاں ایسے لغوی ادیب، فضیل وداؤد طائی ایسے زاہد وپرہیزگار ہیں۔جس کے شاگرد ایسے ایسے لوگ ہوں وہ شخص خطا نہیں کرسکتا اس لیے کہ اگر بالفرض ان سے کسی بات میں غلطی ہوتی تو یہ لوگ حق کی طرف پلٹا دیتے۔

ششم: انھوں نے سب سے پہلے علم فقہ مدوَّن کیا اور ابواب وکتب پر ترتیب دی جس طرح آج تک ہے۔امام مالک نے اپنی موَطا میں اسی کا اتباع کیا ہے۔ان کے قبل لوگ اپنی یاد پر بھروسہ کرتے تھے۔سب سے پہلے کتاب الفرائِض، کتاب الشروط انھوں نے وضع کی۔

ہفتم: آپ کا مذہب ان ملکوں تک پہنچا جہاں اس مذہب کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہیں جیسے ہند، سندھ، روم، ماوراءالنہر۔

ہشتم: آپ اپنے ہاتھ کی کمائی کا مال اپنی جان کے علاوہ علماء وغیرہ پر صرف فرمایا کرتے تھے اور کسی کاصلہ وانعام قبول نہیں فرماتے تھے۔آپ کی کثرت عبادت اور زہد اور بہت سے حج اور عمرہ وغیرہا کا کرنا، جو تواتر سے ثابت ہیں، ان سب فضل وکمال کے علاوہ ہے۔

نہم:آپ نے قید میں مظلومانہ زندگی کے آخری دن پورے کیے اور مسموم ہو کر دنیا کو خیر باد کہا۔کما یأتی۔

## تیرہویں فصل

## آئمہ نے آپ کی جو تعریفیں کی ہیں ان کے بیان میں

خطیب نے امام شافعی رحمہ اللہ تعالی سے روایت کی کہ کسی نے امام مالک علیہ الرحمۃ سے پوچھا کہ آپ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو دیکھا ہے؟ فرمایا :ہاں

ان کو میں نے ایسا پایا کہ اگر تم سے اس ستون کو سونے کا فرماتے تو اس کو دلیل سے ثابت فرما دیتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ کسی نے امام مالک سے ایک جماعت کے متعلق سؤال کیا۔ آپ نے اس کو جواب دیا اور ان لوگوں کے متعلق اپنے خیالات ظاہر فرمائے۔ اس شخص نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کو کیسا خیال کرتے ہیں ؟فرمایا سبحان اللہ !ان جیسا شخص میں نے کوئی نہ پایا۔ بخدا اگر وہ اس ستون کو سونے کا کہتے تو عقلی دلیل سے اپنی بات کو صحیح فرما دیتے۔

ابن مبارک نے کہا امام ابو حنیفہ امام مالک کے پاس تشریف لے گئے تو ان کی بہت قدر کی۔ آپ کے تشریف لے آنے کے بعد فرمایا تم لوگ جانتے ہو یہ کون ہیں۔ حاضرین نے کہا نہیں۔ فرمایا یہ ابوحنیفہ نعمان ہیں۔ اگر اس ستون کو سونے کا فرماتے تو ان کے کہنے کے مطابق سونے کا ثابت ہوتا۔ ان کی طبیعت کے موافق فقہ ہے۔ فقہ میں ان پر کوئی مشقت نہیں۔ اس کے بعد ثوری آئے تو امام ابو حنیفہ سے کم رتبہ پر ان کو بٹھایا۔ جب واپس ہوئے تو ان کے فقہ اور ورع کا تذکرہ کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا جو شخص چاہے کہ فقہ میں کمال حاصل کرے وہ ابو حنیفہ کا عیال بنے۔ امام ابو حنیفہ ان لوگوں سے ہیں کہ فقہ ان کے موافق کر دیا گیا ہے۔ یہ روایت حرملہ کی ہے امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ سے۔

ربیع نے امام شافعی سے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا لوگ فقہ میں اولاد ابو حنیفہ ہیں۔ میں کسی کو ان سے زیادہ فقیہہ نہیں جانتا ہوں میں کسی شخص سے نہیں ملا جو ان سے زیادہ فقیہہ ہو۔

ان سے یہ بھی روایت ہے کہ جس شخص نے آپ کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا

نہ وہ فقیہہ ہوا نہ اسے علم میں تجربہ حاصل ہوا۔

ابن عیینہ نے کہا کہ میری آنکھوں نے ان جیسا نہیں دیکھا۔

ان سے یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص علم مغازی چاہے تو مدینہ جائے۔، مناسک کیلیے مکہ جائے، فقہ کا قصد ہو تو کوفہ جائے اور تلامذۂ امام ابو حنیفہ کی صحبت میں رہے۔

ابن مبارک علیہ الرحمۃ نے کہا کہ آپ افقہ الناس تھے۔میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ سے زیادہ فقیہہ نہ پایا۔وہ ایک نشانی تھے۔کسی نے کہا خیر میں یا شر میں؟ کہا چپ رہ اے شخص شر میں غایت اور خیر میں آیت بولا جاتا ہے۔ نیز فرماتے ہیں اگر رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک، سفیان، ابو حنیفہ کی رائیں ہیں اور یہ سب فقیہہ سب میں اچھے، تیز طبع، باریک بین، فقہ میں سب سے زیادہ غوطہ زن ہیں۔

انھی سے روایت ہے کہ ایک دن لوگوں کو حدیث لکھوار ہے تھے کہ فرمایا حدثنی النعمان بن ثابت۔ کسی نے کہا کون نعمان ؟فرمایا ابو حنیفہ، علم کے مغز ہیں۔ تو بعض لوگ لکھنے سے رک گئے۔ تھوڑی دیر ابنِ مبارک خاموش رہے۔ پھر فرمایا اے لوگو تم آئمہ کے ساتھ کس قدر بے ادب اور ان سے کس قدر جاہل ہو۔ تم کو علم وعلماء سے واقضیت نہیں۔کوئی شخص امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر قابل اتباع نہیں۔ وہ امام متقی، پرہیز گار عالم، فقیہہ تھے۔ علم کو ایسا کھولتے تھے کہ کسی نے اپنے فہم وذکاء سے ایسا واضح بیان نہ کیا۔ پھر قسم کھائی کہ ایک مہینہ تک ان لوگوں سے حدیث نہ بیان کریں گے۔

کسی شخص نے سفیان ثوری سے کہا کہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے پاس سے آرہا ہوں۔ فرمایا قسم ہے کہ تم روے زمین میں سب سے زیادہ فقیہہ کے پاس سے آر ہے ہو۔ پھر فرمایا کہ جو شخص امام ابو حنیفہ کا خلاف کرے اس کو چاہیئے کہ امام صاحب سے بلند مرتبہ بالا قدر ہو اور ایسا ہونا دشوار ہے۔ جب یہ دونوں حج کو گئے تو

امام ابو حنیفہ کو آگے رکھتے اور خُود برابر پیچھے چلتے تھے۔اور جب کوئی شخص دونوں سے کچھ پوچھتا تو یہ جواب نہ دیتے بلکہ امام صاحب ہی جواب دیتے۔

سفیان ثوری کے سرہانے میں کتاب الرہن امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رکھی ہوئی تھی۔کسی نے کہا کیا آپ ان کی کتاب دیکھتے ہیں؟ فرمایا یہ میرے دل میں ہے۔کاش میرے پاس ان کی سب کتابیں ہوتیں جنھیں میں دیکھا کرتا تو علم کی شرح میں کوئی بات رہ نہیں جاتی۔لیکن تم اِنصاف نہیں کرتے۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مجھ سے زیادہ امام صاحب کے متبع سفیان ثوری ہیں۔سفیان ثوری نے ایک دن ابن مبارک سے امام صاحب کی تعریف بیان کی۔فرمایا کہ وہ ایسے علم پر سوار ہوتے ہیں کہ جو برچھی کی انی سے زیادہ تیز ہے۔خدا کی قسم وہ غایت درجہ کے لینے والے محارم سے بہت رکنے والے،اپنے شہر والوں کا بہت اتباع کرنے والے ہیں۔ سوائے صحیح حدیث کے دوسری قسم کی حدیث لینا حلال نہیں جانتے۔حدیث کی ناسخ ومنسوخ کو خوب پہچانتے تھے۔احادیث ثقات کو طلب کرتے۔رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے فعل کو لیتے۔اتباع حق میں جس امر پر علماے کوفہ کو متفق پاتے اس کو قبول فرماتے اور دین بناتے تھے۔ایک قوم نے آپکی تشنیع کی تو ان سے ہم سکوت کرتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت چاہتے ہیں۔

امام اوزاعی نے ابن مبارک سے پوچھا یہ کون مبتدع ہے جو کوفہ میں ظاہر ہوا ہے جس کی کنیت ابو حنیفہ ہے؟ تو ابنِ مبارک نے امام صاحب کے مشکل مسئلوں سے چند مسئلے دکھائے۔امام اوزاعی نے ان مسئلوں کو نعمان بن ثابت کی طرف منسوب دیکھا۔بولے یہ کون شخص ہیں؟ کہا ایک شیخ ہیں جن سے میں عراق میں ملاہوں۔بولے یہ بہت تیز طبع مشائخ[سے] ہیں،جاؤ اور ان سے بہت سالکھ لو۔انہوں نے کہایہی ابو

حنیفہ ہیں جن سے آپ نے منع فرمایا تھا۔ پھر جب امام اوزاعی مکّہ معظمہ میں امام صاحب سے ملے تو انہی مسئلوں میں گفتگو کی۔ تو جس قدر ابن مبارک نے امام صاحب سے لکھا تھا اس سے بہت زیادہ واضح کر کے بیان فرمایا۔ جب دونوں جُدا ہوئے تو امام اوزاعی نے ابنِ مبارک سے فرمایا کہ میں امام صاحب کے کثرت علم وکمال عقل پر غبطہ کرتا ہوں اور میں استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے۔ میں کھلی غلطی پر تھا۔ میں ان کو الزام دیتا تھا حالانکہ وہ بالکل اس کے بر خلاف ہیں۔

ابنِ جریج سے کسی نے آپ کے علم شدتِ ورع دین اور علم کی حفاظت کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ یہ شخص علم میں بڑے رتبہ کا ہوگا۔ ان کے سامنے امام صاحب کا ایک دن ذکر ہوا فرمایا: چپ رہو وہ ضرور بڑے فقیہ ہیں، وہ ضرور بڑے فقیہ ہیں،وہ ضرور بڑے فقیہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ امام صاحب اہل ورع وزہد وایثار آخرت میں ایسے رتبہ کے ہیں جن کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ منصور نے قاضی بنا ناچاہا۔ جس سے آپ نے انکار کیا۔ فرمایا اس پر اس نے کوڑوں سے مارا۔ جب بھی آپ نے قبول نہ کیا۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

یزید بن ہارون سے کسی نے آپ کی کتابوں کے دیکھنے کے بارے میں سوال کیا۔ فرمایا ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا کرو میں نے کوئی فقیہہ ایسا نہیں دیکھا جو ان کی کتاب دیکھنا ناپسند خیال کرتا ہو۔

سفیان ثوری نے ان کی کتاب الرہن حاصل کرنے میں بہت تدبیر کی۔ یہاں تک کہ نقل کرلیا۔ کسی نے ان سے کہا کیا امام مالک کی راے آپ کو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی راے سے زیادہ پسند ہے۔ فرمایا کہ موطا امام مالک کو لکھ لو کہ وہ رجال کی تنقید کرتے ہیں اور فقہ، یہ امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کا حق ہے۔ گویا وہ لوگ

اسی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

خطیب نے بعض آئمہ زہد سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ امام ابو حنیفہ کے لیے نمازوں میں دعا کرو۔اس لیے کہ انھوں نے حدیث وفقہ کو محفوظ رکھا۔لوگ اپنے حسد وجہالت سے ان کے حق میں کیا کچھ نہیں بکتے، مگر وہ میرے نزدیک بہت اچھے ہیں۔جس شخص کو منظور ہو کہ گمراہی اور جہالت کی ذلّت سے نکلے اور فقہ کی حلاوت پائے تو اس کو چاہیئے کہ امام ابو حنیفہ کی کتابوں کو دیکھے۔

مکی بن ابراہیم کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اَعلم اہل زمانہ تھے۔

یحیی بن سعید قطان کہتے ہیں کہ میں نے کسی کی راے امام ابو حنیفہ کی راے سے بہتر نہ پائی اس لیے فتووں میں انہی کا قول لیتے تھے۔

نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ لوگ فقہ سے بے خبر اور سوئے تھے۔امام ابو حنیفہ نے فقہ کا بیان واضح اور خلاصہ کرنے سے ان کو جگایا۔

مسعر بن کدام کہتے ہیں کہ جو شخص امام ابوحنیفہ کو اپنے اور خدا کے در میان میں واسطہ بنائے،میں امید کرتاہوں کہ اسے کچھ خوف نہیں اور اس نے احتیاط میں کمی نہ کی۔کسی نے کہا آپ نے اور لوگوں کی راے چھوڑ کر کیوں امام ابو حنیفہ کی راے اختیار کی ؟فرمایا اس کے صحیح ہونے کے سبب سے۔اس سے صحیح اور بہتر بات لاؤمیں اس سے پھر جاتا ہوں۔

ابن مبارک کہتے ہیں کہ میں نے مسعر بن کدام کو حلقۂ مستفیدان امام ابو حنیفہ میں دیکھا کہ آپ سے سوَال کرتے اور استفادہ فرماتے ہیں۔اور فرمایا کہ میں نے کسی کو امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر فقیہہ نہ پایا۔

عیسی بن یونس نے کہا جو شخص ابو حنیفہ کی شان میں بے ادبی کرتا ہو تم ہرگز

اس کی تصدیق نہ کرنا۔خدا کی قسم میں نے کسی کو ان سے افضل واَفقہ نہ پایا۔

معمر نے کہا میں نے کسی شخص کو ایسانہ پایا جو فقہ میں اچھی طرح کلام کرے اور ایک مسئلہ کو دوسرے پر قیاس کرسکے۔اچھی طرح امام ابو حنیفہ سے حدیث کی شرح کرے۔ دین میں کوئی بات شک کے ساتھ داخل کرنے سے ڈرنے والا امام ابو حنیفہ سے زیادہ کسی کو نہ پایا۔

فضیل نے کہا امام ابو حنیفہ فقیہ معروف بالفقہ، مشہور بالورع، واسع المال، اپنے پاس رہنے والوں پر احسان کرنے میں مشہور تھے۔ دن رات علم پڑھانے پر بڑے صبر کرنے والے تھے۔کم سخن تھے۔ حلال اور حرام کے کسی مسئلہ کو نہیں پھیرتے تھے۔مگر حق پر حکومت کرنے سے متنفر تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی فرماتے ہیں امام صاحب کے لیے اپنے والدین سے قبل دعا کرتا ہوں۔ میں نے امام صاحب کو فرماتے سنا کہ میں حضرت حماد کے لیے اپنے والدین کے ساتھ ساتھ دعا کرتا ہوں۔ امام ابو حنیفہ کو اللہ تعالی نے فقہ،سخا، اخلاق، قرآن کی وجہ سے زینت دی۔ امام صاحب اگلے علماء کے قائم مقام تھے اور روے زمین پر اپنا نظیر ومثیل نہ چھوڑا۔

امام اعمش سے ایک سوال ہوا۔فرمایا اس کا جواب اچھی طرح امام ابو حنیفہ دے سکتے ہیں۔مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالی نے ان کے علم میں برکت دی ہے۔

یحیی بن آدم نے کہا جو لوگ خلاف شان امام اعظم بولتے ہیں،ان کے حق میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ امام صاحب جو مسئلے بیان فرماتے ہیں ان میں سے بعضے وہ سمجھتے ہیں تو بعض ان کی عقل سے وراء ہیں، اس لیے ان سے حسد رکھتے ہیں۔

وکیع نے کہامیں نے کسی کو امام صاحب سے بڑھ کر فقیہہ اور اچھی طرح نماز

پڑھتے ہوئے نہ دیکھا۔

علامہ حافظ یحیٰی بن معین نے فرمایا کہ چار شخص فقیہہ ہیں۔امام ابو حنیفہ، سفیان، مالک، اوزاعی۔میرے نزدیک قرأت حمزہ کی قرأت ہے اور فقہ امام ابو حنیفہ کی فقہ ہے اور لوگوں کا بھی یہی خیال ہے۔کسی نے آپ سے پوچھا کہ سفیان نے ان سے حدیث روایت کی؟ فرمایا ہاں وہ ثقہ تھے فقہ اور حدیث میں صدوق تھے۔اللہ تعالی کے دین پر مامون تھے۔

ابن مبارک نے کہا کہ میں نے حسن بن عمارہ کو امام صاحب کی رکاب پکڑے یہ کہتے دیکھا ”بخدا میں نے کسی کو فقہ میں کلام کرتے ہوئے آپ سے زیادہ صابر وصاحب بلاغت اور حاضر جواب نہ پایا۔بے شبہہ اپنے وقت میں فقہ میں کلام کرنے والوں کے آپ سردار ہیں جو لوگ آپ کے خلاف شان بولتے ہیں وہ صرف حسد سے کہتے ہیں۔“

شعبہ کہتے ہیں کہ بخدا امام ابو حنیفہ حسن الفہم، جید الحفظ تھے یہاں تک کہ آپ پر لوگوں نے اس بات کی تشنیع کی جس کے آپ زیادہ جاننے والے تھے لوگوں سے۔خدا کی قسم جلد پائیں گے اللہ کے نزدیک۔

امام شعبہ کثرت سے دعاے رحم کیا کرتے تھے امام صاحب کے حق میں۔رحمۃ اللہ تعالی علیہما۔

کسی نے یحیٰی بن معین سے امام صاحب کے متعلق دریافت کیا۔فرمایا وہ ثقہ ہیں کسی نے ان کو ضعیف نہ کہا۔یہ امام شعبہ ہیں جو ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حدیث بیان کریں اور حکم کریں ان کو۔

ابو ایوب سختیانی نے ان کی تعریف کی کہ وہ صالح ہیں، فقیہ ہیں۔

کسی نے ابن عون کے نزدیک امام صاحب کی یہ برائی بیان کی کہ وہ ایک بات

کہتے پھر دوسرے دن اس سے رجوع کرلیتے ہیں۔ فرمایا اگر وہ پرہیزگار نہ ہوتے تو اپنی غلطی کی مدد کرتے اور اس کی حمایت فرماتے اور اس پر سے اعتراض رفع فرماتے۔

حامد بن یزید کہتے ہیں کہ ہم لوگ عمرو بن دینار کے پاس جاتے تو جب امام ابو حنیفہ تشریف لاتے تو وہ ان کی طرف متوجہ ہوجاتے اور ہم لوگوں کو چھوڑ دیتے کہ امام ابو حنیفہ سے دریافت کریں تو ہم ان سے پوچھتے۔ امام صاحب ہم سے حدیث بیان فرماتے۔

حافظ عبد العزیز ابن ابی رواد فرماتے ہیں جو شخص امام ابو حنیفہ کو دوست رکھے وہ سنّی ہے اور جو ان سے عداوت رکھے وہ بد مذہب ہے۔ دوسری روایت میں ہے ہمارے اور لوگوں کے در میان امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرق کرنے والے ہیں۔ جو شخص ان سے محبّت اور دوستی رکھے تو ہم اس کو سنّی جانتے ہیں اور جو ان سے عداوت رکھے وہ بد مذہب ہے۔ ایک اور روایت میں ہے ہمارے اور لوگوں کے در میان امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرق کرنے والے ہیں۔ جو شخص ان سے محبت اور دوستی رکھے تو ہم اس کو سنّی جانتے ہیں اور جو ان سے عداوت رکھے ہم یقین کرتے ہیں کہ وہ بد مذہب ہے۔

خارجہ بن مصعب فرماتے ہیں فقہاء میں امام ابو حنیفہ چکی کے قطب کی مانند ہیں یا مثل اس نقاد کے ہیں جو سونا پرکھتا ہو۔

حافظ محمد بن میمون فرماتے ہیں امام صاحب کے زمانہ میں ان سے بڑھ کر نہ کوئی عالم تھا، نہ کوئی پرہیزگار، نہ زاہد، نہ عارف، نہ فقیہ۔ واللہ مجھے لاکھ اشرفیاں اس قدر نہیں بھاتیں جس قدر میں ان سے حدیث سن کر خوش ہوتا ہوں۔

ابراہیم بن معاویہ ضریر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کی محبّت تتمۂ دین وسنّت ہے۔ وہ عدل کی تعریف کرتے تھے اور موافق عدل بات فرماتے تھے۔ انھوں نے لوگوں کے لیے علم کا راستہ کھول دیا اور اس کی مشکلات کو حل کر دیا۔

اسد بن حکیم کہتے ہیں سوائے جاہل کے کوئی شخص امام ابوحنیفہ کی بدگوئی نہیں کرتا۔

ابو سلیمان نے کہا کہ امام ابو حنیفہ عجب العجاب تھے۔ ان کے کلام سے وہی شخص نفرت کرے گا جو شخص اس کے سمجھنے کی قدرت نہیں رکھتا۔

ابو عاصم فرماتے ہیں بخدا وہ میرے نزدیک ابن جریج سے فقیہہ تر ہیں۔ میری آنکھوں نے فقہ پر امام صاحب سے زیادہ حلاوت رکھنے والا کسی شخص کو نہ دیکھا۔

داؤد طائی کے نزدیک امام صاحب کا تذکرہ ہوا۔ فرمایا آپ ایک ستارہ ہیں جس سے شب کو راہ چلنے والا ہدایت پاتا ہے اور علم میں جسے مسلمانوں کے دل قبول کرتے ہیں۔

قاضی شریک فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ اکثر خاموش رہتے، اکثر سوچا کرتے۔ فقہ میں آپ کی نگاہ بہت باریک تھی۔ مسائل نفیسہ استخراج فرماتے۔ علم و بحث میں بھی پاکیزہ تھے۔ اگر طالب علم فقیر ہوتا تو اس کو مالدار کردیتے۔ جو شخص آپ سے سیکھتا فرماتے تو غنا اکبر کی طرف پہنچا اس لیے کہ حلال وحرام کو جان لیا۔

خلف ابن ایوب کہتے ہیں کہ علوم اللہ تعالی سے نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کو پہنچے ؛ان سے صحابہ کو؛ ان سے تابعین کو ؛بعد ازاں امام ابو حنیفہ اور ان کے شاگردوں کو؛ اب جو چاہے خوش ہو اور جسے ناپسند ہو وہ ناخوش ہو۔

بعض آئمہ سے سؤال ہوا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ خاص کر امام ابو حنیفہ ہی کی تعریف کرتے ہیں اور کسی کی نہیں؟ فرمایا اس لیے کہ اور وں کا رتبہ ان جیسا نہیں۔ جس قدر ان کے علم سے لوگوں کو نفع پہنچا کسی کے علم سے نہ ہوا۔ اس لیے میں انہی کا ذکر کرتا ہوں تا کہ لوگ ان سے محبّت کریں اور ان کے لیے دعا کریں۔

یہ چند اقوال علماء کے مذکور ہوئے۔ اس کے علاوہ اور جس قدر تعریفیں اور آئمہ سے منقول ہوئی ہیں وہ بہت ہیں۔ اس قدر بھی منصف حق پرست کے لیے کافی

ہے۔اسی لیے حافظ ابو عمر یوسف ابن عبد البر نے مخالفین کا کلام نقل کر کے فرمایا کہ امام صاحب کے طاعنین کی طرف فقہاے کرام اصلاً خیال نہیں فرماتے اور نہ ان کی کسی توہین کی بات میں تصدیق کرتے ہیں۔

## چودھویں فصل عبادت میں آپ کی کوشش کے بیان میں

علامہ ذہبی نے فرمایا کہ رات کو نمازِ تہجد کے لیے کھڑا ہونا اور عبادت کرنا آپ سے بتواتر ثابت ہے۔اسی وجہ سے لوگوں نے آپ کا نام وتد رکھا تھا۔بلکہ تیس سال تک رات بھر عبادت کرتے اور ایک ایک رکعت میں ایک ختم قرآن شریف کرتے۔ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی تورات بھر آپ قرآن شریف پڑھا کرتے۔ آپ رات کو خوفِ الٰہی سے اس قدر روتے کہ آپ کے ہمسایے آپ پر رحم کرتے اور جس جگہ آپ نے وفات فرمائی۔ سات ہزار(۷۰۰۰) مرتبہ قرآن شریف ختم فرمایا تھا۔

عبد اللہ بن مبارک کے سامنے کسی نے آپ کی غیبت کی۔ فرمایا تجھ پر افسوس ہے۔تو ایسے شخص کی غیبت کرتا ہے جس نے پینتالیس (۴۵) سال تک ایک وضو سے پانچوں وقت کی نماز پڑھی اور ایک رکعت میں قرآن ختم فرماتے تھے۔جو کچھ مجھے فقہ کا علم ہے وہ سب میں نے ان سے حاصل کیا۔

ابو مطیع نے فرمایا کہ میں شب میں جس جس وقت گیا امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کو طواف میں پایا۔

حسن بن عمارہ نے جب آپ کو غسل دیا فرمایا:اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کو بخش دے۔ تیس (۳۰) سال سے آپ نے افطار نہ کیا۔ آپ نے بعد والوں کو تھکایا اور قاریوں کو رسوا کیا۔

آپ کی شب بیداری کا یہ سبب تھا کہ آپ نے ایک شخص کو دیکھا کہ دوسرے سے کہہ رہا ہے یہ امام ابو حنیفہ ہیں جو رات کو نہیں سوتے۔ آپ نے امام ابو یوسف سے فرمایا سبحان اللہ کیا نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالی نے ہمارے لیے اس ذکر کو پھیلا دیا۔ کیا برا نہیں ہے کہ اللہ تعالی ہم سے ان کا الٹا جانے۔ خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا کہ لوگ وہ بات بیان کریں جس کو میں نہیں کرتا ہوں۔ اس دن سے رات بھر نماز پڑھتے گریہ وزاری کرتے دعا کرتے۔

امام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ہر رات دن میں ایک ختم قرآن کرتے اور رمضان شریف سے یوم عید تک باسٹھ (٦٢) ختم فرماتے۔ آپ بہت بڑے سخی تھے۔ علم سکھانے پر بڑے صابر تھے۔ جو کچھ آپ کو کہا جاتا اس پر آپ تحمل فرماتے۔ غصّہ سے دور رہتے۔ میں نے ان کو دیکھا کہ بیس (٢٠) برس تک اوّل شب میں وضو کیا۔ اسی وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ اور جو شخص ہم سے قبل آپ کی خدمت میں رہا اس نے کہا کہ چالیس (٤٠) سال سے یہی حال ہے۔

مسعر نے فرمایا کہ میں نے ان کو دیکھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر لوگوں کو علم سکھانے کے لیے بیٹھے حتی کہ ظہر کی نماز پڑھی، پھر عصر تک بیٹھے، پھر بعد عصر قریب مغرب تک بیٹھے، پھر بعد مغرب سے عشاء تک بیٹھے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ عبادت کس وقت کرتے ہیں؟ میں ضرور اس کو دیکھوں گا۔ جب لوگ چلنے پھرنے سے ٹھہرے اور سوگئے تو دلہن کی طرح پاک صاف ہوکر مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور عبادت میں فجر تک مشغول رہے۔ پھر داخل ہوئے اور اپنا کپڑا پہنا اور فجر کی نماز کو تشریف لے گئے اور حسب معمول روز سابق کام میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ جب عشاء کی نماز پڑھی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص دوراتیں تو نہایت نشاط

سے عبادت کرتا رہا، آج کی رات پھر دیکھیں گے۔ میں نے وہی مشغلہ ان کا دیکھا۔ تب میں نے عزم کر لیا کہ مرتے دم تک ان کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ میں نے ان کو برابر دن میں صائِم اور شب میں قائِم دیکھا۔ وہ قبل ظہر ذراسا او نگھ جاتے تھے۔ امام مسعر نے بحالت سجدہ امام ابو حنیفہ کی مسجد میں وفات پائی۔

شریک نے کہا کہ میں آپ کے ساتھ ایک سال رہا تو میں نے کبھی نہ دیکھا کہ آپ نے اپنا پہلو بچھونے پر رکھا ہو۔

خارجہ سے مروی ہے کہ چار شخصوں نے اندرونِ کعبہ ایک رکعت میں قرآن ختم کیا ازانجملہ امام ابو حنیفہ ہیں۔

فضیل بن وکین نے کہا میں نے تابعین وغیرہ کی ایک جماعت کو دیکھا تو ان میں سے کسی کو امام ابو حنیفہ سے اچھی طرح نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ قبل نماز شروع کرنے کے روتے اور دعا کرتے تھے۔ تو کہنے والا کہتا بخدا وہ خدا سے ڈر رہے ہیں اور میں ان کو جب دیکھتا تو کثرت عبادت سے مثل مشک کہنہ کے دیکھتا۔ ایک شب نماز میں برابر آیہ کریمہ (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ * القمر: ٤٦) کو باربار دہراتے رہے اور ایک رات قرآن شروع کی تو جب آیہ کریمہ (فَمَنَّ اللهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمومِ * الطور: ٢٧) پر پہنچے تو اس کو فجر کی اذان تک باربار پڑھتے رہے۔

آپ کی ام ولد نے کہا: میں جب سے آپ کو جانتی ہوں۔ کبھی شب میں بچھونے کا تکیہ نہ بنایا۔ گرمی کے زمانہ میں ظہر و عصر کے درمیان اور جاڑے میں اوّل شب ذرا دیر کو سو رہتے۔

ابن ابی رواد نے کہا کہ میں نے طواف اور نماز اور فتوے دینے میں مکّہ بھر میں کسی شخص کو امام صاحب سے زیادہ صابر نہ پایا۔ گویا وہ چو بیس گھنٹے آخرت کی

طلب اور اس کی نجات کی فکر میں مشغول رہتے تھے۔ میں نے ان کو دس رات دیکھا تو کبھی رات کو سوتا ہوا نہ پایا اور نہ دن کو کبھی نماز وطواف و تعلیم سے خالی رہے۔

بعض اہلِ مناقب نے ذکر کیا کہ جب آپ نے حجۃ الوداع کیا تو خدام کعبہ معظمہ کو اپنا آدھا مال دے دیا کہ اندرون کعبہ نماز پڑھنے کی اجازت دیں۔ تو آپ نے وہاں نصف قرآن ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا۔ پھر دوسرا نصف دوسرے پاؤں پر اور عرض کی اے میرے رب میں نے تجھے پہچاناحق پہچاننے کا اور تیری عبادت نہ کی جو حق عبادت کا تھا تو بوجہ میرے کمال معرفت کے میری عبادت کا نقصان مجھے بخش دے۔ گوشۂ بیت اللہ سے آواز آئی تو نے پہچانا اور اچھی طرح پہچانا اور خالص خدمت کی میں نے تجھے بخش دیا اور ہر ایک اس شخص کو جو تیرے مذہب پر قیامت تک ہو گا۔

تنبیہ: آپ سے جو منقول ہوا کہ (عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ)[١] اگر یہ صحیح ہو تو کچھ منافی اس کے نہیں جو آپ کے سوا اور اولیاء سے مروی ہے (سُبْحَانَكَ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ)[٢] اس لیے کہ امام صاحب کی مراد وہ معرفت ہے جو ان کی شان کے لائق ہے اور جہاں تک ان کے علم کی رسائی ہے تو یہ مجازی ہے۔ اور ان کے غیروں کی مراد یہ ہے کہ حقیقت معرفت جو اللہ تعالی کی شان کے لائق ہے اور ناممکن ہے کہ کوئی وہاں تک پہنچ سکے اور یہ حقیقت ہے۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے حالانکہ تمام رسولوں کے سردارا گلوں پچھلوں کے پیشوا صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم فرماتے ہیں (لاَ احْصِي ثَنَاءً عَلَيْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ)[٣]

---

(١) الحموي، أحمد بن محمد مكي (المتوفى: ١٠٩٨ هـ.)، غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، الْفَنُّ الثَّانِي مِنْ الْأَشْبَاهِ وَالنَّظَائِرِ وَهُوَ فَنُّ الْفَوَائِدِ، كِتَابُ السِّيَرِ، بَابُ الرِّدَّةِ، ٢/٢٠٣

(٢) العطار (المتوفى: ١٢٥٠ هـ.)، حاشية العطار على شرح الجلال المحلي على جمع الجوامع، الْكِتَابُ السَّابِعُ فِي الِاجْتِهَادِ، التَّقْلِيدِ فِي أُصُولِ الدِّينِ، ٢/٥١٦

(٣) مسلم بن الحجاج (المتوفى: ٢٦١ هـ.)، الجامع الصحيح، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ مَا يُقَالُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ، رقم: ٤٨٦

یعنی میں تیری ثنا وصفت نہیں کرسکتا ہوں جس طرح تو نے آپ اپنی تعریف فرمائی اور شفاعت عظمی والی حدیث فصل قضا میں ہے کہ نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سوال کی وقت ایسی تعریفیں الہام کیے جائیں گے جو پہلے سے الہام نہ ہوئے تھے تو یہ معارف متجدد ہیں وھکذا الی ما لا نھایۃ لہ۔ نماز میں ایک پاؤں پر کھڑا ہونا ان کے سوا اور آئمہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس لیے کہ اس سے نہی میں صحیح حدیث وارد ہے تو اس کا کرنا مکروہ ہوگا۔ مگر اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے بطور مجاہدہ نفس ایسا کیا اور بعید نہیں کہ مجاہدہ نفس کی غرض اس قسم کے امور میں، جن میں خشوع میں خلل نہ آئے، کراہت کو مانع ہو۔ ایک رکعت میں تمام قرآن شریف ختم کرنا اس حدیث کے خلاف نہیں جو وارد ہوئی کہ جس شخص نے تین دن سے کم میں ختم کیا اس نے سمجھا نہیں اس لیے کہ یہ اس شخص کے بارے میں ہے جس کے لیے حفظ وآسانی اور وسعت زمانہ میں نہ ہو اور جب خرق عادت ہو تو کوئی حرج نہیں چنانچہ بہتیرے[۱]

---

(۱) بلکہ اس سے بھی عجیب تر حضرت سیدنا علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ اپنا بایاں قدم رکاب میں رکھتے اور قرآن شریف پڑھنا شروع فرماتے تو داہنا قدم رکاب تک پہنچنے بھی نہ پاتا کہ آپ پورا قرآن ختم فرمالیتے۔ ذکرہ **القاری فی المرقات**۔ دوسری روایت میں ہے کہ ملتزم سے باب کعبہ تک پہنچنے میں پورا قرآن شریف ختم فرمالیتے ذکرہ المحقق فی **اشعۃ اللمعات**۔ علامہ قسطلانی نے **ارشاد الساری** میں ذکر کیا کہ میں نے ابو الطاہر کو سنہ ۱۸۶۷ء میں دیکھا اور ان سے سنا کہ وہ رات دن میں دس ختم سے زیادہ پڑھتے بلکہ شیخ الاسلام برہان بن ابی شریف نے کہا کہ وہ رات دن میں پندرہ ختم پڑھتے بلکہ شیخ موسی سدرانی کے بارے میں منقول ہے کہ وہ رات دن میں ستر ہزار ختم کرتے ذکرہ فی **نفحات الانس**۔ بلکہ حضرت علی مرصفی رحمہ اللہ کے بارے میں مروی ہے کہ انھوں نے ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم قرآن کیے ذکرہ فی **میزان الشریعۃ الکبری**۔ علامہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرّہ نے بھی اس روایت کو **حدیقہ ندیہ** میں تحریر فرمایا ہے۔ پھر لکھا: ولایستبّ ھذا علی اولیاء اللہ تعالی الذین غلبت روحانیتھم علی جھمانیتھم والروح من امر اللہ وامر اللہ کلمۃ بالبصر کما اجر تعالی وعرض کلمات القرآن کلّھا مع ماینھا فی لسان الولی کلمھ بالبصر ماھو بعید واللہ علی کل شیئ قدیر اھ افاد کل ذلک حضرت شیخ مجدد المائۃ الحاضرہ متع اللہ المسلمین بطول بقائھم آمین۔ منہ غفرلہ

صحابہ وتابعین سے مروی ہے کہ وہ لوگ ایک رکعت میں قرآن شریف ختم فرماتے بلکہ بعضوں نے مغرب اور عشاء کے در میان مین چار ختم کیے اور یہ کرامت کی بات ہے اس میں کچھ اعتراض نہیں۔

## پندرہویں فصل

## امام صاحب کے خوف ومراقبہ الہی کے بیان میں

اسد بن عمرو نے کہا:امام صاحب کا رونا شب میں سنا جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کے پڑوسی آپ پر رحم کرتے۔

وکیع نے کہا :وہ بڑے امانتدار تھے اور اللہ تعالی ان کے دل میں بہت بڑا اور بزرگ تھا اور رضا الہی کو وہ تمام چیزوں پر ترجیح دیتے تھے۔اگر اللہ تعالی کے بارے میں ان پر تلواریں پڑتیں اس کو بھی سہار لیتے۔اللہ تعالی ان پر رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو جس طرح ابرار سے راضی ہے کہ یہ بھی ابرار ہی سے تھے۔

یحی بن قطان نے کہا جب میں ان کو دیکھتا سمجھتا کہ یہ متقی ہیں اور ایک شب رات بھر اس آیت کو پڑھتے اور دہراتے اور روتے اور گڑگڑاتے رہے (بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ * القمر: ٤٦) اور ایک رات (أَلْهَيكُمُ التَّكَاثُرُ) تک پہنچے اور صبح تک برابر اسی کو دہراتے رہے۔

یزید بن لیث نے کہا،جو اخیار میں سے تھے،امام نے عشاء کی نماز میں سورہ (إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا) پڑھی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی مقتدی تھے۔جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے دیکھا کہ امام صاحب متفکر بیٹھ کر ٹھنڈی سانس لے رہے ہیں۔ میں وہاں سے اٹھ گیا تاکہ آپ کا دِل مشغول نہ ہو اور قندیل کو روشن ہی چھوڑ دیا اور اس میں تھوڑا سا تیل تھا۔پھر طلوع فجر کے بعد میں نے دیکھا قندیل روشن ہے اور امام

صاحب اپنی ریش مبارک پکڑے کھڑے ہوئے کہہ رہے ہیں" اے وہ ذات کہ بمقدار ذرہ خیر کے جزائے خیر دے گا اور بمقدار ذرہ شر کے جزائے شر دے گا۔ نعمان کو تو اپنے پاس آگ سے بچالے کہ آگ کے قریب بھی نہ جائے اور اس کو اپنی وسیع رحمت میں داخل کرلے۔" جب اندر گیا تو امام صاحب نے پوچھا کہ کیا قندیل لینا چاہتے ہو۔ میں نے کہا میں صبح کی اذان بھی دے چکا۔ فرمایا جو کچھ تم نے دیکھا اس کو چھپانا، کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ پھر دو رکعت سنّت فجر پڑھ کر بیٹھے۔ یہاں تک کہ نمازِ فجر کی تکبیر ہوئی اور آپ نے ہم لوگوں کے ساتھ فجر کی نماز اوّل شب کے وضو سے پڑھی۔

ابو الاحوص نے کہا کہ اگر کوئی شخص امام صاحب کو یہ کہتا کہ آپ تین دن میں انتقال فرمائیں گے تو جو کچھ آپ کا معمول تھا اس میں کچھ زیادہ نہ فرماتے[۱]

کسی نے عیسیٰ بن یونس سے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر جو کیا تو انھوں نے امام صاحب کے لیے دعا کی اور کہا کہ امام صاحب کی غایت کوشش یہ تھی کہ اللہ تعالی کی نافرمانی نہ کریں اور اس کے حرمات کی تعظیم کریں۔ فرمایا کہ اگر حرج نہ ہوتا تو میں کبھی فتوی نہ دیتا۔ سب سے زیادہ ڈرتا ہوں یہ ہے کہ میرا فتوی مجھے آگ میں نہ ڈال دلے۔ اور کہا کہ جب سے میں فقیہہ ہوا کبھی اللہ تعالی پر جرأت نہ کی۔

اپنے غلام کو سنا کہ قیمت مانگتا ہے تو روئے۔ یہاں تک کہ دونوں کنپٹیاں اور مونڈھے پھڑکنے لگے اور دکان بند کرنے کو فرمایا۔ سرڈھانپتے جلدی کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم لوگ خدائے تعالی پر کس قدر جری ہیں۔ ہم میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ ہم خدا سے جنت مانگتے ہیں اور یہ اپنے دل سے مانگتا ہے میرے جیسے آدمی کے لیے۔ تو یہ چاہیے کہ اللہ تعالی سے عفو اور درگذر چاہے۔

---

(۱) یعنی امام صاحب ہر روز اس قدر عبادت کرتے تھے جتنی عبادت وہ شخص کرتا ہے جسے یہ معلوم ہو کہ میں آج کے تیسرے دن مرجاوں گا

امام نے ایک دن صبح کی نماز میں یہ آیت پڑھی (وَلاَ تَحْسَبَنَّ اللهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ * ابراهیم: ٤٢) تو امام صاحب مضطرب ہوئے۔ یہاں تک کہ اس کو اوروں نے پہچانا۔ امام صاحب کی عادت تھی کہ جب کسی مسئلہ میں مشکل پڑتی، اپنے اصحاب سے فرماتے اس کا کوئی سبب نہیں سوائے کسی گناہ کے جو مجھ سے ہوا ہے۔ پھر اللہ تعالی سے مغفرت چاہتے۔ بسا اوقات کھڑے ہوتے، وضو کرتے،دو رکعت نماز پڑھتے، استغفار کرتے تو مسئلہ آپ پر واضح ہو جاتا۔ فرماتے :میں خوش ہوا،اس لیے کہ امید کرتا ہوں میرا توبہ کرنا قبول ہوا اور مسئلہ مجھے معلوم ہوگیا۔ یہ خبر فضیل کو پہنچی تو بہت روئے اور فرمایا کہ اللہ تعالی امام ابو حنیفہ پر رحم فرمائے۔ یہ امام صاحب کی بے گناہی کا باعث ہے۔ اوروں کو تو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی ہے کیونکہ اس کے گناہ اس کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں۔

آپ نے انجانے میں ایک لڑکے کے پاؤں پر پاؤں رکھ دیا۔ اس نے کہا اے شیخ قیامت کے دن کے قصاص سے نہیں ڈرتا ہے؟ اتنا سننا تھا کہ امام صاحب پر غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا کسی نے کہا کہ اس لڑکے کا کہنا آپ کے قلب پر کس قدر اثر کر گیا؟ فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ یہ کلمہ اسے تلقین ہوا۔ کسی نے امام صاحب اور ابن المعتمر کو دیکھا کہ آپس میں سرگوشی کرر ہے ہیں اور مسجد میں روتے ہیں۔ جب مسجد سے نکلے، آپ سے پوچھا گیا کہ آپ دونوں کی کیا حالت ہے جو اس قدر روئے ؟فرمایا کہ ہم نے زمانہ کو دیکھا اور اہلِ خیر پر اہلِ باطل کے غلبہ کو یاد کیا اسی لیے ہم روئے۔ رات میں نماز پڑھتے وقت چٹائی پر آپ کے آنسوؤں کا ٹپکنا اس طرح سنائی دیتاہے جیسے بارش ہو۔ رونے کا اثر آپ کی دونوں آنکھوں اور دونوں رخساروں پر معلوم ہوتا تھا۔ اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے اور آپ سے راضی ہو۔

## سولہویں فصل

### لا یعنی باتوں سے زبان کے محفوظ رکھنے اور حتی الامکان برائی سے بچنے کے بیان میں

بعض مناظروں نے آپ سے کہا کہ اے مبتدع! اے زندیق! آپ نے فرمایا اللہ تعالی تجھے بخشے۔ خداوند تعالی میری نسبت تیرے کہنے کے خلاف جانتا ہے اور میں نے جب سے اسے پہچانا اس کے برابر کسی کو نہیں جانتا ہوں اور سوائے اس کے معاف کرنے کے کچھ امید نہیں رکھتا ہوں اور نہ اس کے عذاب کے سوا کسی بات سے ڈرتا ہوں۔ عذاب کا ذکر کیا، آپ روئے اور بیہوش ہوگئے۔ جب افاقہ ہوا، اس شخص نے کہا مجھے معاف کیجئے۔ فرمایا جو شخص میرے بارے میں جہالت سے کچھ کہے وہ سب معاف ہے اور جو باوجود علم کے کچھ کہےاسے البتہ حرج ہے۔ اس لیے کہ علماء کی غیبت ان کے بعد باقی رہتی ہے۔

فضیل بن وکین نے کہا امام صاحب باہیبت تھے۔ جواب دینے کے لیے البتّہ کلام فرماتے۔ لا یعنی باتوں میں خوض نہ فرماتے، نہ ان کو سنتے۔

کسی نے آپ سے کہا کہ خداے تعالی سے ڈریے۔ آپ کانپ اٹھے اور اپنے سر کو جھکایا۔ پھر فرمایا اے میرے بھائی اللہ تعالی تجھے بہتر جزا دے، کس قدر لوگ ہر وقت اس کی طرف محتاج ہیں جو انہیں اللہ کو یاد دلائے اس وقت میں کہ وہ تعجب کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو ظاہر ہوتا ہے ان کی زبان پر علم سے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ ارادہ کریں اللہ تعالی کو اپنے اعمال سے اور میں جانتا ہوں کہ اللہ عزّ وجلّ یقینا مجھ سے سوال کرے گا جواب سے اور البتہ میں یقیناً طلبِ سلامتی پر حریص ہوں۔

امام صاحب کی عادت تھی کہ جب کوئی آنے والا آپ کے پاس آتا اور اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کرتا کہ ایسا ہو اویسا ہوا اور اس کو زیادہ کرتا تو فرماتے اس کو

چھوڑ و،اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس میں کیا کہتے ہو ؟تو اس کے کلام کو قطع فرما دیتے اور فرماتے کہ لوگوں کی ایسی بات نقل کرنے سے بچو جس کو لوگ دوست نہ رکھتے ہوں۔جو شخص میرے بارے میں ناپسندیدہ بات کہےاللہ تعالیٰ اسے معاف کرے اور جو اچھی بات کہے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔دین میں سمجھ حاصل کرو اور لوگوں کو چھوڑ ودوسروں کے تذکرہ سے اور اس چیز سے کہ لوگوں نے اپنے نفس کے لیے پسند کیا ہے۔پس اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تمہارا محتاج کردے گا۔

کسی نے آپ سے پوچھا کہ علقمہ اور اسود میں کون بہتر ہے؟ فرمایا کہ بخدا میری یہی حیثیت ہے کہ میں ان دونوں کی تعظیم کے لیے ان کو دعاے استغفار سے یاد کروں تو میں ان دونوں میں ایک کو دوسرے پر کیوں کر فضیلت دے سکتا ہوں۔

ابن مبارک نے ثوری سے کہا کہ امام ابو حنیفہ غیبت سے کس قدر دور رہتے ہیں۔میں نے ان کو کبھی نہ سنا کہ دشمن کی بھی غیبت کرتے ہوں۔ثوری نے کہا وہ عقلمند ہیں،نہیں چاہتے کہ اپنی نیکیوں پر ایسی چیز کو مسلط کریں جوان کو لے جائے۔ شریک نے کہا کہ امام صاحب زیادہ چُپ رہتے۔عقل وفقہ میں زیادہ تھے۔لوگوں سے گفتگو اور مجادلہ کم کرتے۔

ضمیر نے کہا کسی نے بھی اس میں اختلاف نہ کیا کہ امام ابو حنیفہ مستقیم اللسان تھے۔کسی کو برائی کے ساتھ یاد نہ کیا۔بعض لوگوں نے آپ سے کہا لوگ آپ کی برا ئی کرتے ہیں اور آپ کسی کی برائی نہیں کرتے! فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔

بکیر بن معروف نے کہا میں نے امّت محمدیہ میں کسی شخص کو امام ابو حنیفہ سے زیادہ خوش سیرت نہ پایا۔

## سترہویں فصل

## آپ کے کرم کے بیان میں ہے

بہت سے حضرات نے فرمایا کہ امام صاحب سب لوگوں سے زیادہ، مجالست میں کریم تھے اور سب سے زیادہ، اپنے اصحاب اور ہمنشینوں کی مواسات اور بزرگی فرماتے۔ اسی لیے آپ محتاجوں کی شادی کردیتے اور انہیں خرچ کے لیے عطا فرماتے اور ہر ایک کے پاس اس کے مرتبہ کے لائِق تحفہ بھیجا کرتے۔

آپ نے ایک شاگرد کو پھٹا ہوا کپڑا پہنے ہوئے دیکھا۔ فرمایا یہیں بیٹھنا، یہاں تک کہ سب لوگ رخصت ہوجائیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو کچھ جاے نماز کے نیچے ہے لے لو اور اپنے کپڑے بنوالو۔ وہ ہزار درہم تھے۔

امام ابو یوسف نے فرمایا امام صاحب سے جب کوئی شخص کوئی حاجت چاہتا آپ اس کو ضرور پورا فرما دیتے۔

جب آپ کے صاحبزادے حماد نے سورۂ فاتحہ ختم کی امام صاحب نے ان کے استاد کو پانچ سو درہم دیئے اور ایک روایت میں ہے کہ ہزار درہم عطا فرمائے۔ انھو ں نے کہا کہ میں نے کیا کیا ہے جس کے بدلے آپ نے کثیر رقم بھیجی ہے؟ امام صاحب نے ان کو بلا بھیجا اور معذرت کی۔ پھر فرمایا کہ میرے لڑکے کو جو کچھ آپ نے سکھایا ہے اس کو حقیر نہ جانیے، واللہ اگر میرے پاس اس سے زیادہ ہوتا تو بوجہ عظمتِ قرآن شریف کے آپ کی نذر کرتا۔

اپنے اموال تجارت جو بغداد کو بھیجتے تھے اس کا نفع سال بھر تک جمع فرماتے۔ اس سے اپنے اساتذہ محدثین کے لیے ان کی ضُروریات، کھانا، کپڑا خرید فرماتے اور باقی ان کی خدمت میں حاضر کرتے اور کہتے کہ اسے اپنی ضروریات میں صرف فرمایئے اور

اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف کیجئے کیونکہ میں نے اپنے مال سے کچھ نہیں حاضر کیا۔ ہاں اللہ کے فضل سے جو اس نے میرے ہاتھ پر عطا فرمایا۔

وکیع نے کہا کہ امام صاحب نے فرمایا کہ چالیس سال سے جب میں چار ہزار درہم سے زیادہ کا مالک ہوا تو اس کو اپنی مِلک سے علیحدہ کردیا اور صرف چار ہزار روک رکھا کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ چار ہزار درہم اور اس سے کم نفقہ ہے اور اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ تجارت میں مجھے اس کی ضرورت پڑے گی تو ایک درہم بھی نہ روکتا۔

سفیان بن عیینہ نے کہا کہ امام ابوحنیفہ بہت صدقہ فرماتے اور جو کچھ حاصل کرتے اس میں سے کچھ ضرور راہ خدا میں نکالتے اور میرے پاس اس قدر کثرت سے تحائف بھیجے کہ میں ان کی کثرت سے متوحش ہوا۔ تو میں نے ان کے بعض شاگردوں سے اس کا تذکرہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ جو تحائف امام صاحب نے سعید بن عروبہ کے پاس بھیجے تھے کاش آپ ان کو دیکھتے۔ کسی محدّث کو بغیر کثرت احسان کے نہیں چھوڑتے تھے۔

مسعر نے کہا کہ امام صاحب جب اپنے اور اہل وعیال کے لیے کوئی کپڑا یا میوہ یا اور کچھ خریدتے تو اس کے قبل ویسی ہی چیز اپنے اساتذہ کے لیے ضرور خرید فرمالیتے۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ امام صاحب اگر کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ اس پر ان کا شکریہ ادا کرتا تو آپ کو غم ہوتا اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ وہ خدا کی دی ہوئی روزی ہے جو اس نے مجھ تک پہنچائی ہے۔ بیس (۲۰) سال تک میری اور میرے عیال کی کفالت فرماتے رہے اور جب میں کہتا کہ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی سخی نہیں دیکھا تو فرماتے کہ تیرا کیا حال ہوتا اگر تو حضرت حماد کو دیکھتا۔ میں نے کسی کو خصائل حمیدہ کا آپ سے زیادہ جامع نہ دیکھا۔ لوگ کہا کرتے کہ اللہ

تعالی نے امام ابو حنیفہ کو علم، عمل، سخا، بذل، اخلاق قرآنیہ کے ساتھ مزین کیا ہے۔

شفیق نے کہا کہ میں امام صاحب کے ساتھ راستہ میں جارہا تھا کہ ایک شخص نے ان کو دیکھا، پھر چھپ رہا اور دوسرا راستہ اختیار کیا تو آپ نے پکارا۔ وہ شخص آپ کے پاس آیا فرمایا تم کیوں اپنی راہ سے بے راہ ہوکر چلے؟ اس نے کہا آپ کا مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہے جس کو زمانہ دراز ہو گیا اور میں تنگدست ہوں، آپ سے شر ماتا ہوں۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ !تمہاری یہ حالت ہے۔ میں نے وہ سب تم کو بخش دیا۔ میں نے اپنے آپ کو اپنے نفس پر گواہ کیا۔ تُومت چھپ اور مجھے معاف کر اس خوف سے جو میری جانب سے تیرے دل میں واقع ہوا۔ شفیق نے کہا تو میں نے جان لیا کہ فی الحقیقت یہ زاہد ہیں۔

فضیل نے کہا کہ امام صاحب کثرتِ افضال وقلّتِ کلام واکرام علم وعلماء کے ساتھ مشہور تھے۔

شریک نے کہا کہ امام صاحب سے جو شخص پڑھتا آپ اس کو غنی فرما دیتے اور اس پر اور اس کے اہل وعیال پر خرچ فرمادیتے۔ پھر جب وہ سیکھ لیتا، فرماتے کہ تجھے بڑی مالداری حاصل ہوئی کہ تو نے حلال وحرام کو پہچان لیا۔

ابراہیم بن عیینہ چار ہزار درہم سے زیادہ قرض کی وجہ سے قید ہوئے تو ان کے بھائیوں نے چاہا کہ چندہ کر کے اس قدر جمع کر لیں۔ جب امام صاحب کے پاس چندہ کے لیے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ لوگوں سے جو کچھ لیا ہے وہ سب واپس کر دیا جائے۔ اور ان کا تمام وکمال قرض اپنے پاس سے ادا کر دیا۔

آپ کے پاس ایک شخص کچھ ہدیہ لایا۔ آپ نے کئی گنا سے اس کا مکافات فرمایا۔ اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ اس قدر مکافات فرمائیں گے تو ہدیہ

حاضر نہ کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ ایسی بات نہ کہو کہ **الفضل للمتقدم**۔ کیا تم نے وہ حدیث نہ سنی جو مجھ سے ہثیم نے بروایت ابی صالح مرفوعا حضور اقدس صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سے روایت فرمایا ؟"جو شخص تمہارے ساتھ بھلائی کرے اس کی مکافات کرو اور اگر مکافات کے لیے کچھ نہ پاؤ تو اس کی تعریف کرو۔" پھر فرمایا کہ یہ حدیث مجھے اپنے تمام اموالِ مملوکہ سے بہت زیادہ محبوب ہے۔

## اٹھار ہویں فصل

## آپ کے زہد اور پرہیزگاری کے بیان میں

ابنِ مبارک نے کہا کہ میں کوفہ میں پہنچا اور پوچھا کہ یہاں سب سے بڑا زاہد کون شخص ہے؟ سب لوگوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔ آپ نے ایک مرتبہ ایک لونڈی لینا چاہی تو دس سال تک،اور روایت میں ہے بیس سال تک، پسند کرتے اور مشورہ لیتے رہے کہ قیدیوں کے کسی گروہ میں سے خریدیں جو شبہہ سے بالکل پاک وصاف ہو۔ میں نے کسی کو آپ سے زیادہ پرہیزگار نہ دیکھا۔ کیا تم قدرت رکھتے ہوایسے شخص کی تعریف کرنے کی جن پر بہت سامال پیش کیا گیا مگر انھوں نے اس کی مطلقاً پرواہ نہ کی۔ نفس پروروں نے آپ کو کوڑوں سے مارا۔ آپ نے آسائش وتکلیف دونوں حالت میں خداے تعالی کی عبادت کی اور اس چیز[یعنی قاضی ہونے کو] کو قبول نہ فرمایا جس کی لوگ خود سے خواہش کرتے ہیں اور اپنے سے چاہتے ہیں۔

مکی بن ابراہیم نے کہا کہ میں کوفہ والوں کے پاس بیٹھا تو ان میں سے کسی شخص کو امام صاحب سے زیادہ پرہیزگار نہ دیکھا۔

حسن بن صالح فرماتے ہیں کہ امام صاحب بہت بڑے پرہیزگار تھے حرام سے ڈرتے صرف شبہہ کی وجہ سے بہت حلال کو بھی چھوڑتے تھے۔ میں نے کسی فقیہ کو

آپ سے زیادہ اپنی جان اور علم کا بچانے والا نہ دیکھا اور تا دم مرگ آپ نے اسی پرہیزگاری اور کوشش کے ساتھ زندگی بسر فرمائی۔

نصر بن محمد نے کہا کہ میں نے کسی کو امام صاحب سے زیادہ پرہیزگار نہ دیکھا۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ میں نے ہزار استادوں سے علم سیکھا اور لکھا مگر امام صاحب کو ورع اور حفظ لسان میں سب سے بڑھا چڑھا پایا۔

حسن بن زیادہ کہتے ہیں بخدا امام صاحب نے کبھی کسی خلیفہ کا کوئی تحفہ، کوئی ہدیہ قبول نہ فرمایا۔ آپ نے اپنے شریک کے پاس تجارت کا مال بھیجا جس میں ایک کپڑا عیب دار تھا اور فرمایا کہ اس کو بیچیں تو عیب کو بیان کریں۔ انھوں نے بیچ دیا مگر عیب کو بیان کرنا غلطی سے بھول گئے اور یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس شخص نے خریدا ہے۔ جب امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو آپ نے پوری قیمت صدقہ فرمادی جو تیس ہزار (۳۰۰۰۰) درہم تھی اور اپنے شریک سے جدا ہوگئے۔

وکیع نے ذکر کیا کہ امام صاحب نے اپنے نفس پر لازم کر لیا تھا کہ اگر کلام میں سچی بات پر بھی خدا کی قسم کھائیں گے تو ایک درہم صدقہ کریں گے۔ ایک مرتبہ قسم کھائی تو ایک درہم صدقہ کیا۔ پھر اپنے نفس پر لازم کیا کہ اب اگر قسم کھائیں گے تو ایک دینار صدقہ کریں گے تو جب کبھی قسم کھاتے ایک دینار صدقہ فرماتے۔

حفص نے کہا کہ میں تیس (۳۰) سال تک امام صاحب کی خدمت میں رہا تو کبھی نہیں دیکھا کہ جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کیا ہو۔ آپ کی عادت کریمہ تھی کہ جب کبھی کسی چیز میں ذرا سا بھی شبہہ ہوتا تو اس کو علیحدہ فرما دیتے اگر چہ آپ کا تمام مال ہوتا۔

سہل بن مزاحم نے کہا ہم آپ کے یہاں آتے جاتے تھے تو آپ کے کاشانہ

میں سوائے چٹائیوں کے اور کچھ نہ دیکھتے۔

کسی نے آپ سے کہا کہ دنیا آپ پر پیش کی جاتی ہے اور آپ عیالدار ہیں (پھر کیوں نہیں قبول فرماتے؟) فرمایا کہ اللہ تعالی عیال کے لیے ہے، ہمارا خرچ مہینہ بھرمیں دو درہم ہے تو کیا فائدہ ہے کہ ہم اولاد کے لیے مال جمع کریں کہ وہ لوگ اطاعت کریں یا معصیت اور باز پرس مجھ سے ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالی کی روزی دونوں فریق کے لیے صبح آتی،شام کو جاتی ہے۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔ (وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ * الذاریات: ۲۲)

آپ کے بعض شاگرد حج کو گئے اور آپ کے پاس اپنی لونڈی چھوڑگئے۔ وہ چار مہینہ تک سفرمیں رہے۔ جب واپس آئے، پوچھا" آپ نے اس کو کیسا پایا"؟ فرمایا جس شخص نے قرآن پڑھا اور لوگوں کے دین کی حفاظت کی اس کو ضرورت ہے کہ اپنے نفس کو فتنہ سے بچائے۔ بخدا جب سے تم گئے اس وقت سے تمہاری واپسی تک میں نے اس کو کبھی نہ دیکھا تو اس شخص نے اس لونڈی سے امام صاحب کے اخلاق کو پوچھا۔ اس نے کہا کہ میں نے ان جیسا نہ سنا،نہ دیکھا۔ میں نے ان کودن رات میں کبھی جنابت سے غسل کرتے نہ دیکھا، نہ کبھی دن میں افطار کرتے دیکھا۔ آخر شب میں تھوڑا سا کھانا کھاتے اور ذرادیر کو سو رہے پھر نماز کو تشریف لے جاتے۔

امام صاحب کے پاس ایک عورت ایک ریشمیں کپڑا لائی جس کو وہ سو میں بیچتی تھی۔ فرمایا یہ سوسے زیادہ کا ہے کیا قیمت لے گی تو ؟اس نے ایک ایک سو بڑھانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ چار سو کیا۔ آپ نے فرمایا وہ اس سے بھی زیادہ کا ہے۔ اس نے کہا کیا آپ مجھ سے مذاق فرماتے ہیں؟ فرمایا کہ کسی مرد کو بلا لاو۔ وہ مرد کو بلا لائی۔ اس سے امام صاحب نے اس کپڑے کو پانچ سو درہم میں خریدا۔

امام صاحب فرماتے اگر خدا تعالی کا خوف اور اس بات کاڈر نہ ہوتا کہ علم ضائع ہوجائے گا تو میں کسی شخص کو فتوی نہ دیتا کہ انھیں تو آرام ہواور مجھ پر گناہ ہو۔

جب بغداد میں اس واقعہ میں محبوس ہوئے،جس کا بیان آتا ہے، تو اپنے صاحبزادہ حماد کے پاس کہلا بھیجا کہ میرا قوت ہر مہینے میں دو درہم ہے۔ایک بار ستو اور ایک بار روٹی کے لیے؛ اور اب میں قید ہوں تو اس کو جلد میرے پاس بھیج دو۔

ایک مرتبہ کوفہ کی بکریوں میں ایک چھینی ہوئی بکری مل گئی۔ لوگوں سے دریافت فرمایا کہ کتنے دنوں[ تک] بکری زندہ رہتی ہے۔لوگوں نے کہا سات سال تک۔امام صاحب نے سات سال تک بکری کا گوشت نہ کھایا۔

اسی زمانہ میں بعض فوجیوں کو دیکھا کہ انھوں نے گوشت کھا کر اس کا بقیہ کوفہ کی نہر میں ڈال دیا۔ آپ نے مچھلی کی عمر در یافت فرمائی۔لوگوں نے کہا اتنے سال۔ آپ نے اتنے زمانہ تک مچھلی کا کھانا چھوڑ دیا۔

ہمارے بعض حضرات آئمہ شافعیہ یعنی استاذ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالی نے اپنے رسالہ[۱] کے باب التقوی میں فرمایا ہے کہ امام صاحب اپنے قرض دار کے درخت کے سایہ میں بیٹھنے سے بھی بچتے تھے اور فرماتے جس قرض سے نفع ہو وہ سود ہے۔اسی کے موافق یزید بن ہارون کا قول ہے کہ میں نے کسی کو امام صاحب سے زیادہ پرہیز گار نہ دیکھا۔ میں نے ایک دن ان کو ایک شخص کے دروازہ کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں نے کہا اگر حضور اس سایہ میں تشریف لے جاتے تو اچھا ہوتا۔ فرمایا مالک مکان پر میرا قرض ہےاور میں نہیں چاہتا کہ اس سے نفع حاصل کروں اور اس کے مکان کے سایہ میں بیٹھوں۔یزید نے کہا کہ اس سے بڑھ کر پرہیز گاری اور کیا ہو گی۔

---

(۱)یہ رسالہ سادات صوفیہ قدسنااللہ باسرارہم کے حالات وغیرہ میں اعظم تصنیفات سے ہے۔منہ

ایک روایت میں ہے کہ جب اس مکان کے سایہ میں بیٹھنے سے رُکے تو کسی نے اس کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ مالک مکان پر میرا قرض ہے میں پسند نہیں کرتا کہ اس کی دیوار کے سایہ میں بھی بیٹھوں کہ یہ بھی تحصیل منفعت ہے مگر میں اور لوگوں پر اس بات کو واجب نہیں جانتا ہوں لیکن عالم کو ضرور ہے کہ جس بات کی طرف لوگوں کو بلائے اس سے زیادہ خُود کرے۔

ان کے علاوہ امام صاحب کے ورع وپرہیز گاری کی روایتیں بہت زیادہ ہیں۔

## انیسویں فصل

## آپ کے امانت دار ہونے کے بیان میں ہے

کسی شخص نے شام میں حکم بن ہشام ثقفی سے کہا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی حالت بیان کیجئے۔ فرمایا وہ سب سے زیادہ امانت دار تھے۔ بادشاہ نے چاہا کہ اپنے تمام خزانوں کی کنجیوں کا متولی کردے اور اگر اس کو پسند نہ کریں گے تو کوڑا کھائیں گے۔ امام صاحب نے کوڑا کھانے کی حتمی تکلیف کو اللہ تعالیٰ کے احتمالی عذاب پر پسند فرمایا۔ اس شخص نے حکم بن ہشام سے کہا کہ جیسی تعریف آپ کر رہے ہیں اس قسم کی تعریف کسی کو کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا۔ فرمایا بخدا وہ ایسے ہی ہیں۔

وکیع نے کہا امام ابو حنیفہ بہت بڑے امانتدار تھے۔ ابونعیم اور فضل بن دکین نے کہا کہ امام صاحب دیانتدار اور بڑے امانت شعار تھے۔

## بیسویں فصل

## آپ کے وفور عقل کے بیان میں ہے

خطیب نے ابن مبارک سے روایت کی کہ میں نے کسی شخص کو امام صاحب سے زیادہ عقلمند نہ دیکھا۔

ہارون الرشید سے مروی ہے کہ ان کے سامنے امام صاحب کا تذکرہ ہوا۔ہارون الرشید نے امام صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کے حق میں دعاے رحمت کی اور کہا کہ وہ عقل کی آنکھ سے وہ چیز دیکھتے تھے جو دوسرا سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

علی بن عاصم سے روایت ہے اگر امام ابو حنیفہ کی عقل روے زمین والوں کی عقلوں سے تولی جائے تو ضرور امام کی عقل راجح ہو۔

محمد بن عبد اللہ انصاری سے ہے کہ امام صاحب کی بات چیت، کام کاج،چلنے پھر نے، آنے جانے میں ان کی عقل کا پتہ چلتا تھا۔

خارجہ سے روایت ہے کہ میں ایک ہزار (۱۰۰۰) علماء سے ملا توان میں تین چار آدمیوں کو عقلمند پایا۔ان میں سے ایک امام صاحب کو ذکر کیا۔

یزید بن ہارون سے مروی ہے کہ میں بہت لوگوں سے ملا توان میں کسی کو امام صاحب ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالی سے عقل،فضل، ورع میں زیادہ نہ پایا۔

امام ابو یوسف نے فرمایا میں نے کسی کو عقل میں کامل، مروّت میں پورا،امام صاحب سے بڑھ کر نہ دیکھا۔

یحیی بن معین نے کہا کہ امام صاحب اس سے زیادہ عقل مند ہیں کہ غلط بات کہیں۔ میں نے کسی کو وصف کرتے ہوئے اس سے بڑھ کر نہ دیکھا جو ابن مبارک آپ کی تعریف کرتے اور ان کی بھلائی کا ذکر فرماتے۔

آپ کے صاحبزادے حماد نے روایت کیا کہ امام صاحب اپنے کپڑے کو گوٹ مارے ہوئے مسجد میں بیٹھے تھے کہ آپ کی گو دمیں چھت سے ایک بہت بڑا سانپ گرا۔ بخدا نہ انھوں نے حرکت کی، نہ اپنی جگہ سے کچھ کھسکے اور نہ آپ کی حالت بدلی۔ پھر پڑھا’’ ہرگز نہیں پہنچ سکتا مگر جو خدا نے ہمارے لیے لکھا ہے۔‘‘ پھر اس کو

بائیں ہاتھ میں لے کر پھینک دیا۔

امام شافعی علیہ الرّحمہ نے فرمایا نہیں جنی کوئی عورت کسی ایسے شخص کو جو امام صاحب سے زیادہ عقلمند ہو۔

بکر بن جیش نے کہا اگر امام صاحب کے زمانہ کے تمام لوگوں کی عقلیں اور امام صاحب کی عقل جمع کی جاتی تو امام صاحب کی عقل ان سب لوگوں کی عقلوں پر راجح ہوتی

## اکیسویں فصل

## آپ کی فراست کے بیان میں ہے

ایک دفعہ آپ نے اپنے اصحاب کے لیے چند ہونے والی باتیں بیان فرمائیں تو وہ اسی طرح ہوئیں جس طرح آپ نے فرمایا تھا۔ازانجملہ:

امام زفر اور داود طائی ہیں۔ان سے فرمایا کہ تم مخلی بالطبع ہوکر عبادت کروگے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ کے لیےفرمایا تھا کہ تم دنیا کی طرف مائل ہوگے تو ویسا ہی ہوا۔ فرمایا کہ جب کسی کو لمبے سروالا دیکھو تو جان لوکہ احمق ہے۔

کسی نے پوچھا آپ نے علماے مدینہ کو کیسا پایا؟ فرمایا ان میں اگر کوئی شخص فلاح یاب ہے تو گورے چٹے رنگ والے یعنی امام مالک ابن انس ہیں۔ٹھیک کہا اور سچ فرمایا۔اس لیے کہ امام مالک کا علم وفلاح میں وہ رتبہ ہوا کہ مدینہ شریف میں کوئی عالم ان کا ہم پلّہ نہ ہو۔

فرمایا کہ جب کسی شخص کو اچھے حافظہ والا دیکھو تو اس کی جمع کردہ حدیث کے ساتھ تمسک کرو اور جب کسی شخص کو لمبی داڑھی والا دیکھو تو یقین کر لوکہ وہ بیوقوف ہے اور جب کسی دراز قامت کو عقلمند پاؤ تو اس کو غنیمت جانو اس لیے کہ طویل القامت بہت کم عقلمند ہوتے ہیں۔

جب خلیفہ منصور کے در بار میں سفیان ثوری، مسعر، امام ابو حنیفہ اور شریک رحمھم اللہ تعالی بلائے گئے، امام صاحب نے فرمایا کہ ہم تم لوگوں کے بارے میں انداز سے ایک بات کہتے ہیں۔ میں تو کسی حیلہ سے بچ جاؤں گا اور سفیان راستہ سے بھاگ جائیں گے اور مسعر مجنوں بن جائیں گے اور شریک قاضی بنائے جائیں گے۔ تو جب سب سے پہلے سفیان نے کہا کہ میں قضا حاجت کو جاتا ہوں ایک پولیس ان کے ساتھ چلا۔ ایک دیوار کی آڑ میں بیٹھے کہ ادھر سے کانٹوں کی ایک کشتی گذری۔ سفیان نے کشتی والوں سے کہا کہ یہ آدمی جو دیوار کے پیچھے کھڑا ہے مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ لوگوں نے کہا کشتی میں چلے آیئے۔ آپ تشریف لے گئے اور کشتی میں سوار ہوئے۔ لوگوں نے آپ کو کانٹو ں میں چھپالیا۔ پولیس کے پاس ہوکر کشتی گذری۔ اس نے آپ کونہ دیکھا۔ جب دیر ہوئی تو اس نے آپ کوپکارا کہ اے عبد اللہ !کچھ جواب نہ آیا۔ جب اس نے آپ کو دیکھا تو آپ کونہ پایا۔ اپنے ساتھی کے پاس واپس گیا۔ اس نے اس شخص کو مارا اور گالی دی۔ جب وہ تینوں خلیفہ کے پاس پہنچے، سب سے پہلے مسعر ملے اور مصافحہ کیا اور پوچھا امیر المؤمنین آپ کا کیا حال ہے؟ آپ کی لونڈیاں کیسی ہیں؟ چو پائے آپ کے کیسے ہیں ؟اے امیر المؤمنین آپ مجھے قاضی بنا دیجئے! ایک شخص جو اُن کے پاس کھڑاتھا بولا کہ یہ مجنوں ہیں۔ خلیفہ نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ ان کونکال دو۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ کو بلایا آپ تشریف لے گئے اور فرمایا اے امیر المؤمنین میں نعمان بن ثابت بن مملوک،ریشمی پارچہ فروش کالڑکا ہوں۔ کوفہ والے اس کو پسند نہ کریں گے کہ ایک ریشمی پارچہ فروش کا لڑکا ان پر حاکم ہو۔ اس نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ اس کے بعد شریک نے کچھ معذرت کرنی چاہی۔ خلیفہ نے کہا خاموش رہیے اب آپ کے سواکون باقی رہا۔ اپنا عہدہ لیجئے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے نسیان بہت

ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ لبان چبایا کیجئے۔ کہا مجھ میں خفتِ عقل ہے۔ کہا کچہری آنے کے قبل فالودہ بنا کر کھالیا کیجئے۔ بولے تو میں ہر آنے والے جانے والے پر حکومت کروں گا۔ خلیفہ نے کہا اگر چہ میر الڑکا ہو اس پر بھی تم حاکم ہو۔تب کہا خیر میں قاضی بنوں گا۔تو اس واقعہ میں وہی ہوا جو امام صاحب نے فرمایا تھا۔

ایک شخص مسجد میں آپ کے پاس سے گذرا آپ نے از روے فراست سمجھا کہ یہ ایک مسافر ہے، جس کی آستین میں مٹھائی ہے، لڑکوں کو پڑھایا کرتا ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ یہ تینوں باتیں ٹھیک ہیں۔کسی نے آپ سے وجہ دریافت کی فرمایا کہ میں نے اس کو دیکھا کہ اپنے داہنے بائیں دیکھا کرتا ہے اور یہ مسافر کی شان ہوتی ہے اور یہ دیکھا کہ اس کی آستین پر مکھیاں بیٹھی ہیں اور میں نے دیکھا کہ لڑکوں کو دیکھا کرتا ہے۔

## بائیسویں اور تئیسویں

## فصل آپ کے غایت درجہ ذکی ہونے اور مشکل مسائل کے مسکّت جوابات میں

(ا) آپ کے مخالفین میں سے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جنت کا امیدوار نہ ہو، نہ دوزخ سے ڈرتا ہو، نہ پروردگار سے، اور مُردار کھا تا ہے،بے رکوع وسجود نماز پڑھتا ہے،بن دیکھی بات پر گواہی دیتا ہے، سچی بات کو ناپسند کرتا ہے،فتنہ کو دوست رکھتا ہے، رحمت سے بھاگتا ہے، یہود ونصاری کی تصدیق کرتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے اس شخص کا علم ہے؟ اس نے کہا نہیں،مگر میں نے اس سے زیادہ برا کسی کو نہ دیکھا اس لیے آپ سے سوال کیا۔ امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا کہ ایسا شخص بہت ہی برا ہے، یہ صفت کافر کی ہے۔ آپ نے

تبسّم فرمایا اور ارشاد کیا کہ وہ شخص خداے تعالی کا سچا دوست ہے۔اس کے بعد اس شخص سے کہا کہ اگر اس کا جواب بتادوں تو تُو میری بدگوئی سے باز رہے گا اور جو چیز تجھے نقصان پہنچائے گی اس سے بچے گا؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا وہ شخص ربّ جنت کی امید رکھتا ہےاور ربّ نار سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالی سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ اپنی بادشاہت میں کہ اس پر ظلم کرے،مردہ مچھلی کھا تا ہے، جنازہ کی نماز پڑھتا ہے، نبی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم پر درود پڑھتا ہے،اَن دیکھی بات پر گواہی دینے کے یہ معنی ہیں کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمّد مصطفی صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں،اور وہ ناپسند کرتا ہےموت کو جو حق ہے تا کہ اللہ تعالی کی فرماں برداری کرے، اور مال و اولاد فتنہ ہے جس کو دوست رکھتا ہے، رحمت بارش ہے۔یہود کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے (لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ * البقرة: ۱۱۳) اور نصاریٰ کی اس قول میں تصدیق کرتا ہے (لَيْسَتِ الْيَهُود عَلَى شَيْءٍ * البقرة: ۱۱۳)۔جب اس شخص نے یہ پر مغز اور مسکّت جواب سنا تو کھڑا ہوا اور امام صاحب کے سر مبارک کا بوسہ دیا اور کہا کہ میں قسم کھا کے گواہی دیتا ہوں کہ آپ حق پر ہیں۔

(۲) جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو امام صاحب نے فرمایا کہ اگر یہ لڑکا مرجائے توروے زمین پرکوئی شخص اس کا قائِم مقام نہ ہوگا۔جب امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو صحت ہوئی ان میں خود پسندی آگئی اور فقہ پڑھانے کی اپنی مجلس علیحدہ قائِم کی۔لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔امام صاحب علیہ الرحمہ کو اس کی خبر ہوئی تو بعض حاضرین سے فرمایا:"ابو یوسف کی مجلس میں جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس صُورت میں کہ ایک شخص نے دھوبی کو میلا کپڑا دیا کہ دو

درہم ہیں دھودے۔ کچھ دنوں کے بعد اس نے کپڑا مانگا۔ دھوبی نے انکار کیا۔ اس کے بعد اس شخص نے پھر مانگا۔ دھوبی نے دھلا ہوا کپڑا اس کو دیا تو اس کپڑے کی دھلائی اس شخص کے ذمہ واجب ہوگی یا نہیں۔ اگر جواب دیں کہ ہاں اس دھوبی کو اجرت ملنی چاہیئے تو کہیو کہ آپ نے غلطی کی ہے اور جو کہیں کہ اس کو اجرت نہ ملنی چاہیے تو کہیو کہ آپ سے غلطی ہوئی ہے۔" پس وہ شخص امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام ابو یوسف صاحب نے فرمایا "ہاں واجب ہے۔" اس نے کہا آپ نے غلط کہا۔ اس کے بعد کچھ دیر سوچ کر فرمایا "نہیں" اس شخص نے کہا "آپ نے غلطی کی۔" اسی وقت امام ابو حنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ شاید دھوبی والے مسئلہ کی وجہ سے آئے ہو۔ امام ابو یوسف نے کہا "حضورہاں۔" فرمایا سبحان اللہ! جو شخص مفتی بن جائے،لوگوں کو فتوے دینے بیٹھے،دین الہی کاہا دی بنے اور رتبہ اس کا اتنا ہو کہ ایک مسئلہ اجارہ کا بھی نہ معلوم ہو۔ امام ابو یوسف نے عرض کی مجھے بتایئے۔ فرمایا اگر اس نے غصب کے قبل دھویا تو اجرت واجب ہے، اس لیے کہ اس نے مالک کے لیے دھویا اور اگر بعد غصب و انکار دھویا تو اجرت کا مستحق نہیں کیونکہ اس نے اپنے لیے دھویا ہے۔

(۳) امام صاحب اور دیگر علماء کے ساتھ ایک دعوت ولیمہ میں تشریف لے گئے جس نے اپنی دوبیٹیوں کا عقد دو بھائیوں سے کرد یا تھا۔ ولی مکان سے باہر آیا اور کہا کہ ہم لوگ سخت مصیبت میں پڑگئے، رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں اور ایک شخص دوسری عورت سے ہم بستر ہوا ہے۔ سفیان نے کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ نے اسی قسم کا ایک سوال بھیجا تھا۔ مولا علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ہر شخص پر صحبت کی وجہ سے مہر واجب ہے اور ہر عورت اپنے شوہر

کے پاس چلی جائے۔لوگوں نے اس جواب کو پسند کیا۔امام صاحب خاموش تھے۔مسعر نے امام صاحب سے کہا آپ فرمایئے۔سفیان نے کہا اس کے سوا اور کیا کہیں گے۔امام صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس دو نوں لڑکوں کو لاؤ۔دو نوں حاضر کیے گئے۔آپ نے ہر ایک سے پوچھا کہ رات جس عورت کے پاس تم رہے ہو وہ تم کو پسند ہے؟ دونوں نے کہا کہ ہاں۔آپ نے فرمایا کہ اس عورت کا نام کیا ہے جو تمہارے بھائی کے پاس رہی ہے؟اس کہا فلانہ ہے۔فرمایا ہر ایک اپنی اپنی بیوی کو، کہ غیر کے پاس رہی ہے، طلاق دے دے اور جو عورت اس کے پاس سوئی ہے اس سے شادی کر لے۔لوگوں نے آپ کے اس جواب کو بہت وقعت وعزّت سے دیکھا۔مسعر کھڑے ہوئے اور آپ کی پیشانی کا بوسہ دیا اور کہا کہ کیا تم لوگ ایسے شخص کی محبّت پر مجھے ملامت کرتے ہو؟ سفیان چپ تھے کچھ نہ بولے۔

(تنبیہ) جو جواب سفیان نے حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کا بیان کیا وہ اس جواب کے مخالف نہیں جو امام صاحب نے فرمایا۔یہ دو نوں حکم قطعا حق ہیں۔ سفیان کے جواب کی توجیہہ یہ ہے کہ یہ دو نوں وطی وطی بشبہ ہے جس میں مہر واجب ہوتا ہے اور اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔امام صاحب نے جو جواب عنایت فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو سفیان کا جواب اگر چہ ٹھیک تھا مگر اس میں بہت سی خرابیوں کا احتمال تھا کہ ہر عورت اگر اپنے شوہر کے پاس چلی آئے، حالانکہ وہ دوسرے سے ہم صحبت ہوچکی ہے اور اس کی محاسن باطنہ پر دوسرا مطلع ہوچکا ہے، تو خوف ہے کہ ہر ایک کا دل اس کے ساتھ معلق ہوچکا ہو اور جب وہ اس سے چھن کر دوسرے کو مل جائے تو شائد اس کی محبّت اس کے دل سے نہ جائے۔تو مقتضاے حکمت ظاہرہ وہی تھا جو اللہ تعالی نے امام صاحب کو الہام فرمایا۔اگر وہ دونوں موافق فتوی سفیان اس طرح

رہتے تو اس میں جو خرابی تھی اس پر مطلع ہوکر حکم دیا کہ ہر شخص اپنی اس بیوی کو جس سے غیر ہم صحبت ہوچکا ہے، طلاق دے دے اور ہر ایک اپنی موطوہ سے نکاح کرلے اور اس میں عِدّت کی ضرورت نہیں کہ وطی بشبہ کی وجہ سے عدّت واجب نہیں۔ موطوہ بالشبہ سے نکاح کر سکتا ہے اور اس مصلحت ظاہرہ کی سبب سے کسی نے کچھ کلام نہ کیا اور سفیان بھی خاموش ہور ہے۔لوگوں نے اس جواب کو بہت پسند کیا یہاں تک کہ مسعر بن کدام نے اسی جواب کی وجہ سے امام صاحب کی پیشانی کا بوسہ دیا۔

(۴) امام صاحب ایک ہاشمی سیّد کے جنازہ میں تشریف لے گئے جس میں اور معززین کوفہ وعلماے کرام بھی شریک تھے۔ اس کی ماں ننگے سر منہ کھولے ہوئے غایت غم سے باہر نکلی اور اس پر اپنا کپڑا ڈال دیا۔ یہ حال دیکھ کر اس کے شوہر نے قسم کھائی کہ واپس ہوجا ورنہ طلاق ہے۔ اس عورت نے قسم کھائی کہ اگر بغیر نماز ہوئے واپس جاؤں تو میری سب مملوک آزاد ہیں۔ تو سب لوگ ٹھہر گئے اور کسی نے کچھ کلام نہ کیا۔ اس کے باپ نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس سے اور اس کی بیوی سے ان کی قسم دہرانے کو کہا۔ پھر حکم دیا کہ نماز پڑھی جائے۔ اس کے بعد اس عورت کو واپس جانے کے لیے فرمایا۔ ابن شرمہ نے کہا کہ عورتیں عاجز ہیں کہ آپ ایسا ذکی لڑکا جَنیں، آپ کو علم میں کوئی تکلیف نہیں۔

(۵) کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں اپنی دیوار میں کھڑکی کھولنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا کھولو، مگر اپنے پڑوسی کے گھر کی طرف مت جھانکو۔ جب اس نے کھڑکی کھولی اس کے پڑوسی نے ابن ابی لیلے کے پاس شکایت کی۔ انھوں نے منع کیا۔ پھر وہ شخص امام صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا تم دروازہ کھولو۔ ابن ابی لیلے نے پھر بھی منع کیا۔ وہ پھر امام صاحب کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا تیری دیوار کتنے کی

ہے؟ اس نے کہا تین اشرفی کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو دیوار ڈھا دے، تجھے تین اشرفی میں دوں گا۔ وہ شخص اپنی دیوار گرادینے کے ارادہ سے آیا۔ پڑوسی نے پھر ابن ابی لیلے کے پاس شکایت کی۔ فرمایا کہ وہ اپنی دیوار ڈھا تا ہے اور تو مجھے کہتا ہے کہ اس کو منع کروں۔ اس کے بعد مدعا علیہ سے کہا جا دیوار ڈھا دے، جو چاہے کر۔ اس کے پڑوسی نے کہا کہ کھڑکی کھولنا اس سے آسان ہے۔ ابن ابی لیلے نے کہا جب وہ ایسے شخص کے پاس جاتا ہے جو میری غلطیوں کو ظاہر کرتا ہے تو جب غلطی معلوم ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

(٦) ابن مبارک نے پوچھا کہ کسی شخص کے دو درہم ایک دوسرے شخص کے ایک درہم میں مل گئے۔ پھران میں دو گم ہوگئے۔ یہ نہیں معلوم کہ کون سے دو گم ہوگئے ؟آپ نے فرمایا جو درم باقی رہ گیا اس میں ۲/۳ اس کا ہے جس کے دو درم تھے اور ۱/۳ اس کا ہے جس کا ایک درم تھا۔ ابن مبارک نے کہا کہ میں نے ابن شرمہ سے یہ مسئلہ پوچھا تو انھوں نے کہا کہ یہ سوال آپ نے کسی سے دریافت کیا ہے؟ میں نے کہا امام ابو حنیفہ سے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے یہ فرمایا کہ جو درہم باقی رہا ہے وہ دونوں کا ہے تین حصّے ہو کر۔ میں نے کہا: ہاں۔ بولے کہ بندۂ خدا نے خطا کی کیونکہ دو درم جو گم گئے ایک کے متعلق تو اس بات کا علم یقینی ہے کہ وہ دو والے کا تھا اور دو سرا درم دونوں کا، تو باقی یہی دونوں کے در میان نصفا نصف ہو کر رہے گا۔ میں نے اس جواب کو پسند کیا۔ پھر میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے ملا۔ جن کی عقل اگر نصف روے زمین والوں سے تولی جائے تو ضرور امام صاحب کی عقل ان سبھوں کی عقل سے وزنی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ ابن شبرمہ سے تم ملے تھے؟ انھوں نے آپ کو یہ جواب دیا تھا کہ یہ تو یقینا معلوم ہے کہ دو درہم

میں سے ایک درم گم ہوگیا ہے اور جو درم گم نہیں ہوا وہی باقی بچا ہے تو وہ دونوں شخصوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ میں نے کہا کہ ہاں آپ نے فرمایا کہ جب تینوں درم مل گئے تو ہر ایک میں ان دونوں کی شرکت اثلاثا ہوگئی تو ایک درم والے کے لیے ہر درم میں ایک حصّہ تہائی اور دو درم والے کے لیے ہر درم میں دو تہائی حصّہ ہوا تو جو درم گمے گا موافق حصّہ شرکت، ہر ایک کا حصّہ گمے گا۔ اس لیے باقی میں ایک حصّہ اور دو حصّہ رہے گا۔

تنبیہ: امام صاحب نے جو فرمایا یہ ظاہر ہے اس شخص کے نزدیک جو اس بات کو مانتا ہے کہ عدم تمیز کے ساتھ اختلاط میں شرکت علی الشیوع (مال مشترک) کی تقسیم واجب ہے۔ ابن شبرمہ نے جو کچھ کہا اس کی وجہ اس شخص کے نزدیک ہے جو شرکت نہیں مانتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دو درہموں میں سے ایک جو گم ہوگیا یقینی دو درم والے کا ہے۔ اب دونوں کا ایک ایک درم رہ گیا اور موجود ایک درم ہے جس میں احتمال ہے کہ اس کا ہویا اس کا؟ اور کسی کے لیے مرجح نہیں۔ اس لیے وہ باقی درم نصفا نصف تقسیم کیا جائے۔

(۷) امام صاحب کے پڑوس میں ایک جوان رہتا تھا۔ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور ایسی قوم کے یہاں شادی کے بارے میں مشورہ چاہا جس کی فرمائشات اس کی طاقت سے باہر تھیں۔ آپ نے استخارہ کے بعد اس کو شادی کے لیے رائے دی۔ اس شخص نے شادی کرلی۔ اس کے بعد لڑکی والوں نے بے ادائے کل مہر، رخصت کرنے سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا ایک ترکیب کر۔ کسی سے قرض لے کر اپنی بی بی کے پاس جا۔ منجملہ اور قرض دینے والوں کے آپ نے بھی اس کو قرض دیا۔ جب ہم بستر ہوچکا تو امام صاحب نے اس شخص سے فرمایا کیوں نہیں اپنے سسرال والوں سے یہ ظاہر

کرتا ہے کہ ہم اپنی اہلیہ کو لے کر ایک دور دراز جگہ جانا چاہتے ہیں اس نے ایسا ہی کیا۔ یہ عورت والوں کو بہت ناگوار ہوا۔ وہ لوگ امام صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور اس شخص کی شکایت کی اور اس بارے میں فتوی چاہا۔ آپ نے فتوی دیا کہ شوہر کو اختیار ہے کہ جہاں چاہےاپنی بی بی کو لے جائے۔ ان لوگوں نے کہا یہ ہم سے نہیں ہوسکتا کہ اس لڑکی کو چھوڑ دیں کہ اس شخص کے ساتھ باہر جائے۔ آپ نے فرمایا تو جو کچھ تم نے ان سے لیا ہے اس کو واپس کر کے اس شخص کو راضی کرو۔ وہ لوگ اس پر راضی ہوئے۔ امام صاحب نے اس شخص کو کہا کہ وہ لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ جو کچھ مہر لیا ہے وہ واپس کردیں اور باقی تجھے معاف کردیں۔ اس نے کہا کہ میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں۔ تب آپ نے اس شخص سے فرمایا۔ تجھے یہ پسند ہے یا یہ کہ کسی شخص کے دَین کا اقرار کرے کہ نا ادا کاری سفر ناممکن ہو؟ اس نے عرض کی خدا کے واسطے اس کا ذکر بھی نہ کیجئے ورنہ وہ لوگ سن پائیں گے تو مجھے کچھ بھی نہ دیں گے۔

(٨) آپ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اور کہا میرا بھائی مرگیا اور چھ سو دینار ترکہ چھوڑا ہے، مجھے اس میں سے صرف ایک دینار ملا ہے۔ آپ نے فرمایا تمہارے حصوں کو کس نے تقسیم کیا؟ عرض کی داود طائی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے۔ آپ نے فرمایا بے شک تیرا ایک ہی دینار ہے، تیرے بھائی نے دولڑکیاں، ماں، بی بی، بارہ بھائی ایک بہن کو چھوڑا ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تو اسی طرح مسئلہ ہو گا۔

(ثلثیں یعنی ٤٠٠ دینار دو نوں لڑکیوں کا ہے، ١٠٠دینار ماں کا، ثمن ٧٥ دینار بی بی کا، باقی پچیس میں دو دو بارہ ١٢ بھائیوں کے اور ایک بہن کا)

(٩) ایک دن آپ قاضی ابن ابی لیلے کی مجلس قضا میں تشریف لے گئے۔ قاضی صاحب نے متخاصمین کو آنے کے لیے فرمایا کہ اپنا فیصلہ امام صاحب کودکھائیں۔ ایک

شخص کھڑا ہوا اور دوسرے پر دعوی کیا کہ اس نے مجھے "یا ابن الزانیہ" کہا ہے۔ قاضی صاحب نے مدعا علیہ سے فرمایا تم کیا جواب رکھتے ہو؟ امام صاحب نے فرمایا آپ اس شخص کے مقابلہ میں کیا پوچھتے ہیں؟ یہ تو مدعی ہونے کا حق دار نہیں۔ مدعیہ اس کی ماں کو ہونا چاہیے تو کیا اس کی جانب سے اس کی وکالت ثابت ہے؟ قاضی صاحب نے فرمایا نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا تو اس سے پوچھیے کہ اس کی ماں زندہ ہے یا مردہ ؟ انھوں نے پوچھا۔ اس نے کہا کہ مردہ ہے؟ کہا گواہ لاؤ۔ اس نے اس کی موت پر گواہ قائم کیے۔ قاضی صاحب نے پوچھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مدعی سے پوچھئے کہ اس کی ماں کا اور کوئی بھی وارث ہے یا نہیں؟ قاضی صاحب نے پوچھا۔ اس نے کہا نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا اسے گواہی سے ثابت کرو۔ اس نے گواہوں سے ثابت کیا۔ پھر قاضی صاحب نے مدعا علیہ سے دریافت فرمایا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ مدعی سے دریافت کیجئے کہ ماں اس کی حرہ [آزاد] ہے یا باندی؟ اس نے کہا حرہ ہے۔ آپ نے فرمایا ثابت کرو۔ اس نے ثابت کیا۔ پھر قاضی صاحب نے مدعا علیہ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ مدعی سے پوچھئے کہ اس کی ماں مسلمان ہے یا ذمّیہ ؟ کہا مسلمان ہے۔ فرمایا گواہ لاؤ۔ اس نے گواہوں سے ثابت کیا۔ امام صاحب نے فرمایا اب مدعا علیہ سے دریافت کیجئے۔

(۱۰) جب قتادہ کوفہ میں تشریف لائے، فرمایا کہ مجھ سے جو کوئی مسئلہ حرام وحلال کا دریافت کرے گا اس کا جواب دوں گا۔ امام صاحب نے پچھوا یا کیا فرماتے ہیں؟ اس شخص کے بارے میں جو اپنی بی بی سے غائب ہو گیا اور کئی سال تک غائب رہا یہاں تک کہ اس کے مرنے کی خبر آئی۔ اس کے مرنے کو مظنوں جان کر دوسری شادی کر لی۔ جس سے اولاد بھی پیدا ہوئی۔ پہلے شوہر نے اس لڑکے سے انکار کیا اور دوسرے نے دعوی کیا۔ تو کیا دونوں نے اسے تہمت زنا کی لگائی یا صرف انکار کرنے

والے نے؟ امام صاحب نے فرمایا اگر اس کا جواب راے سے دیں گے تو خطا کریں گے اور اگر حدیث سے دیں گے تو غلط کہیں گے۔ قتادہ نے کہا ایسا واقع ہوا ؟لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا جوبات ابھی ہوئی نہیں اس کے متعلق کیوں پوچھتے ہو؟ امام صاحب نے فرمایا علماء کو بلاء کے لیے مستعد ہو جانا چاہیے اور اس کے اترنے کے قبل اس سے بچنا چاہیے تاکہ اس میں پڑنے اور اس سے نکلنے کو جان لیں۔ قتادہ نے کہا اس کو چھوڑو اور تفسیر کے متعلق دریافت کرو۔ امام صاحب نے فرمایا (الَّذِي عِنْدَهُ عِلْمٌ مِنَ الْكِتَابِ * النمل: ٤٠) سے کون شخص مراد ہے؟ قتادہ نے فرمایا آصف بن برخیا کاتبِ حضرت سلیمان علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسّلام، اس کو اسم اعظم معلوم تھا۔ امام صاحب نے فرمایا حضرت سلیمان علیہ السّلام بھی اسم اعظم جانتے تھے یا نہیں؟ انھوں نے کہا نہیں۔ امام صاحب نے فرمایا کیا ہوسکتا ہے کہ کسی نبی کے زمانہ میں کوئی شخص ایسا ہو جو اس سے اَعلم ہو ؟قتادہ نے کہا نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا بخدا میں تم لوگوں سے تفسیر بیان نہیں کروں گا۔ مجھ سے مختلف فیہ مسائل دریافت کرو۔ امام صاحب نے فرمایا کیا آپ مومن ہیں؟ قتادہ نے کہا میں امید کرتا ہوں۔ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کیوں؟ کہا بوجہ قول باری تعالی (وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ * الشعراء: ٨٢) امام صاحب نے فرمایا تو کیوں نہیں کہا جس طرح سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والتّسلیم نے۔ عرض کی جب کہ باری تعالی نے فرمایا (أَوَلَمْ تُؤْمِنْ *البقرة: ٢٦٠) کیا تو ایمان نہیں لا یا ؟عرض کی ہاں (وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي * البقرة: ٢٦٠) ”اور لیکن تا کہ میر ا دل مطمئن ہو جائے“۔ قتادہ غصّہ ہوکر کھڑے ہوگئے اور قسم کھائی کہ ان سے کوئی حدیث بیان نہ کریں گے۔

(۱۱) کسی شخص نے اپنی مجنونہ عورت کو کچھ کہا اس نے کہا یا ابن الابتین۔ قاضی

ابن ابی لیلی کے یہاں اس کی شکایت ہوئی۔انھوں نے اسے مسجد میں کھڑا کر کے دو حد لگائے۔امام صاحب کو جب معلوم ہوا،فرمایا کہ قاضی صاحب نے چھ غلطیاں کیں: (۱) مجنونہ پر حد قائم کی۔(۲) مسجد میں حد لگائی (۳) عورت کو کھڑا کرکے حد لگائی حالانکہ عورتوں پر حدبیٹھ کر ہے (۴) قذف ایک کلمہ کے ساتھ تھا، دو حد کی کوئی وجہ نہ تھی۔اس لیے کہ ساری قوم کو ایک کلمہ کے ساتھ کوئی قذف کرے جب بھی ایک ہی حد ہوتی ہےا (۵) اس عورت پر حد قائم کی حالانکہ اس کا حق اس شخص کے ماں باپ کوتھا اور وہ غائب تھے (۶) دوسری حد اس وقت لگائی کہ پہلی سے وہ صحت یاب بھی نہ ہوئی تھی۔جب یہ خبر قاضی ابن ابی لیلی کو پہنچی قاضی صاحب نے امیر المؤمنین سے آپ کی شکایت کی۔امیر المؤمنین نے آپ کو فتوی دینے سے منع کیا۔پھر کچھ مسئلے عیسی بن موسی کے آئے۔امام صاحب سے ان سے سوال ہوا۔آپ نے ایسے جوابات دیئے جنھیں عیسی بن موسی نے پسند کیا۔پس انھوں نے اجازت دی تو آپ اس کی مجلس میں بیٹھے۔

(۱۲) ضحاک نے کہا کہ آپ حکموں کے تجویز کر نے سے توبہ کیجئے۔امام صاحب نے فرمایا آپ مجھ سے مناظرہ کرتے ہیں؟ ضحاک نے کہا ہاں۔امام صاحب نے فرمایا کہ اگر ہم لوگ کسی بات میں مختلف ہوں تو کون منصف ہو گا؟ ضحاک نے کہا جسے آپ چاہیے کیجئے۔آپ نے بعض تلامذۂضحاک سے فرمایا کہ تم ہم دونوں کے در میان حکم بننا۔پھر ضحاک سے فرمایا کیا ان کا حکم ہونا آپ پسند کرتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔امام صاحب نے فرمایا کہ آپ نے بھی تجویز حکم کر لیا۔ضحاک (یہ مسکت الزام سن کر) خاموش ہورہا۔

(۱۳) عطاء بن ابی رباح نے آپ سے اس آیہ کریمہ کے متعلق دریافت فرمایا

(وَآتَيْنَاهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ * الأنبياء: ٨٤) آپ نے فرمایا اللہ تعالی نے ایوب علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسّلام پر ان کے اہل اور اہل وولد کے مثل کور دکیا۔عطاء نے کہا کیا رد کرتا ہے اللہ تعالی نبی پر ایسے لڑکے کو جو ان کے صلب سے نہیں۔امام صاحب نے فرمایا آپ نے اس بارے میں کیا سنا ؟اللہ تعالی آپ کو عافیت عطا فرمائے۔کہا رد کیا اللہ تعالی نے ایوب علیہ السلام پر ان کے اہل اور ولد صلبی کو اور مثل اجر ولد کو۔ آپ نے فرمایہ بہتر ہے۔

تنبیہ: اس بات سے کوئی مانع نہیں کہ یہ مراد ہو کہ اللہ تعالی نے ان کی اولاد کی تعداد عطا کی ہو اور اسی عدد کے مثل اس بی بی سے اولاد دی ہو جس کے حق میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے (وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلاَ تَحْنَثْ * ص: ٤٤) اور یہی مطلب آیت کا ظاہر ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔

(۱۴) ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنی بی بی سے کلام نہ کروں گا، یہاں تک کہ وہ مجھ سے کلام کرے اور اس نے بھی قسم کھائی ہے کہ وہ مجھ سے بات نہ کرے گی یہاں تک کہ میں اس سے بات کروں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں سے کوئی حانث نہیں۔سفیان ثوری نے سنا تو غصّہ ہوتے پہنچے اور کہا آپ فروج کو حلال کرتے ہیں۔ یہ مسئلہ کہاں سے بتایا؟ آپ نے فرمایا کہ اس کے قسم کھانے کے بعد جب عورت نے کلام کیا تو اس کی قسم تمام ہو گئی تو پھر جب اس شخص نے اس عورت سے کلام کیا تو نہ مرد پر حنث ہے نہ عورت پر، اس لیے کہ اس عورت نے اس سے کلام کیا اور اس شخص نے اس عورت سے بعد قسم کے کلام کیا تو حنث دونوں سے ساقط ہے۔ سفیان نے کہا آپ کے لیے ایسے علوم کھولے جاتے ہیں جن سے ہم سب غافل ہیں۔

(۱۵) ابن مبارک نے آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ ہنڈیا پکا رہا تھا کہ ایک پرندہ گر کر مر گیا۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ تم لوگوں کے خیال میں اس کا کیا جواب ہے؟لوگوں نے ابنِ عباس رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث سے جواب دیا کہ شور با بہا دیں اور گوشت کو دھو کر مصرف میں لائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو اس وقت میں ہے جب سکون کے وقت پرندہ گرا ہو۔اگر جوش کے وقت گرا ہو تو گوشت بھی پھینک دیا جائے گا۔ ابن مبارک نے پوچھا کیوں؟ فرمایا اس لیے کہ اس وقت اس کے اندر تک نجاست پہنچ جائے گی بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں صرف ظاہر تک پہنچے گی۔ ابن مبارک کو یہ جواب بہت پسند آیا۔

(۱۶) ایک شخص مال دفن کر کے بھول گیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی یہ کوئی فقہی مسئلہ تو ہے نہیں کہ میں بیان کروں۔ ہاں تم جاؤ اور آج صبح تک نماز پڑھتے رہو، تمہیں یاد آجائے گا۔ اس شخص نے نماز پڑھنا شروع کیا۔ چوتھائی رات بھی نہ گذری تھی کہ یاد آگیا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ بیان کیا۔ فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تیرا شیطان تجھے رات بھر نماز پڑھنے کبھی نہ دے گا۔ تجھ پر افسوس ہے کہ اس کے شکر یہ میں رات بھر تو نے نماز کیوں نہ پڑھی۔

(۱۷) ایک امانت رکھنے والے نے اپنے ودیع کی شکایت کی کہ وہ امانت سے مکر گیا اور سخت قسم کھائی کہ میں نے امانت نہیں رکھی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کے انکار کی کسی کو خبر مت کر۔ اس کے بعد آپ نے اس شخص کو بلوا بھیجا۔ وہ آیا۔ جب تنہائی ہوئی آپ نے فرمایا کہ ان لوگوں نے بھیجا ہے مشورہ چاہتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جو قاضی بنانے کے قابل ہو تو کیا تم اسے پسند کرتے ہو؟ وہ شخص کچھ رکا۔ آپ نے اس کو رغبت دلائی۔ اس کے بعد امانت رکھنے والے سے کہا کہ اب جاؤ اور اس

سے کہو کہ میرا گمان یہ ہے کہ شاید تم بھول گئے،میں نے تمہیں فلاں چیز اس نشانی کی امانت رکھنے کو دی تھی۔اس نے ایسا ہی جا کر کہا۔اس شخص نے اس کی امانت واپس کردی اور امام صاحب کے پاس حاضر ہوا اور خواہش کی کہ مجھے قاضی بنوادیجئے۔آپ نے فرمایا کہ میں تیرے رتبہ کو زیادہ بڑھاؤں گا اور ابھی نامزد نہ کروں گا یہاں تک کہ جو اس سے بزرگ ہے وہ آئے۔

(۱۸) ایک شخص کے یہاں چور گھس آئے اور سب کپڑے اس کے لے لیے اور اس سے طلاق غلیظ کی قسم لے لی کہ کسی کو اس کی خبر نہ دے گا۔اس شخص نے قسم کھالی۔جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کا کپڑا بازار میں بک رہا ہے مگر وہ بول نہیں سکتا۔اس نے امام صاحب سے مسئلہ پوچھا۔فرمایا اپنے قبیلہ کے اکابر کو میرے پاس بلاؤ۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ وہ سب کے سب ایک جگہ جمع ہوں اور ایک ایک کرکے نکلیں اور اس سے پوچھا جائے کہ یہ تیرا چور ہے۔لوگوں نے ایسا ہی کیا۔اس سے چور معلوم ہوگیا۔اس نے کسی کو خبر نہ دی۔

(۱۹) کسی نے پوچھا کہ اقامت کے وقت موذّن لوگ تنحنح [آواز صاف کرنے کے لیے گلا صاف کرنا،کھنکھارنا] کرتے ہیں کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے؟ فرمایا وہ اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ وہ تکبیر کہنا چاہتے ہیں۔حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی خدمت میں شب کو بھی حاضر ہوتا تو جب کبھی نماز پڑھنے کی حالت میں میں حاضر ہوتا تو آپ تنحنح کرکے مجھے خبر دیتے۔

(۲۰) ایک شخص نے ایک عورت سے پوشیدہ طور پر نکاح کیا۔جب اس کا لڑکا پیدا ہوا تب وہ شخص مکر گیا۔اس عورت نے قاضی ابن ابی لیلی کے پاس دعوی دائر

کیا۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ نکاح کا گواہ لا۔ عورت نے کہا کہ اس شخص نے مجھ سے اس طرح نکاح کیا کہ اللہ تعالی ولی ہے اور دونوں فرشتے گواہ ہیں۔ قاضی صاحب نے دعوی خارج کر دیا۔ وہ عورت امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب کے یہاں جا او رکہہ کہ مدعا علیہ کو بلوائے اور میں گواہ لاتی ہوں۔ جب وہ اس کو بلائیں تو کہہ کہ ولی اور شاہدین کے ساتھ کفر کر۔ اس شخص سے یہ نہ ہوسکا اور نکاح کا اقرار کیا۔ مہر اس کے ذمہ لازم کیا۔ لڑکا اس شخص کو دلایا۔

تنبیہ: اس مسئلہ سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ ولی اور گواہ دونوں میں سے کوئی نہ تھے۔ اس لیے کہ اس صُورت میں تو نکاح بالاجماع باطل ہو گا بلکہ ظاہر یہ ہے کہ یہ نکاح پوشیدہ طور پر دو مجہول گواہوں کے سامنے ہوا تو جب وہ عورت اس کو ثابت نہ کرسکی تب اس نے یہ کہا کہ اللہ تعالی کی ولایت اور فرشتوں کی گواہی کے ساتھ ہوا۔ اس لیے امام صاحب نے اسے وہ بات سکھائی جس کی وجہ سے اگر عورت سچی ہے تو اس شخص کو مجبوراً نکاح کا اقرار کرنا پڑے اور امام صاحب اللہ تعالی سے ڈرانے والے تھے اور واقعہ وہی تھا جو آپ کو الہام ہوا۔

(۲۱) امام صاحب نے ابن شبرمہ سے چاہا کہ ان کی وصیت ثابت رکھیں۔ ابن شبرمہ نے بیّنہ ان کا قبول کیا۔ پھر فرمایا کہ اس بات پر قسم کھا کہ آپ کے گواہوں نے سچی گواہی دی۔ آپ مے فرمایا مجھ پر نہیں، میں موجود نہ تھا۔ ابن شبرمہ نے کہا آپ کی رائیں خطا اور غلط ہوئیں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ آپ اس نابینا کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس کے سر کو کسی شخص نے زخمی کر دیا اور دو گواہوں نے اس کے متعلق گواہی دی کہ فلاں شخص نے زخمی کیا ہے، کیا اس شخص کو اس بات پر قسم کھانی چاہیئے کہ گواہوں نے سچی گواہی دی حالانکہ اس شخص نے دیکھا نہیں؟ قاضی

صاحب بند ہوگئے اور ان کے لیے وصیت کے ساتھ حکم دیا۔

(۲۲) یحیٰی بن سعید قاضیِ کوفہ نے امام صاحب کی رائے پر اجماع اہل کوفہ کا انکار کیا۔ آپ نے اپنے شاگردوں کو، کہ ان میں امام زفر اور امام ابو یوسف بھی تھے، ان سے مناظرہ کے لیے بھیجا۔ انھوں نے پوچھا آپ اس غلام کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جس کے دو مالک تھے ایک نے آزاد کردیا؟ قاضی صاحب نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں کیونکہ اس میں شریک کا نقصان ہے اور یہ ممنوع ہے۔ کہا تو اگر دوسرے شریک نے بھی آزاد کردیا؟ کہا جائز ہو گیا۔ بولے کہ آپ نے متناقض باتیں فرمائیں اس لیے کہ اگر پہلے کا آزاد کرنا لغو تھا تو دوسرے شریک نے ایسے وقت آزاد کیا کہ وہ غلام ہے تو یہ بھی نافذ نہ ہوا۔ قاضی صاحب خاموش ہو رہے اور بند ہوگئے۔

(۲۳) لیث بن سعد نے کہا کہ میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور مشتاق ملاقات تھا۔ ایک سال میں مکّہ معظمہ میں تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں میں نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے پکارا اے امام ابو حنیفہ۔ تب میں نے جانا کہ یہ وہی شخص ہیں۔ ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ میں بہت بڑا مالدار ہوں، میرا ایک لڑکا ہے میں بہت کچھ روپیہ صرف کرکے اس کی شادی کردیتا ہوں مگر وہ طلاق دے دیتا ہے، میرا مال مفت میں ضائع ہوجاتا ہے تو کیا اس کی کوئی ترکیب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو لونڈیوں کے بازار میں لے جاؤ اور جسے وہ پسند کرے اسے خرید لو پھر اس کی شادی اس لونڈی سے کردو۔ اگر طلاق بھی دے گا وہ تمہاری لونڈی ہو کر رہے گی وہ اگر آزاد کرے گا اس کا حق نافذ نہ ہوگا اس لیے کہ وہ تمہاری مملوک ہے۔ لیث بن سعد نے کہا کہ بخدا مجھے ان کا جواب اس قدر تعجّب خیز نہ ہوا جس قدر ایسے مشکل مسئلے کا فوراً جواب دینا پسند آیا۔

(۲۴) ایک شخص نے اپنی بی بی کے طلاق میں شک کیا۔ اس نے شریک سے مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ طلاق دے دے، پھر رجعت کرے۔ ثوری سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ کہہ اگر میں نے تجھے طلاق دی ہے تو میں نے رجعت کی۔ امام زفر نے فرمایا کہ جب تک تجھے طلاق کا یقین نہ ہو وہ تیری بی بی ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا۔ آپ نے فرمایا سفیان ثوری نے مطابق ورع جواب دیا اور زفر نے مطابق فقہ خالص اور شریک کی مثال ایسی ہے جیسے کسی سے تو کہے مجھے معلوم نہیں کہ میرے کپڑے پر پیشاب پڑا ہے یا نہیں، وہ کہے کہ اپنے کپڑے پر پیشاب کر لے پھر دھو ڈال۔

تنبیہ: ان اماموں کو اصل مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں اس لیے کہ اسی بات پر اجماع ہے کہ جو شخص اپنی بی بی کی طلاق میں شک کرے اس پر کچھ لازم نہیں۔ ان آئمہ کا اختلاف اس بات میں ہے کہ اولیٰ اور بہتر کیا ہے؟ تو شریک نے کہا کہ طلاق واقع کر دے۔ اس لیے کہ شک کے ساتھ رجعت ضروری نہیں اور رجعت معلق کے بارے میں اختلاف ہے۔ ثوری کے نزدیک رجعت معلق جائز ہے اور اس میں جو اختلاف ہے اس کا خیال نہ فرمایا۔ امام زفر نے اس سے اعراض کیا اور اصلی حکم یعنی عدم وقوع طلاق کو بیان کیا۔

(۲۵) ربیع دربان منصور، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مخالف تھے۔ ایک دن چاہا کہ بادشاہ کے سامنے آپ پر طعن کرے۔ منصور سے کہا کہ یہ آپ کے دادا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مسئلہ میں مخالفت کرتے ہیں کہ استثنا کے لیے اتصال ضروری نہیں۔ آپ نے فرمایا امیر المؤمنین! ربیع کا یہ خیال ہے کہ آپ کی بیعت لشکریوں پر درست نہیں اس لیے کہ وہ یہاں قسم کھا کر جب گھر پلٹیں گے،

استثنا کردیں گے، بیعت باطل ہو جائے گی۔ منصور ہنسے اور بولے کہ اے ربیع امام ابو حنیفہ سے تعرض نہ کر۔جب آپ دربار سے باہر آئے، ربیع نے کہا کہ آپ نے میرے قتل کا ارادہ کیا تھا؟ فرمایا نہیں، لیکن تم نے مجھے قتل کرانا چاہاتھا، مگر میں نے تجھے بھی خلاصی دی اور اپنے آپ کو بھی خلاص کیا۔

(۲۶) آپ کے بعض دشمنوں نے کہا کہ آج منصور کے پاس آپ کو قتل کریں گے۔ پھر منصور کے سامنے امام صاحب سے پوچھا کہ اے ابو حنیفہ ایک شخص ہم میں سے ان کو امیر المؤمنین کہتا ہے، یہ اس کی گردن مارنے کا حکم دیتے ہیں، میں نہیں جانتا ہوں اس کا کیا سبب ہے کیا ان کو یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حق حکم دیتے ہیں یا باطل؟ اس نے کہا: حق۔ آپ نے فرمایا کہ حق کو نافذ کرو جہاں ہو اور اس کی وجہ کی دریافت فضول ہے۔ پھر امام صاحب نے فرمایا کہ اس شخص نے چاہاتھا کہ مجھے باندھ لے مگر میں نے اس کو جکڑ ڈالا۔

(۲۷) آپ کے پڑوسی کا مور چوری ہو گیا۔اس نے آپ کے پاس شکایت کی، آپ نے فرمایا: چپ رہ۔ پھر مسجد میں تشریف لائے۔جب سب لوگ جمع ہوگئے، آپ نے فرمایا کیا نہیں شرماتا وہ شخص کہ اپنے پڑوسی کا مور چراتا ہے پھر آکر نماز پڑھتاہے، حالانکہ اس کے پر کا اثر اس کے سر پر ہو تا ہے۔پس ایک شخص نے اپنا سر پونچھا۔ آپ نے فرمایا اے شخص تو مورواپس کردے۔اس نے موروا پس کردیا۔

(۲۸) حضرت اعمش محدث رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے ان کی تیز مزاجی کی وجہ سے لوگ پریشان تھے۔ایک مرتبہ یہ واقعہ ان کو پیش آیا کہ انھوں نے اپنی بی بی کی طلاق کی قسم کھالی کہ اگر آپ کی بی بی آپ کو آٹے کے ختم ہوجانے کی خبر دے یا لکھ کے بتائے یا پیغام بھیجے یا دوسرے شخص سے اس غرض سے ذکر کرے کہ وہ شخص

آپ سے اس کا تذکرہ کرے یا اس کے بارے میں اشارہ کرے تو اس کو طلاق ہے۔ اس معاملہ میں آپ کی بی بی متحیر ہوئیں توکسی نے ان سے کہا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت مبارک میں حاضر ہوکر عرض کیجئے۔تب وہ بی بی علیہا الرحمۃ حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حضور میں حاضر ہوئیں اور اس واقعہ کو عرض کیا۔ امام صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا کہ جب آٹے کا چرمی تھیلا خالی ہوجائے تو اس چرمی تھیلے کو ان کی نیند کی حالت میں ان کے کپڑوں سے باندھ دیجئے گا جب بیدار ہوں گے اس کو دیکھیں گے اور آٹے کا ختم ہونا ان کو معلوم ہوجائے گا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا تو حضرت اعمش رحمۃ اللہ تعالی علیہ آٹے کے ختم ہونے کو سمجھ گئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم یہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے حیلوں میں سے ہے۔ آپ زندہ ہیں تو ہم کیسے فلاح پائیں گے۔ آپ تو ہم کو ہماری عورتوں کے سامنے رسوا کرتے ہیں کہ ان کو ہمارا عاجز ہونا اور ہماری سمجھ کا ضعف دکھاتے ہیں۔

(۲۹) ایک شخص نے قسم کھائی کہ اپنی بی بی سے رمضان شریف کے دن میں ہم بستر ہوگا۔لوگوں کو اس کے خلاصی میں سخت تردّد ہوا۔ امام صاحب نے فرمایا یہ تو آسان ہے۔رمضان شریف میں اپنی بی بی کو لے کر سفر کرے پھر اس سے ہم صحبت ہو۔

(۳۰) ایک شخص نے امام صاحب کے زمانہ میں نبوّت کا دعوی کیا اور کہا مجھے مہلت دو کہ میں نشانی لاؤں۔ آپ نے فرمایا جو شخص اس سے نشانی طلب کرے گا،کافر ہوجائے گا۔کیونکہ نشانی مانگنا حضور اقدس صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کے ارشاد (لاَ نَبِيَّ بَعْدِي)[۱] کی تکذیب ہے۔

(۳۱) آپ نے اپنی بی بی،حضرت حماد کی والدہ، پر دوسری شادی کی۔انھوں نے

---

(۱) صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني إسرائيل – حديث:۳٤٥٥

کہا کہ آپ اپنی نئی بی بی کو تین طلاق دیجئے ورنہ میں آپ کے پاس نہیں رہوں گی۔ آپ نے حیلہ کیا اور جدیدہ سے کہا کہ ام حماد کے سامنے میرے یہاں آؤ اور مجھ سے پوچھو کہ کیا کسی عورت کو جائز ہے کہ اپنے شوہر سے مہاجرت کرے۔ وہ گئیں اور انھوں نے یہ مسئلہ دریافت کیا۔ ام حماد نے کہا کہ آپ کو اپنی نئی بی بی کو طلاق دینا ضرور ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو میری بی بی اس گھر سے باہر ہو اس کو تین طلاق۔ ام حماد راضی ہو گئیں اور جدیدہ کو طلاق بھی نہ پڑی۔

(۳۲) آپ سے کسی رافضی نے پوچھا کہ سب لوگوں سے زیادہ قوی کون ہے ؟فرمایا ہمارے نزدیک تو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کہ انھوں نے جان لیا کہ خلافت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کا حق ہے تو اس کو ان کے سپرد کردیا اور تم لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ قوی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ ہیں جنھوں نے بقول تمہارے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے خلافت کو جبراً چھین لیا اور حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ ان سے لے نہ سکے۔ وہ رافضی متحیر ہوگیا۔

(۳۳) کسی شخص نے آپ سے پوچھا کہ ایک شخص نے کہا اگر جنابت سے غسل کروں تو تین طلاق۔ پھر کہا اگر آج کے دن کوئی نماز چھوڑوں تو تین طلاق۔ پھر کہا اگر آج بی بی سے ہم صحبت نہ ہوں تو تین طلاق۔ وہ شخص کیا کرے اور اس کی خلاصی کی کیا صُورت ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شخص عصر کی نماز پڑھ کر اپنی بی بی سے ہم بستر ہو، آفتاب ڈوبے پر غسل کرے اور مغرب وعشاء کی نماز ادا کرے۔ اس لیے کہ" آج کے دِن" کی سے پانچ وقت کی نماز مراد ہے۔

(۳۴) کسی شخص نے آپ سے پوچھا:

(۱) ایک شخص کی بی بی سیڑھی پر تھی، اس نے کہا کہ اگر تو چڑھے تو تجھے

طلاق ہے اور اگر تو اترے تو تجھے طلاق ہے، اب وہ شخص کیا کرے؟ آپ نے فرمایا وہ سیڑھی پر چڑھی ہوئی ہو اور سیڑھی اتارلی جائے یا بغیر اس کے ارادہ کے کوئی شخص اسے اٹھا کر زمین پر رکھ دے۔

(۳۴) ایک شخص کی بی بی کے ہاتھ میں پانی کا پیالہ تھا،اس نے کہا کہ تو اگر اسے پئے یا بہائے یا رکھے یا کسی شخص کو دے تو تجھے طلاق ہے۔اس صُورت میں عورت کیا کرے تا کہ طلاق نہ پڑے ؟امام صاحب علیہ الرّحمۃ نے فرمایا کہ اس میں کوئی کپڑاڈال کر پانی کو سکھا دے۔

(۳۵) ایک شخص نے قسم کھائی کہ انڈا نہ کھائیں گے۔پھر قسم کھائی کہ فلاں شخص کے آستیں میں جو چیز ہےوہ ضرور کھائیں گے۔دیکھا گیا تو وہ انڈاہی تھا۔فرمایا کسی مرغی کے نیچے رکھ دے۔جب بچہ ہوجائے تو بھون کر کھا لے یاپکا کر مع شوربا کے سب کو کھالے۔

تنبیہ: ہمارے نزدیک حیلہ یہ ہےا کہ اس کو حلوے میں ڈال دے، پس قسم پوری ہوجائے گی۔اس لیے کہ اس نے آستین کی چیز کو کھالیا۔اور یہ نہیں صادق آتا ہے کہ اس نے بیضہ کھایا اس لیے کہ وہ مستہلک ہوگیا۔

(۳۶) ایک عورت تو ام دولڑکا جنی جس کی پیٹھ ایک ہی تھی۔ایک ان میں سے مرگیا۔علمائے کوفہ نے فتوی دیا کہ دونوں دفن کیے جائیں گے۔امام صاحب نے فرمایا کہ صرف مُردہ لڑکا دفن کیا جائے اور مٹی کے ذریعے جوڑ توڑا جائے۔لوگوں نے ایسا ہی کیا جس سے زندہ جدا ہوگیا اور زندہ رہا۔وہ لڑکا مولی ابو حنیفہ کے نام سے مشہور ہوا۔

(۳۷) امام صاحب مدینہ طیبہ میں حضرت محمد بن حسن بن علی رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔انھوں نے فرمایا آپ میرے جدِّ امجد صلّی اللہ تعالی علیہ

وسلّم کے احادیث کی قیاس سے مخالفت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ، حضور تشریف رکھیں اس لیے کہ آپ کے لیے عظمت ہے جس طرح آپ کے جدّ کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے لیے عظمت ہے۔ حضرت محمد رضی اللہ تعالی عنہ تشریف فرما ہوئے۔ امام صاحب ان کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور پوچھا مرد ضعیف ہے یا عورت ؟انھوں نے فرمایا عورت۔ آپ نے پوچھا عورت کا حصّہ کس قدر ہے ؟فرمایا مرد کے حصّہ کا آدھا۔ امام صاحب نے فرمایا اگر میں قیاس سے کہتا تو اس کے بر عکس حکم دیتا۔ پھر پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ؟ انھوں نے فرمایا نماز۔ آپ نے کہا اگر میں قیاس سے حکم کرتا تو حائض کو نماز کے قضا کا حکم دیتا نہ روزے کے قضا کا۔ پھر پوچھا پیشاب نجس ہے یا منی ؟انھوں نے فرمایا پیشاب۔ آپ نے فرمایا اگر میں قیاس کو مقدم رکھتا تو پیشاب سے وجوب غسل کا حکم دیتا، نہ منی سے۔

(۳۸) ایک مسافر اپنی نہایت ہی خو بصورت بی بی کو لے کر کوفہ پہنچا۔ اس عورت پر ایک کوئی عاشق ہوگیا اور دعوی کیا کہ یہ میری بی بی ہے اور بی بی بھی اپنے شوہر سے رکی۔ اس کا شوہر اس بات سے عاجز ہوا کہ اپنا نکاح اس عورت کے ساتھ ثابت کرے۔ یہ مسئلہ امام صاحب کے پاس پیش ہوا۔ امام صاحب، قاضی ابن ابی لیلی اور ایک جماعت، شوہر کے مکان پر گئے اور چند عورتوں کو وہاں جانے کے لیے فرمایا۔ ان سب کو دیکھ کر اس کا کتّا بھونکنے لگا۔ اس کے بعد اس عورت سے جانے کو کہا۔ اس کے جانے کے وقت کتّا دم ہلاتا ہوا اس کے گِرد ہوگیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ حق واضح ہوگیا۔ پس اس عورت نے نکاح کا اقرار کیا۔ اسی کی نظیر وہ مسئلہ ہے۔ حنفی علماء سے منقول ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بی بی سے خلوت کرے اور ساتھ ساتھ مرد کا کتّا ہے تو خلوت صحیحہ ہے اور پورا مہر واجب ہے اور اگر عورت کا کتّا ہے تو خلوت صحیحہ

نہ ہوگی نہ پورا مہر واجب ہوگا۔

(۳۹) ابن ہیرہ نے ایک انگوٹھی کا نگینہ جس پر" عطاء بن عبد اللہ" کندہ تھا، امام صاحب کو دکھایا اور کہا کہ میں اس نگ کے ساتھ مہر کرنے کو پسند نہیں کرتا ہوں۔کیونکہ میرے غیر کا نام اس پر کندہ کیا ہوا ہے اور اس کا حک کرنا ناممکن ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ **ب** کا سر گول بنا دو تو "عطاء من عند اللہ "ہو جائے گا۔ابنِ ہیرہ اس فوری جواب سے بہت متعجّب ہوئے اور کہا کہ آپ اکثر میرے پاس تشریف لایا کیجئے۔امام صاحب نے فرمایا کہ میں تمہارے پاس آکر کیا کروں گا ؟اگر تم مجھے اپنا مقرب بناؤ گے تو فتنہ میں ڈالو گے اور اگر دور کروگے تو مجھے رسوا کرو گے۔میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر میں تم سے خوف کروں۔

امام صاحب نے اس وقت بھی ایسا ہی فرمایا تھا جب آپ سے منصور اور امیر کوفہ عیسی بن موسی نے کہا تھا کہ اگر آپ میرے پاس اکثر آیا کرتے تو اچھا ہوتا۔

(۴۰) ضحاک مروزی نے کوفہ پہنچ کر تمام مردوں کے قتل کا حکم عام دے دیا۔ امام صاحب صرف ایک کرتہ اور تہبند پہنے ہوئے۔اس کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ تم نے مردوں کے قتل کا حکم عام کیوں دے دیا ہے؟ اس نے کہا اس لیے کہ یہ سب لوگ مرتد ہیں۔فرمایا کیا ان کا دین اس سے پہلے کچھ اور تھا جس سے پھر کر یہ دین اختیار کر لیا ہے یا ان کا دین پہلے سے یہی ہے؟ اس نے کہا کہ جو کچھ فرمایا ہے پھر ارشاد ہو۔آپ نے پھر فرمایا۔ضحاک نے کہا ہم غلطی پر تھے اور قتل موقوف کرا دیا۔لوگوں کو امام صاحب کی برکت سے نجات ملی۔

دوسری روایت میں ہے کہ خوارج جب کوفہ پہنچےاور ان کا مذہب اپنے تمام مخالفوں کو کافر جاننا ہے، لوگوں نے امام صاحب کی نسبت کہا کہ وہ شیخ الکل ہیں۔

خوارج نے آپ کو بلوا بھیجا اور کہا آپ کفر سے توبہ کیجئے۔ فرمایا میں تمہارے کفر سے تائب ہوں۔ خوارج نے امام صاحب کو پکڑ لیا۔ آپ نے فرمایا یہ بات تم نے علم سے کہی یا ظن سے؟ ان لوگوں نے کہا ظن سے۔ آپ نے فرمایا إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ * الحجرات: ۱۲) اور اثم تمہارے نزدیک کفر ہے تو تم لوگ اپنے کفر سے توبہ کرو۔ انھوں نے کہا آپ بھی کفر سے توبہ کیجئے۔

تنبیہ: بعض حاسدینِ امام اعظم علیہ الرّحمۃ جو آپ کی تنقیصِ شان کرتے اور انہوئی آپ پر جوڑتے تھے۔ انھوں نے آپ کے متعلق یہ گھڑا ہے کہ معاذ اللہ آپ دو مرتبہ کافر ہوگئے اور آپ سے دو مرتبہ توبہ کرائی گئی۔ حالانکہ واقع یہ ہے جو خارجیوں کے ساتھ واقع ہوا۔ لوگوں نے آپ کی شان گھٹانے کو ایسا مشہور کردیا حالانکہ یہ آپ کی برائی نہیں بلکہ یہ آپ کے علوّ مرتبت وکمال رفعت شان کی دلیل ہے اس لیے کہ آپ کے سوا اور کوئی دوسرا شخص نہ تھا جو خوارج کا مقابلہ کرتا۔ اللہ تعالی کی بے شمار رحمتیں آپ پر نازل ہوں۔

(۴۱) ایک شخص نے ایک آدمی کو وصیّت کی اور ایک تھیلی سپرد کی جس میں ہزار دینار تھے اور کہا کہ جب میرا لڑکا بڑا ہو تو جو تو پسند کرے اس کو دے دینا۔ جب وہ لڑکا جوان ہوا اس شخص نے اس کو خالی تھیلی دے دی اور سب اشرفیاں رکھ لیں۔ لڑکا امام صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض حال کیا۔ آپ نے اس شخص کو بلایا اور فرمایا کہ ہزار دینار اس کے حوالہ کر، اس لیے کہ وہی تجھے محبوب ہیں۔ تو نے اسی کو روکا ہے جو تجھے پسند ہیں۔ کیونکہ ہر شخص غالبا اسی کو رکھتا ہے جو اس کو پسند ہوتا ہے اور ناپسندیدہ دے دیتا ہے۔

(۴۲) بعض محدثین، کہ آپ کی بدگوئی کرتے، ایک دن ایسے گڑھے میں گرے

جس سے خلاصی کی صورت امام صاحب کے سوا کسی کے پاس نہ دیکھی۔ وہ یہ کہ انھوں نے اپنی بی بی سے کہا اگر تو آج کی شب مجھ سے طلاق طلب کرے اور میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھے طلاق ہے۔ عورت نے کہا کہ آج کی رات اگر تجھ سے طلاق نہ چاہوں تو میرا غلام آزاد ہے۔ آپ نے عورت سے فرمایا تو اس سے طلاق چاہ اور مرد سے فرمایا کہ تو کہہ کہ اگر تو چاہے تو تجھے طلاق ہے۔ پھر فرمایا کہ تم دونوں جاؤ تم دونوں میں سے کسی پر حنث نہیں۔ اور اس شخص سے کہا کہ جس شخص نے تجھے ایسا مسئلہ بتایا اس کے حق میں بدگوئی سے توبہ کر۔ وہ شخص تائب ہوا۔ اس کے بعد وہ دونوں ہر نماز کے بعد امام صاحب کے لیے دعا کرتے تھے۔

(۴۳) ایک شخص نے اپنی بی بی کی طلاق کی قسم کھائی کہ اگر میرے واسطے ایسی ہانڈی نہ پکائے جس میں مکوک (ایک پیمانہ کا نام ہے۔) نمک ہو اور کھانے میں اس کا اثر نہ ہو تو تجھے طلاق ہے۔ کسی نے امام صاحب سے یہ مسئلہ دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ ہانڈی میں بیضہ پکاؤ اور اس میں اس قدر نمک ڈال دے جتنے کے متعلق اس نے قسم کھائی ہے بلکہ اس سے زیادہ۔

(۴۴) دہریہ کی ایک جماعت نے آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ آپ نے فرمایا پہلے ہم سے مسئلہ میں بحث کرلو اس کے بعد تمھیں اختیار ہے۔ انہوں نے اسے منظور کیا۔ آپ نے فرمایا کیا کہتے ہو اس کشتی کے بارے میں جو بوجھوں سے لدی ہوئی بِلا ملاح کے ایسے دریا میں جا رہی ہے جس میں امواج متلاطم ہیں، کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ محال ہے۔ آپ نے فرمایا کیا عقلا جائز ہے کہ اس دنیا کا مثل موجود ہو۔ باو جود متبائِن ہونے اطراف کے اور اختلاف احوال وامور کے اور بدلنے اعمال وافعال کے اور بسبب بغیر صانع حکیم مدبّر علیم کے ہو؟ اس کو سن کروہ سب لوگ تائب ہوئے اور

اپنی اپنی تلواریں نیام میں کرلیں۔

(۴۵) ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کے کسی شخص پر ہزار روپے تھے اور وہ منکر تھا اور قسم کھانے کے ارادہ میں تھا۔ مدعی کے لیے صرف ایک ہی گواہ تھا جس کا صدق امام صاحب کو معلوم تھا۔ آپ نے اس شخص کو حکم فرمایا کہ وہ ہزار روپے اپنے گواہ کے سامنے کسی شخص کو ہبہ کردے اور موہوب لہ کو دعوی کا حکم دیا اور شاہد اور واہب کو گواہی کے لیے فرمایا۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ قاضی صاحب نے مدعی کو ڈگری دے دی۔

اس قسم کے مسئلوں کا دروازہ وسیع ہے۔ جس قدر میں نے ذکر کیے اس میں کفایت ہے۔ علاوہ بریں بعض وہ مسائل جن کو میں نے نہیں ذکر کیا، ان میں خلل اور ان کے ثبوت میں نزاع ہے اس لیے ان کا حذف ہی کر دینا واجب ہے۔

## چوبیسویں فصل

## آپ کے حلم وغیرہ کے بیان میں

یزید بن ہارون نے کہا کہ میں نے کسی کو آپ سے زیادہ حلیم نہ دیکھا۔ دین کی فضیلت، پرہیز گاری، حفظ لسان، مفید باتوں کی طرف توجہ کرنا، خاص آپ کا کام تھا۔

دوسرے نے کہا کہ ایک شخص نے آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہا حتی کہ زندیق وغیرہ جیسے ناملائم الفاظ سے یاد کیا۔ آپ نے اس سے فرمایا غفر اللہ لك اللہ تیری مغفرت کرے۔ وہ جانتا ہے کہ میرا حال اس کے خلاف ہے۔

عبد الرزاق نے کہا کہ میں نے کسی کو آپ سے زیادہ برد بار نہ دیکھا۔ ہم ان کے ساتھ مسجد خیف میں تھے اور لوگ آپ کے گرد تھے کہ آپ سے کسی بصری نے ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے اس کا جواب دیا اس نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ حسن

بصری رضی اللہ تعالی عنہ اس کے مخالف ہیں۔ آپ نے فرمایا انھوں نے خطا کی۔ ایک شخص بول اٹھا "یا ابن الزانیہ" تو یہ کہتا ہے کہ حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ نے خطا کی۔ یہ سن کر لوگ چلا اٹھے اور اس شخص [کو مارنے] کا قصد کیا۔ امام صاحب نے سب کورو کا اور انہیں خاموش کیا اور تھوڑی دیر تک سر جھکائے بیٹھے رہے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا کہ ہاں حسن بصری رضی اللہ تعالی عنہ نے خطا کی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ نے اس حدیث میں، جو رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سے روایت کی، راستی پر ہیں۔

امام صاحب فرمایا کرتے کہ میں نے کبھی کسی سے اس کی برائی کا بدلہ نہ لیا، نہ کسی پر لعنت کی، نہ کسی مسلمان یا ذمی پر ظلم کیا، نہ کسی کو دھو کا دیا، نہ کسی کو فریب دیا۔

کسی نے آپ سے کہا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ آپ سے [فائدہ] پاتے ہیں اور آپ کی بدگوئی کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔ اور ان کی تعریفیں شروع کیں۔

آپ کے پڑوس میں ایک موچی رہتا تھا جب نشہ میں ہوتا یہ شعر گاتا:

أَضَاعُونِي وأَيَّ فَتًى أَضَاعُوا * لِيَوْمٍ كريهةٍ وَسِدَادِ ثَغْرِ[۱]

ایک رات اس کی آواز نہ آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس کو چوکیدار پکڑ کرلے گئے ہیں۔ آپ امیر کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی سفارش کی۔ امیر نے امام صاحب کی تعظیم کی اور اس موچی کو چھوڑ نے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ وہ تمام لوگ جو اس شب میں پکڑے گئے تھے سب چھوڑ دیئے گئے۔ آپ واپس تشریف لائے اور موچی آپ کے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ آپ نے فرمایا اے شخص کیا میں نے تجھے ضائع کیا ؟اس نے کہا نہیں، بلکہ حضور نے میری حفاظت کی اور نگاہ رکھی، اللہ تعالی

---

(۱) یہ شعر عبداللہ بن عمر بن عمرو بن عثمان بن عفان العرجی (متوفی:۱۲۰ھ) کا ہے۔

حضور کو بہترین جزا عطا فرمائے۔ پھر توبہ کی اور سچے دل سے توبہ کی اور ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ یہاں تک کہ فقیر ہو گیا۔

ولید بن قاسم نے کہا کہ امام صاحب کریم الطبع تھے۔ اپنے اصحاب کا خیال رکھتے اور مواسات فرماتے۔

عصام نے کہا کہ کسی شخص کو اپنے شاگردوں کا ایسا خیال نہ تھا جس طرح امام صاحب کو تھا حتی کہ اگر کسی کے بدن پر مکھی بھی بیٹھتی تو اس کی ناگواری امام صاحب پر محسوس ہوتی تھی۔

کسی نے آپ کے ایک شاگرد کے متعلق بیان کیا کہ وہ اپنی چھت پر سے گر گیا۔ امام صاحب نے زور سے چیخ ماری جس کو تمام مسجد والوں نے سنا۔ گبھرائے ہوئے ننگے پاوں کھڑے ہوئے پھر روئے اور فرمایا کہ اگر اس مصیبت کا اٹھا لینا میرے امکان میں ہوتا تو میں اس کو ضرور اٹھا لیتا اور تا صحت [یابی] روزانہ، صبح وشام اس کی عیادت کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں آپ کا جعلی خط فلاں شخص کے پاس لے گیا اس نے مجھے چار ہزار درہم دیئے۔ امام صاحب نے فرمایا اگر تم اس ذریعہ سے نفع اٹھاتے ہو تو کرو۔

ابو معاذ کہتے ہیں کہ امام صاحب باوجودے کہ جانتے تھے کہ مجھے سفیان ثوری سے قرابت ہے اور ان دونوں میں اَن بن تھی، جیسی ہمعصروں میں ہوا کرتی ہے، پھر بھی آپ مجھ کو اپنا مقرّب بناتے تھے اور میری حاجت روائی فرماتے تھے۔ امام صاحب پرہیز گار، صاحب حلم ووقار تھے۔ اللہ تعالی نے ان میں شریف خصلتوں کو جمع فرمایا تھا۔

امام صاحب پڑھا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو گالی دی اور بہت کچھ

سخت وسست کہا۔ آپ نے اس کی طرف التفات نہ کی اور نہ اپنے کلام کو قطع فرمایا، بلکہ اپنے شاگردوں کو اس کی طرف مخاطب ہونے سے منع فرمایا۔ جب آپ فارغ ہوکر کھڑے ہوئے وہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر کے دروازہ تک گیا۔ آپ وہاں کھڑے ہوگئے اور فرمایا یہ میرا گھر ہے اگر تیری گالیاں کچھ باقی رہ گئی ہوں توان کو تمام کر، یہاں تک کہ تیرے دل میں کچھ باقی نہ رہے۔وہ شخص شرمندہ ہوا۔

دوسرے قصّہ میں ہے کہ وہ شخص آپ کے ساتھ ہولیا۔جب آپ اندر تشریف لے گئے، گالی گفتہ بکنے لگا۔ کسی نے اس کو کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے کہا کیا مجھے کتّا سمجھتے ہو؟ اندر سے آواز آئی کہ ہاں۔

امام ابو یوسف نے فرمایا کہ آپ اپنی والدہ کو گدھے پر سوار کرکے عمر بن ذر کی مجلس میں لے جاتے اور ان کا حکم ٹالنا ناپسند فرماتے۔ امام صاحب فرماتے کبھی میں اپنی والدہ کو ان کے یہاں لے جاتا اور وہ خود سوال کرتیں اور کبھی والدہ صاحبہ مجھے حکم فرماتی تو میں وہاں جاکر ان سے مسئلہ پوچھ کر والدہ سے عرض کرتا اور میں وہاں یہ کہتا کہ میری والدہ نے حکم کیا ہے کہ میں آپ سے یہ مسئلہ دریافت کروں۔ وہ فرماتے اور آپ پوچھتے ہیں۔ پھر میں کہتا کہ انھوں نے مجھے حکم کیا۔ عمر بن ذر فرماتے جواب مسئلہ بیان کیجئے۔ میں صورت واقعہ اور جواب دونوں بیان کرتا۔ پھر وہ مجھ سے وہی جواب کہہ دیا کرتے۔ میں والدہ ماجدہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جو کچھ وہ کہتے اس کی خبر دے دیتا۔اس کی نظیر وہ واقعہ ہے کہ والدہ صاحبہ نے ایک مسئلہ پوچھا۔امام صاحب نے اس کا جواب دیا۔ انھوں نے اسے قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں سوائے زراعہ واعظ کے اور کسی کی بات نہیں مانوں گی۔ امام صاحب ان کو زراعہ کے یہاں لائے اور کہا کہ میری والدہ آپ سے فلاں مسئلہ دریافت کرتی ہیں۔ زراعہ نے کہا آپ

خود بڑے عالم اور بڑے فقیہ ہیں،خود جواب دیجئے۔امام صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا میں نے یہ فتوی دیا۔زراعہ نے فرمایا اس مسئلہ کا وہی جواب ہے جو امام ابو حنیفہ نے فرمایا۔تب انہیں اطمینان ہو اور واپس ہوئیں۔

جرجانی نے کہا کہ میرے سامنے امام صاحب سے ایک جوان نے سوال کیا۔آپ نے اس کا جواب دیا۔اس نے کہا آپ نے غلطی کی۔میں نے حاضرین بارگاہ سے کہا سبحان اللہ !آپ لوگ ایسے مقتداے وقت کی عزت نہیں کرتے۔آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا انھیں چھوڑ دیجئے۔میں نے خود انھیں اس کا عادی کیا ہے۔

امام صاحب فرماتے جب سے میرے استاد حضرت حماد رضی اللہ تعالی عنہ کا انتقال ہوا ہے میں ہر نماز کے بعد اپنے والد ماجد کے ساتھ ان کے لیے دعاےمغفرت کرتا ہوں۔کبھی میں نے اپنا پیران کے گھر کی طرف نہیں پھیلایا، حالانکہ میرے اور ان کے مکان میں سات گلیوں کا فاصلہ ہے۔میں ہر اس شخص کے لیے جس سے میں نے سیکھایا میں نے اس کو سکھایا ہو، دعاےمغفرت کرتا ہوں۔

ابن مبارک نے کہا آپ کی مجلس سے زیادہ با وقار مجلس کسی کی نہیں دیکھی۔ آپ خوش خو،جامہ زیب، خو برو تھے۔

امام زفر فرماتے ہیں: آپ مشقتوں کو برداشت کرنے والے، صابر وشاکر تھے۔

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ آپ کے سامنے سے گذرے۔دیکھا کہ آپ کی اور آپ کے شاگردوں کی آواز مسجد میں بلند ہے۔فرمایا: اے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ یہ مسجد ہے جہاں آواز نہیں بلند کی جاتی۔فرمایا :ان کو چھوڑ یئے وہ بغیر اس کے نہیں سمجھتے۔

ہارون رشید نے امام ابو یوسف سے کہا آپ امام صاحب علیہ الرحمۃ کے اوصاف

بیان فرمایئے۔ فرمایا: اے امیر المؤمنین اللہ عزّ وجلّ فرماتا ﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلاَّ لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ * ق: ۱۸﴾ یعنی کوئی بات منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار ہے۔میرا علم ان کے متعلق یہ ہے امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ محارم الٰہی سے سخت پرہیز فرماتے،غایت درجہ پرہیزگار تھے،بے جانے دین کی باتوں میں کچھ نہ فرماتے، اس بات کو درست رکھتے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، اس کی نافرمانی نہ ہو، اپنے زمانے کے دنیا داروں سے الگ تھلگ رہے، ان کی دنیاوی عزت میں ہمسری کا خیال نہ لاتے،زیادہ تر خاموش رہتے،علمی باتوں میں ہمیشہ فکر فرماتے،بیہودہ بک جھک کرنے والے نہ تھے، جب کوئی مسئلہ آپ سے پوچھا جاتا اگر معلوم ہوتا جواب دیتے اور ٹھیک جواب دیتے اور اگر نہ معلوم ہوتا تو قیاس فرماتے اور اس کا اتباع فرماتے اور اپنے نفس اور دین کو بچاتے،علم اور مال کو بہتر خرچ فرماتے، اپنی ذات کے سوا تمام لوگوں سے مستغنی تھے، کبھی طمع کی طرف مائل نہیں ہوئے، غیبت سے بہت دور رہے،کسی کو بھلائی کے سوا یاد نہ فرماتے۔ہارون رشید نے کہا اچھوں کے یہی اخلاق ہیں۔

معافی موصلی نے کہا :امام صاحب میں دس باتیں ایسی تھیں کہ اگر ایک بھی کسی شخص میں ہو تو وہ اپنے وقت کا رئیس اور اپنے قبیلہ کا سردار ہو۔وہ دس باتیں یہ ہیں۔

۱. پرہیزگاری
۲. سچ بولنا
۳. عِفت
۴. لوگوں کی خاطر ومدارت کرنا
۵. سچّی محبّت رکھنی
۶. اپنے نفع کی باتوں پر متوجہ نہ ہونا

۷. زیادہ تر خاموش رہنا

۸. ٹھیک بات کہنا

۹. عاجزوں کی مدد کرنا

۱۰. اگر چہ وہ عاجز دشمن ہو۔

ابن نمیر نے کہا امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے اور ان کے ساتھ ان کے اصحاب امام زفر،داود طائی، قاسم بن معن وغیرھم ہوتے۔ یہ لوگ آپس میں کسی مسئلہ کے متعلق گفتگو کرتے۔ یہاں تک کہ ان کی آوازیں بلند ہوتی تھیں۔ پھر امام صاحب کلام فرماتے تو سب لوگ خاموش ہوجاتے تھے۔ یہاں تک کہ امام صاحب اپنا کلام ختم فرماتے تو سب لوگ امام صاحب کے ارشاد کو یاد رکھتے۔جب سب لوگ اچھی طرح یاد کر لیتے تو دوسرا مسئلہ چھیڑتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں سب کو آزاد کر دیتا اور ان کی ولاءسے بھی باز آتا۔

## پچیسویں فصل

**آپ کے اپنے کسب سے کھانے اور عطیات سلطانی کے ردّ کرنے کے بیان میں ہے**

آپ سے تواتراً ثابت ہے کہ آپ ریشمی کپڑوں کی تجارت فرماتے تھے اور اچھی حالت میں آپ کی دکان کوفہ میں تھی۔ آپ کے شریک لوگ خریداری کے لیے سفر کرتے تھے اور آپ اس کو استغناء نفس کے ساتھ بیچتے اور طمع کی طرف مائل نہ ہوتے۔اسی وجہ سے حسن بن زیاد نے کہا بخدا انھوں نے کبھی کسی خلیفہ یا امیر کا عطیہ قبول نہ کیا۔

منصور نے کئی دفعہ آپ کو تیس ہزار درہم دیئے۔ آپ نے فرمایا :اے امیر المؤمنین میں بغداد میں اجنبی شخص ہوں۔ میرے پاس اور لوگوں کی امانتیں ہیں اور

میرے یہاں کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے۔اس کو بیت المال میں رکھوا دیجئے۔ خلیفہ منصور نے اس کو منظور کر لیا۔جب امام صاحب کا وصال ہوا،بیت المال سے لوگوں کی امانتیں نکالی گئیں تو لوگوں نے اس کو دیکھا۔تب منصور نے کہا کہ امام ابو حنیفہ نے مجھ کو دھو کا دیا۔یعنی اس ترکیب سے میرا عطیہ واپس کردیا۔مصعب نے کہا کہ خلیفہ منصور نے دس ہزار درہم عطا کیے۔ امام صاحب نے فرمایا اگر اس کو واپس کرتا ہوں تو ناخوش ہوگا اور اگر قبول کرتا ہوں تو یہ مجھے ناپسند ہے۔ آخر مجھ سے مشورہ کیا۔میں نے کہا کہ یہ مال خلیفہ کی نگاہ میں بہت زیادہ ہے۔جب اس کے لینے کو آپ کو بلائے تو فرمایئے کہ مجھے امیر المومنین سے ایسی امید نہ تھی۔ چنانچہ جب خلیفہ نے امام صاحب کو اس کے لینے کے لیے بلایا امام صاحب نے وہی فرمایا۔منصور کو یہ خبر پہنچی تو اس نے بخشش کوروک لیا۔پھر امام صاحب ہر معاملہ میں مجھے مشورہ کیا کرتے تھے۔

منصور کی بی بی نے اس سے بے رغبتی کرنے کی وجہ سے جھگڑا کیا اور عدل چاہا اور خواہش کی کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس بارے میں حکم دیں۔ امام صاحب بلائے گئے۔عورت پس پردہ بیٹھی۔ منصُور نے پوچھا ایک شخص کو کتنی بیویاں حلال ہیں؟آپ نے فرمایا چار۔پھر پوچھا کتنی لونڈیاں؟ فرمایا جس قدر چاہے۔خلیفہ نے کہا کہ اس کے سوا اور کوئی کہہ سکتا ہے امام صاحب نے فرمایا نہیں۔منصور نے بی بی کو مخاطب کرکے کہا لوسن لو۔امام صاحب نے فرمایا اے امیر المؤمنین مگر یہ خیال رہے کہ یہ چار بیویوں کا حلال ہونا اس کے لیے ہے جو عدل کرتا ہو ورنہ ایک ہی بس ہے۔ قال تعالی (فَإِنْ خِفْتُمْ أَلاَّ تَعْدِلُوا فَوَاحِدَةً * النساء: ۳) تو ہم کو چاہیے کہ اللہ تعالی کے ادب کے ساتھ ادب حاصل کریں اور اس کی نصیحتوں کے ساتھ نصیحت پکڑیں۔ منصور خاموش ہور ہے۔جب امام صاحب دربار سے باہر تشریف لائے تو بہت گراں

قدر عطیہ بادشاہ بیگم نے آپ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے اس کو واپس فرما دیا کہ یہ میں نے دین کے لیے کیا نہ کسی تقرب و دنیا طلبی کو۔

## چھبیسویں فصل

## آپ کے لباس کے بیان میں ہے

آپ کے صاحبزادے حضرت حماد نے فرمایا کہ آپ جامہ زیب تھے، خوشبو بہت لگاتے تھے۔ قبل اس کے کہ لوگ آپ کو دیکھیں، ہوا کی خوشبو سے آپ پہچان لیے جاتے تھے۔ بیت:

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے * یہی کہتی ہے خوشبو اس ہوا کی

امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آپ اپنے جوتے کے تسمے کا بھی خیال رکھتے تھے۔ کبھی نہ دیکھا گیا کہ تسمہ ٹوٹا ہوا ہو۔

اوروں سے روایت ہے کہ آپ لمبی ٹوپی سیاہ رنگ کی پہنتے تھے۔

نضر نے کہا کہ امام صاحب نے سوار ہو کر کہیں تشریف لے جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے فرمایا اپنی چادر مجھے دو اور میری چادر تم لو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب واپس تشریف لائے، فرمایا تم نے اپنی موٹی چادر کی وجہ سے مجھے شرمندہ کیا۔ حالانکہ وہ چادر پانچ درہم کی تھی۔ بعد کو میں نے دیکھا کہ آپ لوئی اوڑھے ہوئے تھے، جس کی قیمت میں نے تیس دینار لگائی اور آپ کی چادر اور پیراہن کی قیمت چار سو درہم لگائی گئی اور آپ کا لباس جبہ فنک، جبہ سنجاب، ثعلب تھا جس کو پہن کر آپ نماز پڑھا کرتے تھے اور ایک خط دار چادر تھی اور سات ٹوپیاں جن میں ایک سیاہ رنگ کی تھی۔

## ستائیسویں فصل

## آپ کے آداب وحکمت کے بیان میں ہے

آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔بیت:

كفى حزنا إن لاَ حَيَاة هنيئة * وَلاَ عملا يُرْضِي بِهِ الله صَالح[۱]

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علم کی کوئی بات بولے اور اس کو پر کھے اور وہ شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالی اس سے یہ نہ پوچھے گا کہ تو نے دینِ الٰہی میں کیونکر فتوی دیا ؟تو اس کو اپنا نفس اور دین آسان معلوم ہوا۔جو شخص ریاست قبل از وقت چاہے ذِلّت کی زندگی بسر کرے گا۔جو شخص ثقیل الحاسہ ہووہ نہ فقہ کی قدر جانتا ہے نہ اہلِ فقہ کا رتبہ پہچانتا ہے۔میں نے گناہوں کو ذلّت دیکھا، اس لیے اس کو مروّت سے چھوڑ دیا۔وہ دیانت ہوگیا۔جس شخص کو علم خدا کے محرمات سے منع نہ کرے وہ نقصان یاب ہے،جمع خاطر تعلقات کے کم کر دینے کے ساتھ ہے۔یعنی علاقہ کو قدر حاجت سے زیادہ نہ بڑھائے صرف اسی قدر رکھے جس سے فقہ کی حفاظت پر مدد کرے۔اگر خدا کے ولی علماء نہیں تو دنیا وآخرت میں کوئی خدا کا ولی نہیں۔

امام صاحب سے صبح کی نماز کے بعد کئی مسئلے دریافت ہوئے۔امام صاحب نے اسی وقت ان کے جوابات دیئے۔کسی نے کہا کہ کیا علماء اس وقت خیر کے سوا اور کسی کلام کو ناپسند نہیں فرماتے؟ آپ نے فرمایا اس سے بڑھ کر خیر کیا ہوگا کہ کہا جائے فلاں چیز حرام ہےفلاں چیز حلال ہے کہ یہ اللہ تعالی کی تقدیس ہے اور مخلوق الٰہی کو اس کی نافرمانیوں سے بچانا ہے۔تو شہ دان جب زاد راہ سے خالی ہو اس کا مالک ضائع ہوگا۔

---

(۱) عَبْد القَادِر القُرَشي (المتوفى: ۷۷۵هـ)، الجواهر المضية في طبقات الحنفية، ۵۱۲/۱

امام صاحب کے پاس ایک شخص سفارشی خط لایا کہ اس سے حدیث بیان فرمایئے۔ آپ نے فرمایا یہ علم کا طلب کرنا نہیں ہے۔ اللہ تعالی نے علماء سے عہد لیا ہے کہ ضرور ضرور علم بیان کرنا اور اسے چھپانا نہیں۔ علماء کو نہیں چاہیئے کہ اس کے خواص ہوں (جن کو سفارش سے علم سکھائے) ان کو چاہیے کہ (بغیر سفارش) لوگوں کو علم سکھائیں اور اس سے مقصود ذاتِ الٰہی ہو۔ بعض لوگوں سے فرمایا کہ میں جب چاہتا ہوں یا لوگوں سے باتیں کر رہا ہوں یا سو یا ہوں یا ٹیک لگا ئے ہوں تو مجھ سے دینی بات نہ پوچھنا، اس لیے کہ ان وقتوں میں آدمی کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی ہے۔

کسی نے حضرت علی وامیر معاویہ ومقتولین صفین رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے پاس ایسا جواب لے کر جاؤں جس کے بارے میں مجھ سے سوال ہو اور اگر میں خاموش رہتا ہوں تو اس سے سوال نہ ہوگا تو جس کے ساتھ میں مکلّف ہوں اس میں مشغول رہنا بہتر ہے۔ آپ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا اگر تم لوگ اس علم سے بھلائی نہ چاہتے ہوگے تو تم کو اس کے حصول کی توفیق نہ دی جائے گی۔ فرماتے تھے میں اس قوم سے تعجّب کرتا ہوں جو ظنی بات کہتے ہیں اور پھر اس پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ نے فرمایا (وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ * الإسراء: ٣٦)

تنبیہ: امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام کی تاویل ضروری ہے۔ یعنی آپ کا تعجّب کرنا اس شخص پر ہے جو باب عقائد میں ظنی بات کہتا اور اس پر عمل کرتا ہو حالانکہ اس میں مطلوب یقین ہے یا اس شخص پر تعجّب ہے جو فرعی مسئلہ میں ظنی بات کہتا ہے، حالانکہ وہ مجتہد نہیں اور نہ کسی مجتہد کا مقلّد ہے۔ ہاں مجتہد اور اس کے مقلّد کے لیے یہ جائز ہے اس لیے کہ فقہ ظنی علم ہے اگر چہ کہا جاتا ہے کہ حکم معلوم ہے

اور ظن صرف طریق ثبوت حکم میں ہے، اسی لیے علماء کرام نے فقہ کی تعریف میں لکھا ہے «هُوَالْعِلْم بِالْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مِنْ أَدِلَّتِهَا التَّفْصِيلِيَّةِ»[۱] امام صاحب نے فرمایا ہے کہ جو شخص علم کو دنیا کے لیے طلب کرے اس میں برکت نہ ہوگی اور اس کے قلب میں مستحکم نہ ہوگا اور اس سے پڑھنے والے اس سے نفع اٹھائیں گے اور جو شخص اسے دین کے لیے حاصل کرے اس میں اس کے لیے برکت ہوگی،اس کے دل میں جم جائے گا اور اس کے تلامذہ اس سے نفع اٹھائیں گے۔

ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اے ابراہیم تمہیں عبادت سے بہت کچھ نصیب ہوا تو چاہیئے کہ علم تمہارے قلب سے ہو کہ یہ رأس العبادت ہے اور اس کے ساتھ تمام امور کا قیام ہے۔جو شخص حدیث سیکھے اور فقیہ نہ ہو وہ مثل عطار کے ہے کہ دو ائیں جمع کرتا ہے مگر منافع کو نہیں جانتا، یہاں تک کہ طبیب کے پاس جائے۔اسی طرح محدّث حدیث کے حکم کو نہیں جانتا یہاں تک کہ فقیہ کے پاس جائے۔جب کوئی دنیوی ضرورت پیش آئے تو اس کے حاصل ہونے تک کھا نامت کھا اس لیے کہ کھانا عقل کو بدل دیتا ہے اور ظاہر یہ ہے کہ امام صاحب کی مراد اس سے زیادہ کھانا ہے۔

منصور نے امام صاحب سے کہا کہ آپ میرے پاس اکثر کیوں نہیں تشریف لا یا کرتے؟ فرمایا میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس پر آپ سے خوف کروں، اگر آپ اپنا مقرب بنائیں گے تو فتنہ میں ڈالیں گے اور اگر دور کریں گے رسوا کریں گے۔

امیر کوفہ سے فرمایا سلامتی کے ساتھ روٹی کا ایک ٹکڑا، ایک پیالہ پانی، ایک کپڑا پوستین کا بہتر ہے ایسی نعمتوں میں عیش کرنے سے جس کے بعد ندامت ہو۔جب کوئی آپ کے پاس لوگوں کی بات بیان کرتا فرماتے :دیکھو! بچو ایسی باتوں سے جس کو لوگ

---

(۱) زركشي، البحر المحيط في أصول الفقه، ۱/ ۳٤

ناپسند کرتے ہوں۔جو شخص میری برائی بیان کرے اللہ تعالی اسے معاف کرے اور جو شخص میرے حق میں کلمۂ خیر کہے اللہ تعالی اسے نیک اجر عطا فرمائے۔دین میں تفقہ حاصل کرو اور لوگوں کو اس حال پر چھوڑو جوانھوں نے اپنے لیے پسند کیا ہے۔اللہ تعالی انھیں تمہارا محتاج بنائے گا جس کے نزدیک اس کا نفس معظم ہوگا۔دنیا اور اس کی تمام سختیاں اس کے نزدیک ذلیل ہوں گی۔جو شخص تیری بات کاٹے اسے کسی قابل مت گن، اس لیے کہ وہ علم وادب کا دوستدار نہیں۔اپنے دوست (یعنی نفس) کے لیے گناہ اور اپنے غیر (یعنی وارث) کے لیے مال مت جمع کر۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے جس نے لڑائی کی حضرت علی حق کے ساتھ اس پر بالا رہے اور اگر یہ باتیں حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی شائع نہ ہوتیں تو کسی کو یہ معلوم نہ ہوتا کہ باغی مسلمانوں کے قتال کا کیا طریقہ ہے اور اسی کے مثل حضرت امام شافعی علیہ الرّحمۃ کا ارشاد ہے کہ میں نے باغیوں کے احکام اور ان کے قتل کا مسئلہ حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہما کے قتال سے سیکھا۔

کسی شخص نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اس کا جواب دیا۔اس پر کسی نے کہا کہ یہ شہر کوفہ ہمیشہ امن کے ساتھ رہے گا جب تک آپ تشریف فرما ہیں۔آپ نے اس پر یہ شعر پڑھا۔بیت:

خَلَتِ الدِّيَار فَسدْتُ غَيْرَ مسَوَّدِ * وَمِنَ الشَّقَاءِ تَفَرِدِي بِالسؤْدَدِ[۱]

آپ کے صاحبزادے حضرت حماد رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کو آگے بڑھے۔ آپ نے ان کا کپڑا پکڑکران کوہٹایا اور غیر کو آگے بڑھایا۔انھوں نے عرض کی حضرت آپ مجھے رسوا فرماتے ہیں۔امام صاحب نے فرمایا نہیں،بلکہ خود تم نے اپنے

(۱) یہ شعر حارثہ بن بدر الغدانی تابعی (متوفی: ٦٤ھ) کا ہے

آپ کو رسوا کرنا چاہاتھا تو میں نے منع کیا،کیونکہ تم نماز پڑھاتے اگر کوئی شخص کہتا ان کے پیچھے جو نماز پڑھی ہے دہراؤ تو یہ واقعہ کتابوں میں لکھ [دیا]جاتا اور قیامت تک عار وننگ کا باعث ہوتا۔

## اٹھائیسویں فصل وظائف جلیلہ مثل عہدۂ قضاوانتظام بیت المال کے متولّی ہونے سے رکنے اور انکار پر آپ کی تکلیف کے بیان میں ہے

ربیع نے کہا کہ بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد کے والی عراق یزید بن عمرو بن ہیرہ نے مجھ کو امام صاحب کے بلانے کو بھیجا کہ ان کو بیت المال کا ناظم وناظر مقرر کرے۔ آپ نے اس سے انکار فرمایا اس نے اس پر آپ کے کوڑے مارے۔

مفصّل واقعہ یہ ہےا کہ بنی امیہ کے جانب سے عراق کا والی ابن ہیرہ تھا۔جب عراق میں فتنہ وفساد کا ظہور ہوا اس نے فقہاء عراق کو جمع کرکے اپنے کام کا ایک ایک حصّہ ایک ایک کے سپرد کیا۔امام صاحب کو بلا بھیجا کہ ان کے پاس اس کی مہر رہے اور کوئی فرمان بغیر ان کے مہر کیے نافذ نہ ہو نہ بغیر ان کے دستخط کے بیت المال سے کوئی رقم بر آمد ہو۔ آپ نے اس سے انکار فرمایا۔اس نے قسم کھائی کہ آپ ایسا نہ کریں گے تو بخدا ہم ماریں گے۔فقہاء عراق نے کہاہم آپ کو قسم دیتے ہیں کہ اپنے نفس کو ہلاکت میں نہ ڈالیے اس لیے کہ ہم لوگ بھائی بھائی ہیں اور ہم سب لوگ اس کو ناپسند کرتے ہیں (تو جس طرح ہم لوگوں نے مجبورًا قبول کیا ہے) آپ بھی قبول کر لیجئے۔امام صاحب نے پھر بھی انکار کیا اور فرمایا کہ اگر مجھ سے بزور حکومت یہ چاہے اس کے لیے مسجد کے دروازوں کو شمار کروں تو میں یہ بھی نہ کروں گا،پھر اتنا بڑا کام مجھ سے کیونکر ہوسکتا ہے کہ مثلاً وہ لکھے گا کہ فلاں مسلمان کی گردن ماری جائے اور میں اس پر مہر کروں۔ بخدا میں کبھی اس مخمصہ میں نہ پڑوں گا۔اس قتل کی تخصیص

اس وجہ سے کی گئی ہے کہ مسلمان کا ناحق قتل کرنا شرک کے بعد سب گناہوں سے بڑا گناہ ہے۔ کوتوال نے اس پر آپ کو دو ہفتہ قید میں رکھا اور مارا۔ پھر آپ کو چودہ کوڑے مارے اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے کئی دن تک متواتر مارا۔ پھر ایک شخص ابن ہیرہ کے پاس آیا اور بیان کیا کہ وہ شخص مر جائے گا۔ ابن ہیرہ نے کہا کہ ان سے کہہ کہ ہم کو ہماری قسم سے چھڑائے۔ اس شخص نے عرض کی آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ سے یہ چاہے کہ میں اس کے لیے مسجد کے دروں کو شمار کردوں تو یہ بھی نہ کروں گا۔ مجھ کو چھوڑو کہ اس بارے میں اپنے بھائیوں سے مشورہ کروں۔ ابن ہیرہ نے اس کو غنیمت سمجھا اور آپ کی رہائی کا حکم دیا۔ آپ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر سنہ ۱۳۰ ھ میں مکّہ تشریف لے گئے اور وہیں اقامت فرمائی۔ یہاں تک کہ جب خلفاےعباسیہ کا دور حکومت شروع ہوا تو آپ کوفہ تشریف لائے۔ وہ زمانہ منصور کی خلافت کا تھا۔ منصور نے آپ کی بہت عزّت وعظمت کی۔ دس ہزار درہم اور ایک لونڈی کا حکم دیا۔ آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا۔

خطیب نے ابن ہیرہ کے ساتھ آپ کا دوسرا واقعہ یہ بیان کیا ہے کہ اس نے چاہا کہ آپ والی کوفہ ہوں۔ آپ نے انکار کیا۔ اس پر اس نے ہر روز دس کوڑے کے حساب سے ایک سودس (۱۱۰) کوڑے لگوائے اور آپ برابر انکار کرتے رہے۔ جب اس نے اس قدر انکار دیکھا تو رہائی دی۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے آپ کو عہدۂ قضاء قبول کرنے کو کہا۔ آپ نے انکار فرمایا۔ اس پر اس نے قید کیا۔ کسی نے آپ سے کہا کہ خلیفہ نے قسم کھائی ہے تا وقتے کہ آپ عہدۂ قضاء قبول نہ فرمائیں گے ہم آپ کو چھوڑ نہیں سکتے۔ وہ ایک مکان بنانا چاہتا ہے جس کی اینٹ گننے کا کام آپ کے سپرد ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا بخدا

وہ اگر مسجد کے دروں کو گننے کے لیے مجھ سے کہے تو یہ بھی نہ کروں گا۔جب آپ قید خانہ سے رہا ہوئے، فرمایا مجھے ضرب کا ایسا صدمہ نہ تھا جس قدر صدمہ مجھے اس کا تھا کہ اس خبر کو سن کر میری والدہ صاحبہ کو کتنی پریشانی ہوئی ہوگی۔اس پریشانی کا صدمہ ضرب کے صدمہ سے بڑھا ہوا تھا۔

دوسری روایت میں ہے کہ اس نے حکم دیا کہ آپ کے سر پر کوڑے ماریں۔ جس سے آپ کا سر مبارک ورم کر گیا۔پھر اس نے رہائی دی۔

روایت ہے کہ وہ خلیفہ سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی زیارت با کرامت سے خواب میں مشرف ہوا۔دیکھا کہ حضور اقدس صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم فرماتے ہیں کیا خدا کا خوف تیرے دِل میں نہیں کہ میری امت کے ایک معزز شخص کو بے قصور مارتا ہے۔اور بہت تہدید فرمائی۔خلیفہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا اور رہائی کا حکم دیا اور اپنے قصور کی معافی چاہی۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ نے جب قید خانہ میں مار کھائی تو امام صاحب کی حالت یاد فرماتے اور ان پر دعاے رحمت کرتے۔

ایسا ہی واقعہ امام صاحب کو خلیفہ منصور کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابن ابی لیلی قاضی کوفہ نے جب انتقال کیا تو خلیفہ منصور نے کہا کہ اب کوفہ عادل حاکم سے خالی ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے امام صاحب، مسعر،[سفیان]ثوری اور شریک کو بلوا بھیجا۔یہ لوگ اس کے پاس روانہ ہوئے تو امام صاحب نے ان لوگوں سے فرمایا کہ میں تم لوگوں کے بارے میں اپنی عقل سے بات کہتا ہوں۔میں تو حیلہ کرکے خلاصی پاؤں گا ؛مسعر مجنوں ہو جائیں گے ؛سفیان بھاگ جائیں گے،البتّہ شریک قاضی مقرر ہوں گے۔ جب وہ لوگ بغداد کے قریب

پہنچے،سفیان نے ظاہر کیا کہ وہ قضائے حاجت چاہتے ہیں۔ایک سپاہی ان کے ساتھ گیا۔ سفیان نے ایک کشتی دیکھی۔اس کے ملاح سے کہا کہ یہ شخص جو بیٹھا ہوا ہے مجھے ذبح کرنا چاہتا ہے (اس لیے کہ حدیث شریف میں ہے جو شخص قاضی بنایا گیا گو یا وہ بغیر چھری کے ذبح کیا گیا)۔اور چند درہم ملاح کو دیئے۔جب اس سپاہی نے ان کو نہ پایا تو خود بھی ڈرسے بھاگ گیا۔جب یہ تینوں منصور کے پاس پہنچے؛مسعر آگے بڑھے اور بولے کہ ہاتھ لاؤ،تم اچھی طرح ہو، تمہارے چو پائے اچھی طرح ہیں،تمہارے لڑکے اچھی طرح ہیں؟ خلیفہ نے کہا اسے باہر نکالو یہ دیوانہ ہے۔اس کے بعد امام صاحب پر یہ عہدہ پیش کیا۔آپ نے انکار کیا۔اس نے قسم کھائی کہ ضرور آپ کو قبول کرنا ہوگا۔امام صاحب نے قسم کھائی کہ نہیں قبول کریں گے۔جب منصور قسم دھراتا امام صاحب بھی قسم دھراتے۔ربیع دربان شاہی نے کہا کہ کیا حضور نہیں دیکھتے کہ امیر المؤمنین قسم کھا رہےہیں؟ (یعنی پھر انکار کرتے ہیں) فرمایا: ان کو قسم کا کفارہ دینا آسان ہےاور وہ میرے اعتبار سے اس پر زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔خلیفہ نے آپ کی قید کا حکم دیا۔اس کے بعد بلوایا اور پوچھا آپ اس کام سے نفرت کرتے ہیں جس کو ہم کرتے ہیں؟ فرمایا: اللہ تعالی امیر المؤمنین کی اصلاح حال کرے، اے امیر المؤمنین خدا سے ڈریے اور اس کی امانت میں ایسے شخص کو شریک نہ کیجئے جو خدا سے نہ ڈرتا ہو۔بخدا میں خوشی کی حالت میں بھی مامون نہیں ہوں تو کیونکر غضب کی حالت میں مامون رہوں گا۔میں اس کام کے لائق نہیں۔خلیفہ نے کہا آپ غلط کہتے ہیں، آپ ضرور اس کے لائق ہیں۔امام صاحب نے فرمایا: آپ نے تو خود فیصلہ فرما لیا،اگر میں سچا ہوں تو اپنی حالت کی خود خبر دے رہا ہوں کہ میں اس کے قابل نہیں اور اگر میں دروغ گو ہوں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ ایک دروغ گو کو قاضی بنائیں؟ علاوہ اس

کے میں آزاد کیا ہوا شخص ہوں اور عرب اس کو کبھی پسند نہ کریں گے کہ آزاد کیا ہوا شخص ان پر حکومت کرے۔ خلیفہ نے آپ کے قید کا حکم دیا۔ اب شریک کی باری آئی۔ انھوں نے قبول کر لیا۔ اس وجہ سے سفیان ثوری نے ان سے کلام ترک کر دیا اور فرمایا کہ اور کچھ نہیں تو اتنا تو ہو سکتا تھا کہ تم بھاگ جاتے، مگر نہ بھاگے۔ یہ جو مشہور ہے کہ خلیفہ نے اپنی قسم پوری کرنے کو چند دنوں تک اینٹ گننے کو مقرر کر دیا تھا، آئمہ کرام نے ردّ کر دیا ہے اور صحیح یہی ہے کہ انھوں نے قید خانہ ہی میں مار کے صدمہ یا زہر کی مصیبت سے وصال فرمایا۔

## انتیسویں فصل

## آپ کے سند قراءت کے بیان میں ہے

متعدد طریقوں سے منقول ہے کہ آپ نے قراءت امام عاصم سے حاصل کی جو قراء سبعہ سے ایک معزز قاری ہیں۔ ایک جماعت مفسرین وغیرہ نے آپ کی طرف قراءت شاذہ کو منسوب کیا ہے کہ آپ نے اس قراءت کو اختیار فرمایا ہے۔ آئمہ حفاظ متأخرین نے ان لوگوں پر اس بارے میں سخت تشنیع کی ہے کہ ان لوگوں کو اس بارے میں دھوکا ہوا کہ اس کو کتاب **قراءت ابی حنیفہ** مصنفہ **محمد** بن جعفر خزاعی سے نقل کیا، حالانکہ ایک جماعت دارقطنی وغیرہ نے تصریح کی کہ یہ کتاب موضوع ہے۔ اس کی کچھ اصل نہیں اور امام صاحب اس سے پاک ہیں۔ وہ بڑے عقلمند، بڑے دیندار شخص ہیں۔ ان کی شان سے بہت ہی بعید ہے کہ قراءت متواترہ سے عدول کریں اور قراءت شاذہ اختیار کریں جن میں بہت سی قراءتوں کے لیے کوئی محمل صحیح نہیں۔

## تیسویں فصل

## آپ کی سند حدیث کے بیان میں ہے

پہلے بیان ہوچکا کہ امام صاحب نے چار ہزار اساتذہ تابعین وغیرہم سے علوم حاصل کیے۔ اس لیے علامہ ذہبی وغیرہ نے حفاظ محدثین میں ان کو شمار کیا ہے۔ جس شخص نے حدیث کے ساتھ کم توجہی آپ کی بیان کی اس کا منشا تساہل یا حسد ہے کیونکہ جو شخص حدیث نہ جانتا ہو اس قسم کے بے شمار مسائل کیونکر مستنبط کر سکتا ہے؟ طُرفہ یہ کہ آپ اس طریقۂ استنباط کے موجد اور اولین شخص ہیں جنھوں نے یہ طریقہ نکالا اور اسی مشغولی کی وجہ سے آپ کی حدیث آپ کے استنباط سے علیحدہ نہیں مشہور ہوئی۔ جس طرح عمر خطاب رضی اللہ تعالی عنہ چونکہ عام مسلمانوں کی مصلحتوں میں مشغول ہوئے تو ان سے روایات حدیث اس کثرت سے نہیں ہوئی جس طرح اور صحابہ چھوٹے چھوٹے رتبہ والوں سے ہوئی۔ اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو۔ یوں ہی امام مالک وشافعی سے بھی روایت حدیث اس قدر نہیں جتنی ان لوگوں سے ہے جو صرف اسی کے لیے فارغ ہیں۔ جیسے ابو زرعہ، ابن معین وغیرہ کیونکہ وہ لوگ اسی استنباط کے ساتھ مشغول رہے و رحمۃ اللہ تعالی علیہم اجمعین۔

علاوہ بریں بے سمجھے بوجھے کثرت روایت میں تو کوئی خوبی نہیں ہے بلکہ علاّمہ ابن عبد البر نے تو اس کی برائی میں ایک مستقل باب مقرر کیا ہے پھر لکھا ہے کہ فقہاے مسلمین وعلماے دین کا اتفاق ہے کہ بدون تفقہ اور بغیر تدبّر کے کثرت روایت مذموم ہے۔ ابن شبرمہ نے کہا کہ کم روایتی تفقہ ہے۔ ابنِ مبارک نے کہا اثر پر بھی اعتماد کرنا چاہیئے۔ اور معتبر وہ راے ہے جس سے حدیث کی تفسیر ہوسکے۔ امام صاحب کی قلّت روایت کا سبب یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک اسی شخص کو روایت کرنا جائز ہے

جسے سننے کے دن سے روایت کے وقت تک حدیث یاد ہو تو وہ صرف حافظ کے لیے روایت کرنا درست بتاتے تھے۔ خطیب نے اسرائیل بن یونس سے روایت کی اس نے کہا امام ابو حنیفہ بہت اچھے آدمی ہیں، کس قدر حدیثیں ان کو فقہ کی یاد تھیں، پھر بھی حدیثوں کو بہت تلاش کیا کرتے اور تحقیق کرتے تھے۔ حدیثوں میں جتنے فقہی مسائل ہوتے ان سب کو بہت زیادہ جانتے تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مروی ہے کہ میرے نزدیک حدیث کی تفسیر اور حدیث میں فقہی نکتوں کے مقامات کا جاننے والا امام ابو حنیفہ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔ انھیں سے منقول ہے کہ میں نے جن جن مسئلوں میں امام صاحب کا خلاف کیا ان سب میں امام صاحب کی رائے کو آخرت میں زیادہ نجات دینے والا پایا اور بسا اوقات میں حدیث کی طرف نگاہ کرتا تو ان کو اپنے سے زیادہ واقف کار صحیح حدیث کے بارے میں پاتا۔ جب امام صاحب کسی قول پر رائے مصمم فرمالیتے میں مشائخ کوفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور اس رائے کی تقویت میں کوئی حدیث تلاش کرتا تو کبھی دو، بلکہ تین حدیثیں پاتا اور ان کو آپ کے پاس لاتا تو بعض حدیثوں میں یہ فرماتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یا یہ حدیث غیر معروف ہے۔ میں عرض کرتا اس کا حضور کو کیونکر علم ہوا حالانکہ یہ تو آپ کے قول کے مطابق ہے؟ آپ فرماتے میں کوفہ والوں کے علم سے واقف ہوں۔

آپ امام اعمش کے پاس تھے کہ کسی نے چند مسئلے ان سے دریافت کیے۔ انھوں نے امام صاحب سے کہا آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے سب کا جواب دیا۔ انھوں نے کہا یہ جوابات آپ کو کہاں سے معلوم ہوئے؟ فرمایا ان احادیث سے جن کو میں نے آپ سے روایت کی اور چند حدیثیں بسند آپ نے پڑھیں۔ امام اعمش

نے فرمایا آپ کو کافی ہے وہ حدیثیں جو میں نے سو دن میں روایت کی تم نے مجھ سے ایک ساعت میں روایت کر دیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تم ان احادیث پر عمل کروگے۔ اے گروہ فقہا تم لوگ اطبا ہو اور ہم لوگ عطار ہیں اور اے ابو حنیفہ تم دونوں طرف کو لیے ہوئے ہو یعنی طبیب وعطار، فقیہ ومحدّث دونوں ہو۔

حفاظ حدیث نے آپ کی احادیث سے کئی سندیں بیان کیں جن میں اکثر ہم تک متصل ہیں جیسا کہ ہمارے مشائخ کے مسانید میں مذکور ہے۔ میں نے ان کو اس لیے حذف کر دیا کہ اس میں کلام اور طویل ہے اور چنداں فائدہ نہیں۔

## اکتیسویں فصل

## آپ کی وفات کے سبب کے بیان میں ہے

پہلے بیان ہوچکا ہے کہ خلیفہ منصور نے آپ کو عہدۂ قضا کے لیے طلب کیا اور اس کی خواہش تھی کہ جملہ قضاۃ اسلام آپ کے ماتحت ہوں۔ مگر آپ نے اس سے انکار فرمایا۔ اس پر اس نے قسم کھائی اور سخت قسم کھائی کہ اگر آپ اسے قبول نہ فرمائیں گے تو میں قید کروں گا اور نہایت سخت بر تاؤ کروں گا۔ جب آپ نے انکار فرمایا تو اس نے آپ کو قید کر دیا اور کہلا بھیجا تھا کہ اگر قید سے رہائی چاہتے ہیں تو عہدۂ قضا قبول کیجئے۔ آپ انکار فرماتے رہے۔ جب آپ نے انکار شدید کیا، خلیفہ نے حکم دیا کہ آپ قید سے باہر لائے جائیں اور ہر روزدس کوڑے مارے جائیں اور بازاروں میں ان کی تشہیر ہو۔ چنانچہ ایک دن آپ نکالے گئے اور بہت ہی دردناک مار آپ پر پڑی۔ یہاں تک کہ آپ کی دونوں ایڑیوں تک خون بہہ آیا۔ اسی طرح سربازار آپ کی تشہیر کی گئی۔ پھر قیدخانے واپس بھیجے گئے اور کھانے پینے میں نہایت ہی تنگی کی گئی۔ اسی طرح دوسرے تیسرے دن ہوا۔ یونہی برابر دس دن تک۔ تب آپ روئے

اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔اس کے پانچویں دن آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

ایک جماعت نے یوں روایت کیا ہے کہ آپ کو زہر کا پیالہ پینے کو دیا گیا۔آپ نے انکار کیا اور فرمایا میں جانتا ہوں جو اس میں ہے۔میں اپنے قتل میں قاتل کا مددگار ہونا پسند نہیں کرتا ہوں۔آپ کو پٹک کر آپ کے مُنہ میں زبردستی وہ زہر دے دیا گیا جس سے آپ نے وفات پائی۔

بعضوں نے کہا کہ یہ منصور کے سامنے کا واقعہ ہے اور یہ بات صحیح ہے کہ جب آپ نے اپنی وفات کا احساس فرمایا سجدہ کیا۔روح مبارک نے اس حالت میں مفارقت کی کہ آپ سجدہ میں تھے۔

بعضوں نے کہا کہ امام صاحب کا رکنا اور عہدۂ قضا قبول نہ کرنا اس کا باعث نہیں کہ خلیفۂ وقت اس بری طرح سے آپ کو قتل کرے بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ امام صاحب کے بعض دشمنوں نے منصور تک یہ خبر پہنچائی کہ امام ابو حنیفہ ہی نے ابراہیم بن عبد اللہ بن حسن بن حسین بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برانگیختہ کیا ہے جو انھوں نے بصرہ میں مخالفت ظاہر کی۔جس سے منصور بہت ڈرا اور اس کو کسی صورت اطمینان نہ ہوا اور یہ یہی[بات] دشمنوں نے اس تک پہنچائی کہ آپ نے بہت سے مال کے ساتھ ان کی قوت بڑھائی ہے۔منصور اس سے ڈرا کہ مبادا امام صاحب ابراہیم بن عبد اللہ کی طرف مائل ہو جائیں تو بہت بڑی دقت ہوگی۔اس لیے کہ امام صاحب صاحبِ وجاہت اور بہت بڑے مالدار تھے۔اس لیے آپ کو بغداد بلا بھیجا اور بے وجہ قتل کی جرأت نہ کی۔عہدۂ قضا کا بہانہ نکالا،کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ اس عہدہ کو ہرگز قبول نہ فرمائیں گے تاکہ اس کے ذریعہ سے امام صاحب کے قتل کا موقعہ ملے۔

## بتیسویں فصل

## تاریخ وفات کے بیان میں ہے

ارباب تواریخ کا اتفاق ہے کہ امام صاحب سنہ ۱۵۰ ھ میں ستر (۷۰) برس کی عمر میں رہگرائے عالم آخرت ہوئے۔ سنہ ۱۵۱ھ میں آپ کا وصال ماننا بالکل غلط، بے اصل ہے۔ اکثروں کا خیال یہ ہے کہ آپ نے رجب میں انتقال فرمایا اور بعضوں نے کہا کہ شعبان میں اور بعضوں نے نصف شوال بیان کیا ہے۔

آپ نے سوائے حضرت حماد کے اور کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔ رحمۃ اللہ تعالی علیہ۔

## تینتیسویں فصل

## آپ کے تجہیز و تکفین کے بیان میں ہے

جب آپ کا وصال ہوا تو قیدخانہ سے آپ کو پانچ آدمی لائے اور اس جگہ تک پہنچایا جہاں آپ کو غسل دیا گیا۔ آپ کو حسن بن عمارہ قاضی بغداد نے غسل دیا۔ ابو رجاء عبد اللہ ابن واقد ہروی پانی دیتے تھے۔ جب قاضی صاحب آپ کے غسل سے فارغ ہوئے، بولے اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے تیس سال سے افطار نہ کیا اور چالیس سال سے رات کو نہ سوئے۔ آپ ہم سب لوگوں سے زیادہ فقیہ اور عابد وزاہد اور اوصاف خیر کے زیادہ جامع تھے۔ اور جب آپ نے انتقال فرمایا جب بھی بھلائی اور سنّت کی طرف گئے اور اپنے پچھلوں کو تعب اور مصیبت میں ڈال رکھا۔

لوگ آپ کے غسل سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ بغداد کی بے شمار خلقت ٹوٹ پڑی۔ گویا کہ کسی نے آپ کے وصال کی ہر جگہ خبر دے دی۔ آپ پر جتنے آدمیوں نے نماز پڑھی وہ شمار میں بقول بعض کے پچاس ہزار اور بقول بعض اس سے زیادہ ہی تھے۔ آپ کے جنازہ کی نماز چھ مرتبہ پڑھی گئی۔ سب سے آخر آپ کے

صاحبزادے حضرت حماد نے پڑھی۔ کثرت ازدحام سے عصر کے بعد تک ہی آپ کے دفن سے فراغت نہ ہوسکی۔ بیس دن تک لوگ برابر آپ کی قبر پر نماز پڑھتے رہے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مقبرہ خیزران میں، پورب جانب دفن کیے جائیں اس لیے کہ وہاں کی زمین پاک صاف ہے مغصوب نہیں۔

جب خلیفہ منصور کو یہ خبر پہنچی، کہا: آپ کی زندگی کی حالت میں اور بعد وفات بھی معذور ہیں۔

جب فقیہ مکہ ابن جریج، استاذ الاساتذۃ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہما کو آپ کے وفات کی خبر پہنچی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کتنا بڑا علم جاتارہا۔

جب شعبہ نے آپ کے وصال کی خبر سنی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور کہا کہ علم کا نور کوفہ سے بجھ گیا، اب ایسا شخص کبھی پیدا نہ ہوگا۔

ایک زمانہ کے بعد سلطان ابو سعد مستوفی خوارزمی نے آپ کی قبر مبارک پر ایک بڑاشاندار قُبہ بنوایا اور اس کے ایک جانب مدرسہ جاری کیا۔

## چونتیسویں فصل

## وہ غیبی ندائیں جو آپ کے انتقال کے بعد سنی گئیں

صدقہ مغابری سے منقول ہے (یہ شخص مجیب الدعوات تھے) کہ جب لوگ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو دفن کر چکے، تین رات تک ندائے غیبی سنی گئی کہ کوئی شخص کہتا ہے۔ بیت:

ذهب الْفِقْه فَلاَ فقه لكم * فَاتَّقُوا اللهَ وَكونُوا خلفا

مَاتَ نعْمَان فَمن هَذَا الَّذِي * يحيى اللَّيْل إِذا مَا سدفا[۱]

(۱) أبوعبد الله الحسين بن علي الصَّيْمَري الحنفي (المتوفى: ٤٣٦ هـ)، أخبار أبي حنيفة وأصحابه، ٩٤/١

فقہ جا تارہا،اب تمہارے لیے فقہ نہیں تو اللہ تعالی سے ڈرد اور ان کے خلف بنو۔ امام ابو حنیفہ نے انتقال کیا تو کون ہے اس رتبہ کا جو شب کو عبادت کرتا ہو جب تاریک ہو جائے۔

بعضوں نے کہا جس شب میں آپ نے انتقال فرمایا جنّ روتے تھے۔ ان کے رونے میں یہ دو شعر سنے گئے اور کوئی کہنے والا نظر نہ آیا۔

## پینتیسویں فصل وفات کے بعد بھی آئمہ رحمہم اللہ تعالی

## آپ کا ویسا ہی ادب کرتے تھے جس طرح حین حیات میں اور اس

## باب کے بیان میں کہ آپ کی قبر کی زیارت حاجت روایی کی باعث ہے

ہمیشہ سے علما اور اہل حاجت کا داب[طریقہ] رہا کہ وہ آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرتے اور اس کے وسیلے سے حاجت روایی چاہتے اور اس ذریعہ سے کامیابی کا اعتقاد رکھتے اور منہ مانگی مراد پاتے تھے۔ از آنجملہ رکن اسلام امام شافعی رحمۃ اللہ تعالی ہیں کہ جب بغداد میں فروکش تھے فرمایا کہ میں امام ابو حنیفہ سے برکت لیتا ہوں، ان کی قبر مبارک کی زیارت کرتا ہوں۔ جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے، دو رکعت نماز پڑھ کر ان کی قبر کے پاس جاتا ہوں، خداوند عالم سے وہاں دعا کرتا ہوں تو فورا حاجت روایی ہوتی ہے۔

منہاج نووی کے حاشیہ پر بعض متکلّمین نے بیان کیا ہے کہ امام شافعی نے صبح کی نماز امام صاحب رحمہا اللہ تعالی کی قبر کے پاس پڑھی جس میں دعا قنوت کو ترک کیا۔ کسی نے سبب پوچھا۔ فرمایا کہ اس قبر والے کے ادب سے۔ اس کو اور لوگوں نے بھی ذکر کیا ہے اور اس قدر اور بڑھا یا ہے کہ آپ نے بسم اللہ بھی زور سے نہ پڑھی۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں، جیسا کہ بعضوں نے خیال کیا ہے کیونکہ کبھی سنّت

کے معارض ایسی بات عارض ہوتی ہے جس سے اس کا ترک راجح ہوجاتا ہے اس لیے کہ وہ اس وقت اہم تر ہے۔بے شبہہ علما کے مقام کی بر تری بتا نا امر موکّد ومطلوب ہے۔اور جب اس کی ضرورت ہو کسی حاسد کے ذلیل کرنے یا جاہل کے تعلیم دینے کو تو مجرد قنوت پڑھنے اور زور سے بسم اللہ کہنے سے بڑھا ہوا ہے۔اس لیے کہ ان دونوں میں خلاف ہے اور وہ خلاف سے پاک وصاف ہے۔اور اس لیے بھی کہ اس کا نفع متعدی ہے اور اس کا نفع غیر متعدی ہے۔اس میں بھی شک نہیں کہ حاسدین امام آپ کے حیات میں اور بعد وفات بھی بہت زیادہ تھے یہاں تک کہ بڑی بڑی جھوٹی تہمتیں آپ پر رکھیں اور آپ کے ایسی بری طرح کے قتل میں کوشش کی جس کا بیان گذر چکا ہے۔اس میں بھی شک نہیں کہ کسی بات کا بیان فعل کے ساتھ زیادہ واضح ہوتاہے قول کیسا تھ بیان کرنے سے، کیونکہ دلالتِ فعل عقلی ہے اور دلالتِ قول وضعی۔اس میں مدلول سے تخلف ممکن ہے اور وہاں ناممکن۔اس لیے کہ زید کے کریم ہونے پر فعل کرم کی دلالت اقوی ہے اس کہنے سے کہ "میں کریم ہوں"۔جب یہ سب باتیں معلوم ہوچکیں تو واضح ہوگیا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فعل دعا قنوت پڑھنے، بسم اللہ زور سے کہنے سے افضل تھا کیونکہ اس میں اس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ امام صاحب کے ساتھ بہت ادب چاہیئے۔وہ بڑے رتبہ کے عالی شخص تھے اور ان آئمہ مسلمین میں سے تھے جن کی پیروی کرنی چاہیئے اور سب لوگوں پر ان کی تعظیم و توقیر واجب ہے۔آپ ان بزرگانِ دین رحمہم اللہ تعالی میں سے ہیں جن سے شرم اور ان کا ادب ولحاظ ضروری ہے۔ایسا نہ ہو کہ ان کے سامنے،اگر چہ بعد وفات ہی کیوں نہ ہو،کوئی ایسی بات کی جائے جو ان کے ارشاد کے خلاف ہو اور یہ کہ آپ کے حساد خائب وخاسر ہیں۔ان کو اللہ تعالی نے باوجود علم دینے کے گمراہ کردیا ہے۔

جب عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالی آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہوئے، بولے" اللہ تعالی آپ پر رحم فرمائے۔ ابراہیم نخعی اور حماد رحمہا اللہ تعالی نے جب انتقال فرمایا تو انھوں نے آپ کو اپنا قائم مقام چھوڑا تھا۔ اور آپ امام ابو حنیفہ علیہ الرّحمۃ اس طرح تشریف لے گئے کہ روے زمین پر کوئی شخص آپ کا جانشین نہیں ہو سکتا ہے"۔ یہ کہہ کر بہت روئے۔

حسن بن عمارہ رحمہ اللہ تعالی آپ کی قبر کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا کہ آپ خلیفۃ السلف تھے اور افسوس کہ آپ نے اپنا خلیفہ نہیں چھوڑا۔ مانا کہ کچھ لوگ آپ کے علم میں، جو آپ کی تعلیم سے ہے، خلیفہ ہو سکیں تو وہ لوگ ورع اور تقوی میں تو آپ کے خلیفہ نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر خداوند عالم انہیں توفیق عطا فرمائے۔

## چھتیسویں فصل بعض اچھے خوابوں کے بیان میں جو آپ نے دیکھے اور آپ کے متعلّق لوگوں نے دیکھے

روایت ہے کہ آپ نے ربّ العزۃ جلّ جلالہ کو ۹۹ بار خواب میں دیکھا تو اپنے دل میں کہا کہ اب اگر اس کرامت سے مشرف ہوں گا۔ تو میں یہ پوچھوں گا کہ بندے تیرے عذاب سے کیونکر نجات پاسکتے ہیں؟ جب پھر خداوند عالم کو دیکھا حسب ارادہ سوال کیا۔ مولےٰ تعالےٰ نے اس کا جواب عنایت فرمایا۔

یہ گذر چکاہے کہ ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا کہ گویا وہ نبی اکرم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی قبر اقدس کو اگٹ رہے ہیں۔ ابن سیرین اور ان کے شاگرد رحمۃ اللہ علیہما نے یہ تعبیر دی کہ وہ رسول اللہ تعالی علیہ وسلم کہ قبروں کو ظاہر کریں گے اور ایسے علوم پھیلائیں گے جو آپ کے قبل کسی نے نہیں ظاہر کیے۔

ہشام رحمۃ اللہ تعالے نے کہا کہ اسی وقت سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے

عنہ نظر اور قیاس کرنے لگے اور دینی مسئلوں میں کلام شروع کیا۔ یہ خواب آپ کے متعلق آپ کے بعض شاگردوں نے بھی دیکھا تھا۔ یہ کہ لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں مگر کوئی شخص آپ پر انکار نہیں کرتا۔ پھر اس مٹی مبارک سے بہت سالیا اور چاروں طرف ہوا میں پھونک دیا۔ اس خواب نے آپ کو ڈرادیا۔ تب آپ نے ابن سیرین سے یہ خواب بیان کیا۔ انھوں نے کہا سبحان اللہ !جس نے یہ خواب دیکھا ہے وہ بڑے رتبہ کا شخص ہے۔ وہ فقیہ ہے یا عالم؟ میں نے کہا وہ فقیہ ہیں۔ بولے بخدا یہ ضرور رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کا وہ علم ظاہر کریں گے جس کو کسی نے ظاہر نہ کیا۔ اور ضرور ان کا نام پورب پچھم [یعنی مشرق و مغرب ]اور تمامی اطرافِ عالم میں، جہاں جہاں وہ مٹی پہنچی ہے، مشہور ہو گا۔

ازہر بن کیسان نے کہا کہ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی زیارت با کرامت سے مشرف ہوا اور آپ کے پیچھے ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہما ہیں۔ میں نے ان دونوں سے عرض کیا کہ میں رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سے کچھ پوچھوں ؟فرمایا :پوچھ، مگر زور سے نہ بولنا۔ میں نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالی کے علم سے سوال کیا کیونکہ میں ان سے خوش اعتقاد نہ تھا۔ ارشاد ہوا ان کے علم کا سر چشمہ علم خضری سے ہے۔ میں نے دیکھا کہ پے درپے تین ستارے آسمان سے ٹوٹے ہیں۔ وہ امام ابو حنیفہ، مسعر، ثوری رضی اللہ تعالی عنہم تھے۔ محمد بن مقاتل سے اس کا تذکرہ ہوا وہ رودیے اور بولے کہ علما زمین کے ستارے ہیں۔

امام صاحب رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ دیکھا کہ آپ محشر میں حوض کوثر پر تشریف فرماہیں اور آپ کے داہنے جانب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسّلام ہیں، پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے

عنہ، اسی طرح یہاں تک کہ سترہ (۱۷) بزرگوں کو شمار کیا۔حوض کے آگے اپنے بعض پڑوسیوں کو دیکھا کہ ان کے سامنے برتن ہے۔ان سے پوچھا کہ میں پیوں؟ کہا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم سے پوچھ لوں۔دریافت کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے اجازت دی تو انھوں نے ایک پیالہ دیا۔آپ نے پیا اور اپنے تمام اصحاب رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کو پلایا۔مگر وہ پیالہ انگلی کی پور کے برابر کم نہ ہوا اور وہ پانی دودھ سے زیادہ سفید اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔

بعض ابدال رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین نے امام محمد بن حسن رضی اللہ تعالے عنہ کو خواب میں دیکھا۔پوچھا: اللہ تعالے نے تمہارے ساتھ کیا کیا ؟بولے کہ یہ فرمایا کہ میں نے تیرے پیٹ کو اس لیے علم کا برتن نہیں بنایا کہ تجھے عذاب دوں۔میں نے پوچھا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالے عنہ کے ساتھ کیا کیا ؟بولے ان کا رتبہ مجھ سے بڑھ کر ہے۔میں نے پوچھا امام ابو حنیفہ کے ساتھ کیا کیا؟ بولے ان کا درجہ اعلیٰ علیین میں ہے۔اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ امام ابو یوسف سے کئی درجہ بلند ہیں۔

بعض صالحین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کو کسی نے خواب میں دیکھا۔پوچھا اللہ تعالے نے آپ کے ساتھ کیا کیا ؟فرمایا: مجھے بخش دیا ؛اور میرے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ کے ساتھ ملائکہ پر فخر کیا۔ہم اور وہ اعلیٰ علّیین میں ہیں۔

مقاتل بن سلیمان رضی اللہ تعالے عنہ کے حلقہ میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک شخص آسمان سے اترا ہے اور اس پر سفید کپڑے ہیں۔وہ شخص بغداد کے سب سے اونچے منارے پر کھڑا ہوا اور آواز دی" کیا چیز لوگ گما بیٹھے۔" مقاتل رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا اگر یہ خواب تمہارا سچا ہے تو ضرور دنیا کا سب سے بڑا عالم انتقال کرے گا۔چنانچہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ

نے وصال فرمایا۔ مقاتل نے (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ * البقرة: ١٥٦) پڑھا اور فرمایا افسوس کہ دنیا سے وہ شخص چل بسا جو امّت محمدی سے مشکلات کو دور کیا کرتا تھا۔

ابو معافی فضل بن خالد رضی اللہ تعالے عنھما سے روایت ہے کہ میں آنحضرت سرور عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ عرض کی کہ حضور امام ابو حنیفہ کے علم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ارشاد ہوا اس کا علم وہ علم ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہے۔

مسدد بن عبد الرّحمن بصری رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ وہ صبح کے وقت مکّہ معظمہ میں رکن اور مقام کے در میان سوئے ہوئے تھے کہ زیارت جمال بے مثال نبوی صلی اللہ تعالے علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ حضور اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کوفہ میں ہے، ان کا نام نعمان بن ثابت ہے۔ کیا میں ان کے عمل ایسا عمل کروں؟ ارشاد ہوا ان سے علم سیکھو اور ان کے عمل ایسا عمل کرو، وہ بہت اچھا شخص ہے۔ بولے میں کھڑا ہوا کہ اور لوگوں کو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ کی طرف زبردستی متوجہ کرتا ہوں اور جو خیال میرا پہلے تھا اس سے استغفار کرتا ہوں۔

بعض آئمہ حنابلہ رضی اللہ تعالے عنہ حضور اقدس صلے اللہ تعالے علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ کہا کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلے اللہ تعالے علیہ وسلم مذاہبِ حقّہ سے حضور مجھے خبر دیں۔ ارشاد ہوا مذاہبِ حقّہ تین ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال ہوا کہ یہ مذہبِ امام ابو حنیفہ کو مذاہبِ حقّہ سے باہر کریں گے اس لیے کہ وہ رائے سے کہا کرتے ہیں۔ آپ نے ان کا بیان اس طرح شروع فرمایا: ابو حنیفہ، شافعی، احمد رضی اللہ تعالی عنہم۔ پھر فرمایا :مالک رضی اللہ تعالی عنہ، چار ہیں۔ میں نے

عرض کی کہ ان سب میں بہتر کون [سا] مذہب ہے؟ تو میرا گمان غالب یہ ہے کہ فرمایا: احمد بن حنبل کا مذہب۔

تنبیہ: آپ کے بعض حاسدوں کا خیال یہ ہے کہ آپ کے متعلق اس کے خلاف خوابیں دیکھی گئیں۔ ازانجملہ یہ ہے کہ زبیر بن احمد رضی اللہ تعالی عنہما سرور عالم صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرف ہوئے اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے بائیں جانب ہیں۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے فرمایا (فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلاَءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَيْسوا بِهَا بِكَافِرِينَ * الأنعام: ٨٩) اور امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ آپ کے داہنی طرف ہیں۔ آپ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا (اولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللهُ فَبِهُدَاهُم اقْتَدِهْ * الأنعام: ٩٠)۔ یہ خواب سچا نہیں ہے، اس لیے کہ امام حافظ دیلمی صاحب مسند الفردوس شافعی ہیں اور باوجود اس کے انھوں نے مظفر سے روایت کیا کہ انھوں نے اپنے استاد حافظ ابو مظفر قاینی رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین سے روایت کی کہ انھوں نے ایک بہت لمبا خواب دیکھا جو ان چند چیزوں پر مشتمل ہے جن کو انھوں نے آنحضرت صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سے پوچھا تھا۔ ازآنجملہ اختلاف آئمہ کا ہے۔ ارشاد ہوا کہ ہر مجتہد اپنے اجتہاد میں مصیب ہے۔ عرض کی: یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ دونوں مجتہد بر سر صواب ہیں اور حق ایک کی جانب ہے۔ اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ دو مجتہدوں میں سے ایک مخطی ہے اور ایک مصیب اور مخطی معفو عنہ ہے۔ حضور اقدس صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں معنًی قریب قریب ہیں اگر چہ دونوں میں لفظاً فرق ہے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم تو دونوں میں کس کو لینا انسب ہے؟ ارشاد ہوا دونوں حق ہیں۔ عرض کی تو احمد بن زبیر رضی اللہ تعالی

عنھما کے اس قول کے (جو اوپر گذرا) کیا معنی ہیں؟ ارشاد ہوا مجھے یاد نہیں کہ ایسا کہا ہے اور اگر کہا ہو گا تو دونوں کے لیے یہ کہا ہو گا (اولٰئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ * البقرۃ: ۵)۔ میں نے کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے امور دینیہ میں وسعت کردی اور میں امید کرتا ہوں کہ ان کا اختلاف رحمت ہو۔

اس خواب کے علاوہ اور دوسرے خواب بھی ہیں جن کو میں نے اس کی شناعت وقباحت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ اور اس کے ردّ کے لیے وہ سب خواب کافی ہیں جو پہلے گذرے ہیں۔ علاوہ بریں اچھے خواب بہت زیادہ ہیں جن سے میں نے چند نفیس خوابوں پر اختصارًا بس کیا ہے۔

## سینتیسویں فصل اس شخص پر ردّ میں ہے جس نے

## امام صاحب پر قدح کیا کہ آپ قیاس کو سنّت پر مقدم کرتے ہیں

حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ تعالی علیہا کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ اہلحدیث، امام صاحب کی مذمت میں حد سے گذر گئے اور افراط سے کام لیا کہ وہ قیاس کو احادیث پر مقدم جانتے ہیں۔ اکثر اہلِ علم کا مقولہ یہ ہے کہ جب صحیح حدیث موجود ہو تو رائے اور قیاس باطل ہے۔ مگر اس قسم کی کوئی حدیث وارد نہیں سوائے بعض اخبار کے جس میں بھی تاویل کا احتمال ہے۔ اکثر قیاسوں میں آپ کے غیر آپ پر سابق ہیں۔ ان کے مثل اس بات میں ان کے تابع ہیں۔ امام صاحب کے اکثر قیاسات ایسے ہیں کہ اس میں آپ اپنے شہر کے اہل علم مثل ابراہیم نخعی، اصحاب ابن مسعود کے تابع ہیں۔ ہاں امام صاحب اور ان کے تلامذہ رحمھم اللہ تعالے کے اس قسم کے قیاسات زیادہ ہیں اور آپ کے سوا اور لوگوں کے بھی ہیں، مگر وہ کم ہیں۔ اس لیے جب امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا گیا کہ امام صاحب کیوں آپ کو

برے معلوم ہوتے ہیں؟ بولے بوجہ راے کے۔ کہا گیا: کیا امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ نے راے سے مسائل نہیں بیان کیے؟ امام احمد نے کہا ہاں، مگر امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی راے سے زیادہ مسئلے بیان کرتے ہیں۔ کہا گیا: تو آپ نے دونوں کے بارے میں موافق حصّہ رسدی کیوں نہیں کلام کیا؟ امام احمد رضی اللہ تعالی عنہ خاموش ہو گئے۔

لیث بن سعد کہتے ہیں کہ میں نے امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے ستر مسئلے ایسے شمار کیے جو انھوں نے اپنی راےسے نکالے ہیں حالانکہ وہ سب سنّت رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم کے مخالف ہیں۔ میں نے انھیں اس بارے میں بطور نصیحت لکھا تھا۔ میں نے علماء امت سے کسی ایک کو بھی نہ دیکھا کہ اس نے کوئی حدیث رسول اللہ صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم سے ثابت کی ہو پھر اس کو بغیر حجت (مثل ادعاء نسخ یا اجماع یا عمل جس کی اصل پر انقیاد ضروری ہو یا طعن فی السند) کے رد کیا ہو۔اور اگر کوئی عالم کسی حدیث کو بغیر حجت کے رد کرتا تو اس کی عدالت ساقط ہوجاتی اور ایسے شخص کو فاسق کہا جاتا چہ جائیکہ وہ امام بنارہے۔یقیناً اللہ تعالے نے ان باتوں سے اُن کو بچائے رکھا ہے۔ بیشک صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنھم اجمعین سے بھی اجتہاد بالراےاور قول بالقیاس مروی ہے، اور جن اصول پر ان کا قیاس مبنی ہوتا ہے اس کا بیان بہت طویل ہے۔ یونہی تابعین میں سے ایک کثیر جماعت سے اجتہا د بالراے ثابت ہے۔ ختم ہوا کلام علامہ ابن عبد الر رحمۃ اللہ علیہا کا۔اس کلام میں اس اعتراض کا شافی جواب ہے تو تُو خوب سوچ لے۔ خلاصہ یہ کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالے تنہا قیاس کے ساتھ منفرد نہیں۔ بلکہ فقہاء امصار کا اس پر عمل ہے،جیسا کہ حافظ ابن عبد البر نے بیان کیا اور اس کو بہت تفصیل کے ساتھ لکھااور جس نے اسے عیب جانا اس کا رَد کیا۔

تنبیہ: ایک جماعت نے امام صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کو مرجئہ میں سے شمار کیا،یہ کلام بوجوہ ٹھیک نہیں:

اولاً شارح موافق رحمۃ اللہ تعالے علیہ نے کہا کہ عسان مرجی اپنے مذہب ارجاء کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالے سے روایت کرتا تھا اور ان کو بھی مرجئہ سے شمار کرتااور یہ امام صاحب پر اس کا افترا ہے۔اس سے عسان کا مقصود امام صاحب جیسے جلیل القدر مشہور شخص کی طرف منسوب کرکے اپنے مذہب کو رواج دینا تھا۔

ثانیاً آمدی رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا کہ جس نے امام صاحب رضی اللہ تعالے عنہ کو مرجئہ اہل سنّت سے گنا، اس کا عذر یہ ہے کہ معتزلہ صدر اول میں اپنے مخالفین فی العذر کا لقب مرجئہ رکھتے تھے یا چونکہ امام صاحب کا مسئلہ یہ تھا «اَلإِيمَان لاَ يَزِيد وَلاَ يَنْقُصُ»[۱] اس سے آپ کا مرجئہ ہونا سمجھا کیونکہ مرجئہ عمل کو ایمان سے موخر خیال کرتے ہیں۔حالانکہ ایسا نہیں۔اس لیے عمل میں آپ کا کمال مبالغہ اور بلیغ کوشش معروف ومشہو رہے۔

ثالثا ابن عبد البر رحمۃ اللہ تعالی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ محسود تھے۔ان کی طرف ایسے باتیں منسوب ہوا کرتی تھیں جو آپ میں نہ تھیں اور آپ کے بارے میں ایسی باتیں گڑھی جاتیں جو آپ کے لائق نہ تھیں۔

آپ کے پاس وکیع رضی اللہ تعالے عنہ آئے تو دیکھا کہ آپ متفکر سر جھکا ئے بیٹھے ہیں۔پھر پوچھا آپ کہاں سے تشریف لائے؟ وکیع بولے شریک کے پاس سے۔تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔بیت:

إِنْ يَحْسدونِي فَإِنِّي غَيْر لاَئِمِهِمْ * قَبْلِي مِنَ النَّاسِ أَهْلُ الْفَضْلِ قَدْ حُسِدوا

---

(۱) أبوحنيفة النعمان بن ثابت (المتوفى: ١٥٠ هـ.)، الفقه الأكبر، ١/٥٥

فَدَامَ لِي وَلَهُمْ مَا بِي وَمَا بِهِم * وَمَاتَ أَكْثَرنَا غَيْظًا بِمَا يَجِد[١]

اگر وہ لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں تو میں انہیں ملامت نہیں کرتا۔ مجھ سے پہلے اور اہل فضل بھی محسود ہوئے۔ تو ہمیشہ رہا میرے لیے اور ان کے لیے وہ کہ میرے ساتھ اور ان کے ساتھ ہے۔ اور اکثر لوگ اس سبب سے جو انھوں نے پایا، مارے غصّہ کے مرگئے۔ وکیع رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ شاید شریک کے متعلق اس قسم کی کوئی خبر آپ کو معلوم ہوئی ہوگی۔

## اڑتیسویں فصل

## آپ کے بارے میں جو جرح ہوئی اس کے ردّ کے بیان میں ہے

ابو عمر یوسف بن عبد البر رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے کہا کہ جن لوگوں نے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے روایتیں کیں اور ان کو ثقہ کہا اور ان کی مدح سرائی کی وہ آپ کے حق میں کلام کرنے والوں سے بہت زیادہ ہیں۔ اور صرف اہلحدیث نے آپ کے بارے میں کلام کیا۔ اور اکثر کا اعتراض صرف یہ ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ رائے اور قیاس میں بالکل مستغرق تھے۔ پہلے بیان ہوچکا کہ یہ کوئی عیب نہیں ہے۔ مثل مشہور ہے کہ آدمی کے تیز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ لوگ اس کے بارے میں متبائن خیال کے ہوں۔ دیکھو حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کے بارے میں دو فرقے ہلاک ہوئے۔ ایک محبّ جنھوں نے ادعاے محبّت میں حد سے زیادہ افراط کیا۔ دوسرے مبغض جنھوں نے مرتبہ گھٹانے میں کچھ اٹھا نہ رکھا۔ امام علی بن المدینی رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا کہ ثوری، ابن مبارک، حماد بن زید، ہشام، وکیع، عباد بن العوام، جعفر بن عون رضی اللہ تعالے عنھم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے

---

(١) یہ اشعار بشار بن برد (متوفی: ١٦٧ ھ) کے ہیں۔

روایت کی اور کہا کہ وہ ثقہ ہیں ان میں کوئی مضائقہ نہیں۔شعبہ بھی امام صاحب رضی اللہ تعالے عنہ کے ساتھ اچھا خیال رکھتے تھے۔یحی بن معین رحمۃ اللہ علیہما نے کہا کہ ہمارے اصحاب امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ کے حق میں بہت تفریط سے کام لیتے ہیں۔ ان سے کہا گیا :تو کیا وہ جھوٹ بولتے تھے؟ کہا :آپ اس سے بہت بیزار تھے۔**طبقات** شیخ الاسلام تاج الدین سبکی میں ہے بہت ڈرو، بہت بچو، اس بات سے کہ محدثین کے اس قاعدے سے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر، ایسا سمجھنے لگو کہ یہ علی الاطلاق ہے۔ بلکہ درست یہ ہے کہ جس شخص کی امامت وعدالت ثابت ہو، اور اس کے مدح کرنے والے تزکیہ کرنے والے زائد ہوں اور جرح کرنے والے تھوڑے اور وہاں تعصبِ مذہبی وغیرہ اسباب جرح موجود ہوں تو کبھی اس کی جرح کی طرف التفات نہ کی جائے گی۔ پھر ایک طویل کلام کے بعد ذکر کیا ہے کہ میں نے تجھے بتا دیا ہے، کہ جارح کی جرح اگر چہ مفسر ہو جب بھی اس شخص کے حق میں مقبول نہیں جس کی طاعتیں معصیت پر غالب ہوں۔ جس کے مداح مذمت کرنے والے سے زیادہ ہوں اور جس کے مزکی جرح کرنے والوں سے وافر ہوں جب کہ وہاں کوئی ایسا قرینہ ہو جس کی وجہ سے عقل گواہی دے کہ مثلاً تعصب مذہبی یا منافست دنیوی اس کا باعث ہے، جیسا کہ عام طور پر ہمعصروں میں ہوا کرتا ہے،تو ایسی حالت میں امام صاحب رضی اللہ تعالے عنہ کے خلاف ثوری وغیرہ رحمھم اللہ تعالے کے کلام کی طرف التفات نہ ہوگا۔نہ امام مالک کے خلاف ابن ابی ذئب وغیرہ، نہ امام شافعی کے خلاف ابن معین وغیرہ،نہ احمد بن صالح کے خلاف امام نسائی رضی اللہ تعالے عنھم اجمعین کے کلام کی طرف التفات کیا جائے گا۔تاج سبکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے کہا کہ اگر تقدیم جرح کو مطلق رکھیں تو آئمہ میں سے کوئی شخص سالم نہ رہے گا، اس لیے کہ

کوئی امام بھی ایسا نہیں جس پر طعن کرنے والوں نے طعن نہ کیا ہو اور ہلاک ہونے والے اس میں ہلاک نہ ہوئے ہوں۔

ابن عبد البر رحمھما اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس باب میں بہتیروں سے غلطی ہوئی اور فرقہ جاہلیہ اس میں گمراہ ہوا۔ وہ نہیں جانتا کہ اس بارے میں اس پر کیا گناہ ہے۔ پھر فرمایا کہ جس کو جمہور نے اپنا دینی پیشوا مان لیا ہو اس کے بارے میں کسی طعن کرنے والے کا قول معتبر نہ ہوگا۔ اس پر یہ دلیل ہے کہ سلف رضی اللہ تعالی عنھم میں بھی بعضوں نے بعضوں کو حالت غیظ وغضب میں بہت سخت وسست کہا ہے۔ اس میں سے بعض تو حسد پر محمول کیا گیا اور بعض کی ایسی تاویل کی گئی کہ اس سے مقول فیہ میں کچھ لازم نہیں آتا۔ یونہی صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالے عنھم اجمعین کے کلمات میں ہم چشموں کا ایک دوسرے پر طعن کرنا بہت سا مذکور ہے، جس کی طرف ایک عالم نے بھی التفات نہ کیا، نہ اس کا خیال کیا کیونکہ وہ بھی بشر ہیں۔ آپس میں کبھی ایک دوسرے سے خوش رہتے ہیں اور کبھی ناراض ہوتے ہیں اور رضامندی کے وقت کی بات اور ہوتی ہے اور ناراضی کے وقت کی دوسری۔ تو جو شخص علماء میں سے ایک کا طعن دوسرے پر قبول کرے اس کو چاہیے کہ صحابہ رضی اللہ تعالے عنھم میں بھی ایک کی تشنیع دوسرے کے حق میں قبول کرے۔ اور یونہی تابعین وتبع تابعین وآئمہ مسلمین رضی اللہ تعالی عنھم میں بھی بعضوں کا اعتراض بعضوں کے حق میں مان لے تو اگر ایسا کوئی کرے گا غایت درجہ گمراہ اور نہایت ہی نقصان میں ہوگا۔ اگر اسے خدانے ہدایت کی اور ٹھیک راستہ الہام کیا تو ایسا نہ کرے گا اور ہرگز نہ کرے گا تو اسے چاہیے کہ جو میں نے شرط کیا ہے وہاں ٹھہر جائے کیونکہ وہ حق ہے اور اس کے سوا باطل ہے۔ اس کے بعد بہتیرا کلام امام مالک کے ہم چشموں کا

ان کے حق میں اور ابن معین کا کلام امام شافعی کے حق میں ذکر کیا اور کہا کہ جن لوگوں نے امام مالک اور امام شافعی رضی اللہ تعالی عنما کی شان میں کلام کیا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے حسن بن ہانی نے کہا۔ بیت:

يا ناطِحَ الجَبَلِ الأَشَم بِرأْسِهِ * أشفق عَلَى الرأس لاَ تُشْفِقْ عَلَى الجَبَلِ

اے بلند پہاڑ پر اس لیے سرمار نے والے کہ اسے زخمی کردے۔ تو اپنے سر پرڈر پہاڑ کامت خیال کر۔

ابو العتاہیہ نے کیا اچھا کہا ہے۔ بیت:

وَمَن ذا الَّذي يَنجو مِنَ الناسِ سالِماً * وَلِلناسِ قالٌ بِالظُنونِ وَقيلُ

وہ کون شخص ہے جو تم لوگوں سے سلامت رہے۔ حالانکہ اپنے گمان سے لوگ قال و قیل کرتے ہیں۔

کسی نے ابن مبارک رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا کہ فلاں شخص امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ کے حق میں بدگوئی کرتا ہے، تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

حسدوك الملا وفضّلك * اللهُ بما فُضِّلَت به النجباء[١]

لوگ تجھ سے حسد کرتے ہیں اس لیے کہ خدا نے تجھے فضیلت دی۔ ساتھ اس چیز کے کہ اس کے ساتھ شریف لوگ فضیلت دیئے گئے ہیں۔

کسی نے یہ بات ابو عاصم نبیل رحمۃ اللہ تعالے سے ذکر کی۔ بولے وہ ویسا ہی ہے جیسا ابو الاسودالدولی رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا۔ بیت:

حَسَدوا الفَتى إِذ لَم يَنالوا سَعيهُ * فَالقَوم أَعداءٌ لَهُ وَخُصوم

لوگ جو ان سے حسد کرنے لگے جب کہ انھوں نے اس کی کوشش کو اپنا یا۔ تو

(١) یہ شعر عبد اللہ بن مبارک (متوفی: ١٨١ ھ) کا ہے۔

قوم اس کی دشمن اور مخالف ہوئی۔

ابو عمرو رضی اللہ تعالے عنہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ علم حاصل کرو جہاں تم پاؤ۔ فقہا رحمھم اللہ تعالی کا وہ قول جو بعضوں نے دوسروں کے حق میں کہامت قبول کرو اس لیے کہ وہ عار کرتے ہیں۔ جیسے نر بکرے خواب گاہوں کے بارے میں عار کرتے ہیں۔ دوسری روایت انھی کی ہے۔ علماء کا کلام سنو اور ایک کی دوسروں پر طعن کرنے میں تصدیق نہ کرو۔ اس لیے کہ بخدا وہ لوگ زیادہ عار کرتے ہیں نر بکروں سے اپنی خواب گاہوں کے بارے میں۔

اسی طرح عمرو بن دینار رحمۃ اللہ تعالے سے مروی ہے۔ اسی واسطے مبسوط میں امام مالک رضی اللہ تعالے عنہ کا مذہب مذکور ہے کہ علما کی گواہی علما کے خلاف جائز نہیں۔ اس لیے کہ وہ آپس میں سب سے زیادہ حسدی اور ایک دوسرے سے بہت بغض رکھنے والے ہیں۔ فقیر مترجم غفر لہ المولی القدیر کہتا ہے کہ یہ صرف ان دونوں حضرات کا خیال ہے ور نہ علمائے کرام کی شان ارفع واعلے ہے اس بات سے کہ وہ ایک دوسرے سے حسد رکھیں یا بلا وجہ بغض وعداوت رکھیں۔

## انتالیسویں فصل خطیب نے جو تاریخ میں امام صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کے مخالفین کا کلام نقل کیا ہے اس کے ردّ میں ہے

مخفی نہ رہے کہ قادحین کے اقوال نقل کرنے سے خطیب رحمۃ اللہ علیہ کی اور کوئی غرض نہیں سوا اس کے کہ امام صاحب کے بارے میں لوگوں نے جو کچھ کہا ہے وہ سب جمع کردیئے جائیں۔ جس طرح موّرخوں کی عادت ہوا کرتی ہے کہ ہر رطب و یا بس جمع کردیتے ہیں اس سے ان کی نیت توہین وتنقیص شان نہیں۔ اس لیے کہ ا نھوں نے اس سے پہلے امام صاحب کے مدح کرنے والوں کا بھی کلام نقل کیا ہے اور

اس بارے میں بہت کچھ لکھا اور آپ کے ایسے اوصاف بیان فرمائے کہ دیگر اہل مناقب اس پر اعتماد کرکے اس کو نقل کیا کرتے ہیں۔اس کے پیچھے قادحین کا کلام اس لیے نقل فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ اتنا بڑا شخص بھی حاسدین وجہال کے طعن سے محفوظ نہ رہا۔اور اس کی دلیل یہ ہے کہ طعن کی جتنی روایتیں ہیں اکثر ان میں متکلم فیہ یا مجہول سے خالی نہیں۔اور اس پر اجماع ہے کہ ایسی روایتوں کی وجہ سے کسی ادنی مسلمان کی بھی آبرو ریزی درست [نہیں] چہ جائیکہ مسلمانوں کے امام عالی مقام رضی اللہ تعالی عنہ کی۔

شیخ الاسلام امام تقی بن دقیق العید رحمہما اللہ تعالی نے فرمایا لوگوں کی عزّت وآبرو جہنم کے گڑھوں سے ایک گڑھا ہے جس کے کنارے پر حکام اور محدثین ٹھہرے ہیں۔

اگر قادحین کا وہ کلام جسے خطیب نے ذکر کیا، بالفرض صحیح بھی مان لیا جائے،جب بھی معتبر نہیں۔اس لیے کہ طعن کرنے والا اگر امام صاحب کا معاصر نہیں تو وہ مقلد محض ہے۔جو کچھ امام صاحب کے دشمنوں نے لکھا اس کا متبع ہے۔اگر امام صاحب رضی اللہ تعالے عنہ کا ہمعصر ہے جب بھی قابل قبول نہیں،اس لیے کہ پہلے یہ بات گذر چکی کہ اقران کا قول در بارۂ طعن ایک دوسرے کے حق میں مقبول نہیں۔علامہ ذہبی اور ابن حجر رحمہما اللہ تعالی نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ خصوصاً جب کہ ظاہر ہو کہ یہ کسی عداوت یا اختلاف مذہب کی وجہ سے ہے۔اس لیے کہ حسد سے کوئی نہیں بچتا سوا اس کے جسے خداتعالے محفوظ رکھے۔ذہبی علیہ الرحمۃ نے کہا میں کسی زمانہ کو ایسا نہیں دیکھتا ہوں جس میں معاصر سلامت رہا ہو۔ سوائےزمانہ انبیاے کرام علی نبینا وعلیہم الصلاۃ والسلام اور زمانہ صدیقین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین

کے۔علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے طالبِ ہدایت تجھے لائق ہے کہ آئمہ ماضیین کے ساتھ ادب کا راستہ اختیار کر د اور یہ کہ بعضوں کا کلام جو بعضوں کے حق میں ہوا ہے اسے نہ دیکھ مگر جب مدلل بیان کیا جائے پھر بھی اگر تاویل اور حُسن ظن ہو سکے تو اس کو اختیار کر ور نہ ان اختلافات سے جو ان میں ہوئے درگذر کر۔ اس لیے کہ تم اس لیے نہیں پیدا ہوئے بلکہ جو باتیں کار آمد ہیں ان میں مشغول رہ اور لا یعنی باتوں سے احتراز کر اور میرے نزدیک ہمیشہ طالب علم ہوشیار رہتا ہے جب تک اس میں غور وخوض نہ کرے جو سلف صالحین میں ہوا ہو، اور اس میں بعضوں کے حق میں بعضوں پر فیصلہ نہ کرنے لگے۔تو خبر دار ایسا نہ ہو کہ تم اس کی طرف کان لگاؤ جو امام صاحب اور سفیان ثوری یا امام مالک اور ابن ابی ذئب یا احمد بن صالح اور نسائی یا احمد اور حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ تعالے عنہم کے درمیان واقع ہوا ہے۔ اور اسی طرح زمانہ عزّ بن سلام اور تقی بن صالح رحمہم اللہ تعالے تک، اس لیے کہ اگر تو اس میں پھنسے گا تو تجھ پر ہلاک ہونے کا خوف ہے۔پس قوم آئمہ اعلام ہیں اور ان کے اقوال کے لیے مختلف محامل ہیں۔تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض محمل سمجھ میں نہ آئے تو ہمیں بھی چاہیئے کہ ان سب کے حق میں دعا کریں کہ اللہ تعالے ان سب سے راضی ہو۔اور جو کچھ ان میں واقع ہوا اس سے سکوت کریں۔جس طرح ہم ان باتوں میں سکوت کرتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کے درمیان واقع ہوا۔

## چالیسویں فصل اس کے بیان میں ہے جو کہا گیا کہ امام صاحب نے صریح احادیث صحیحہ کا بغیر حجّت کے خلاف کیا ہے

یہ باب بہت وسیع ہے۔چاہتا ہے کہ جس قدر ابواب فقیہ ہیں سب شمار کیے

جائیں (اور یہ نہایت مشکل ہے) تو ہم صرف چند قواعد اجمالیہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں تا کہ جو شخص ان کو ادّلہ تفصیلہ کے وقت مستحضر رکھے، نفع اٹھائے۔

جان لو کہ متقدمین رضی اللہ تعالے عنھم میں سے جن لوگوں نے ایسا گمان کیا ان میں سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور متأخرین میں سے حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ کوفی شیخ بخاری ہیں۔ان لوگوں سے اس قسم کی باتوں کے صادر ہونے کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے آرام طلبی کہ اور امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قواعد واصول میں تامل نہ کیا۔اس لیے کہ امام صاحب کے قواعد سے ایک یہ ہے کہ جز واحد جب اصول مجمع علیھا کے مخالف ہو تو وہ قابل قبول نہیں۔کما ذکرہ الحافظ ابو عمر بن عبد البر وغیرہ رحمۃ اللہ تعالے علیہم،تو اس دقت قیاس کو مقدم کرنا ہو گا۔امام صاحب رضی اللہ تعالی عنہ کے قیاس کو خبراحاد پر مقدم کرنے کی معذرت کی ہے کہ یہ کسی سبب سے ہے بے وجہ ایسا نہیں کیا ہے۔اور نہ حاشا وکلا با وجود قوادح سے حدیث صحیح ہو نےکے۔پھر بھی اس کے ردکر نے کو ایسا کیا ہے۔یا ایسا کسی خاص امر کے باعث ہے۔ مثلاً:

ا۔وہ حدیث پر مطلع نہ ہو۔

۲۔یا مطلع تو ہو مگر وہ حدیث ان کے نزدیک صحیح نہ ثابت ہو۔

۳۔یا اس لیے کہ وہ روایت غیر فقیہ کی ہے اور مخالفِ قیاس ہے۔اس لیے فقہا ے کرام رحمھم اللہ تعالی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی حدیث مصرات کو ردّ کرد یا ہے۔لیکن اکثر علماےاحناف نے اس قول کی مدد کی جس پر جمہور علما ہیں یعنی راوی کا فقیہ ہو ناشرط نہیں، بغیر اس کے بھی خبر کو قیاس پر مقدم کر ناچاہیئے۔ انھوں نے فرمایا کہ ہمارے اصحاب رحمھم اللہ تعالے نے با وجودے کہ حدیث ابو ہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیاس کے خلاف ہے، پھر بھی اس صورت میں کہ روزہ دار بھول کر کھائے یا پیے،اس کو معمول بہ ٹھہرایا ہے۔یہاں تک کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر روایت موجود نہ ہوتی تو میں قیاس سے کہتا۔امام صاحب سے ثابت ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس سید عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا ارشاد آئے تو ہمارے سر آنکھوں پر اور سلف میں کسی سے یہ منقول نہیں کہ انھوں نے راوی کا فقیہ ہو ناشرط کیا ہو، تو یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ شرط لگا نا ایک نئی بات ہے۔بعضوں نے کہا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فقیہ تھے۔کیونکہ وہ جملہ اسباب اجتہاد کے جامع تھے اور وہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم ہی کے زمانہ میں فتوی دیتے تھے۔حالانکہ اس زمانہ میں کوئی شخص سوائے فقیہ مجتہد کے فتویٰ دینے کا مجاز نہ تھا۔اور اسی کا اتباع محبوبی قری رحمۃ اللہ تعالےٰ نے **طبقات حنفیہ** میں کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہاء صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے تھے۔اسے ابن حزم نے ذکر کیا ہے اور ہمارے استاد شیخ الاسلام علامہ تقی سبکی علیہ الرّحمۃ اللہ تعالےٰ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاوے کو ایک جلد میں جمع فرمایا ہے۔جس کو میں نے ان کی زبان مبارک سے سنا۔انتہیٰ۔

۴۔یا اس لیے کہ راوی کا عمل اپنے حدیث مروی کے خلاف ہو کیونکہ یہ نسخ یا اس کے مثل پر دلالت کرتا ہے۔اسی لیے لوگوں نے کتے کے منہ ڈالنے سے بر تن کو تین دفعہ دھونے پر عمل کیا باوجودیکہ سات مرتبہ دھونے کی حدیث ان سے مروی ہے۔کیونکہ وہ خود تین ہی مرتبہ دھوتے تھے اور اسی طرح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کو لیا کہ مرتدہ قتل نہ کی جائے گی باوجودیکہ ان سے حدیث مروی ہے کہ جو شخص اپنے دین کو بدل دے، اسے قتل کرڈالو۔

۵۔ یا اس لیے کہ حدیث ایسی ہو جس سے واقف ہونے کی تمام لوگوں کو ضرورت ہو۔ پھر بھی ایک راوی کے سوا اور کسی سے روایت نہ آئی ہو تو اس حدیث کی روایت میں ایک شخص کا منفرد ہونا یہ قدح اور عیب ہے۔ اسی لیے لوگوں نے مس ذکر سے وضوٹوٹنے کی حدیث کو نہیں لیا جس کا رواى بسرہ ہے کیونکہ اس مسئلہ کی ضرورت عام ہے۔

۶۔ یا اس لیے کہ وہ حدیث حد یا کفارہ میں وارد ہوئی ہو۔ کیونکہ یہ دونوں شبہہ کی وجہ سے ساقط ہوجاتی ہیں اور جو راوی کہ اس کے ساتھ منفرد ہوا ہے اس کے خطا کا احتمال یہی ایک قسم کا شبہہ ہے۔

۷۔ یا اس لیے کہ وہ حدیث قیاس جلی کے مخالف ہو۔ اس حدیث کے خلاف ہو جس کو دوسری حدیث سے قوت ملی ہو۔

۸۔ یا اس لیے کہ اس حدیث میں بعض سلف پر طعن ہو جیسے حدیث قسامہ۔

۹۔ یا اس لیے کہ جس مسئلہ میں خبر واحد وارد ہوئی ہو پھر بھی صحابہ کرام میں وہ مسئلہ مختلف فیہا ہوا اور کسی نے اس حدیث سے استدلال نہ کیا تو باوجود شدت اعتناء بالحدیث صحابہ کرام کا، اس حدیث کو مطلقاً چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہو یا پایۂ ثبوت تک نہ پہنچی ہو۔ جیسے حدیث الطلاق بالرجال۔ کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف کیا ایک جماعت نے، کہ انھی میں امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں، یہ کہا کہ عدد طلاق میں شوہر کے حرّ اور غلام ہونے کا اعتبار ہے۔ اور ایک جماعت نے، کہ ان میں امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ ہیں، یہ فرمایا کہ عدد طلاق میں عورت کے حرّہ اور کنیز ہونے کا اعتبار ہے۔ اور بعضوں کے نزدیک دو میں سے جو رقیق ہو اس کا لحاظ کیا جائے گا۔

۱۰۔ یا اس لیے کہ وہ خبر واحد ظاہر عموم قرآن کے مخالف ہو اس لیے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ عموم قرآن کو خبر واحد سے خاص کرنا یا قرآن کو منسوخ ماننا جائز نہیں جانتے تھے، کیونکہ خبر واحد ظنی ہے اور قرآن شریف یقینی ہے۔ اور اقوی کو مقدم کرنا واجب ہے جیسے حدیث (لاَ صَلاَةَ إِلاَّ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ)[۱] کہ یہ عموم آیہ کریمہ (فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ * المزمل: ۲۰) کے مخالف ہے۔ یا اس لیے کہ وہ خبر واحد سنّت مشہورہ کے مخالف ہو کیونکہ حدیث خبر احاد سے قوی ہے جیسے حدیث شاہد اور یمین کی کہ یہ عموم خبر مشہور (الْبَيِّنَة عَلَى الْمدَّعِي، وَالْيَمِين عَلَى مَنْ أَنْكَرَ)[۲] کے مخالف ہے۔

۱۱۔ یا اس لیے کہ وہ خبر قرآن شریف پر زائد ہو، جیسے یہ حدیث کہ قرآن شریف میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کا ذکر ہے تو شاہد اور یمین ان دونوں پر زائد ہیں۔

جب بات ثابت ہوچکی تو امام صاحب رضی اللہ تعالے عنہ کا بری ہونا اس سے ظاہر ہوگیا جو ان کے دشمنوں اوران لوگوں نے، جو ان کے قواعد بلکہ مواقع اجتہاد کے بالکل ناواقف ہیں، آپ کی طرف نسبت کیا کہ آپ خبر احاد کو بے وجہ ترک فرمایا کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ آپ نے کسی حدیث کو نہیں چھوڑا مگر کسی ایسی دلیل کی وجہ سے جو ان کے نزدیک قوی اور واضح تر ہے۔

---

([۱]) ابن راهويه (متوفى: ۲۳۸ هـ.)، المسند، مَا يُرْوَى عَنْ خِلاَّسِ بْنِ عَمْرٍو، وَعَمَّارِ بْنِ أَبِي عَمَّارٍ، وَأَبِي الْمُهَزِّمِ، وَمَشَايِخِ الْبَصْرَةِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رقم: ۱۲٦؛ اخرجه أبوداود في السنن (كِتَاب الصَّلاَةِ، بَابُ مَنْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِي صَلاَتِهِ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ، رقم: ۸۲۰) باللفظ (**لاَ صَلاَةَ إِلاَّ بِقِرَاءَةِ فَاتِحَةِ الْكِتَابِ**)

([۲]) البيهقي (المتوفى: ٤٥۸ هـ.)، السنن الصغير، كِتَابُ الدَّعْوَى وَالْبَيِّنَاتِ، بَابُ الْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِي، وَالْيَمِينُ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ، رقم: ۳۳۸٦

ابن حزم نے کہا کہ تمام حنفیوں کا اجماع ہے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی رائے پر مقدم ہے۔ تو حدیث کے ساتھ امام صاحب کا اعتناء اور جلالت حدیث اور اس کا رتبہ سمجھ لے۔ اسی لیے امام صاحب نے حدیث مرسل کو قیاس پر عمل کرنے سے مقدم جانا تو وضو کو قہقہہ کی وجہ سے واجب کیا، حالانکہ وہ قیاساً حدث نہیں۔ اس لیے کہ حدیث مرسل میں وارد ہے۔ اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت میں قہقہہ کو ناقض نہ مانا۔ اس لیے کہ نصّ وارد ہوئی اس نماز میں جو رکوع وسجود والی ہو۔

محققین رحمھم اللہ تعالی نے کہا کہ نہ تو صرف رائے پر عمل کرنا درست ہے اور نہ فقط حدیث پر عمل کرنا ٹھیک ہوتا ہے جب تک کہ اس میں رائے نہ استعمال کی جائے۔ اس لیے کہ حدیث کے معانی کو رائے ہی دریافت کرنے والی ہے جس پر احکام کا مدار ہے۔ اسی لیے جب بعض محدثین رحمھم اللہ تعالے نے مدرک تحریم فی الرضاع میں غور نہ کیا تو حکم دے دیا کہ وہ دو شخص جنھوں نے ایک بکری کا دودھ پیا ہو ان میں محرمیت ثابت ہے۔ اسی وجہ سے بھول کر کھا لینے سے روزہ نہیں جاتا اور قصداً قے کرنے سے روزہ جاتا رہتا ہے باوجودیکہ اول میں بوجہ وجود ضد صوم قیاس افطار کو چاہتا ہے اور دوسری صورت میں قیاس مقتضی عدم افطار ہے۔ اس لیے کہ روزہ کو پیٹ کے اندر جانے والی چیز توڑتی ہے، پیٹ سے باہر نکلنے والی چیز روزہ کو نہیں توڑتی ہے۔

## خاتمہ رَزَقَنَا اللہ حُسْنَھَا

یہ بات واضح طور پر ظاہر ہوگئی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ نے ان قواعد اور ان وجوہ کی بناء پر، جس کی طرف میں نے اشارہ کیا اور ان پر میں نے تنبیہ کی ہے، بعض اخبار احاد پر عمل کرنا چھوڑا ہے۔ تو خبر دار! بچو اس بات سے کہ تیرا

قدم بھی ان لوگوں کے ساتھ پھسلے جن کا قدم پھسل چکا یا تیری سمجھ بھی بھٹکے جیسے ان لوگوں کی سمجھ بھٹکی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو جملہ خاسرین کے ساتھ تیرے اعمال بھی ٹوٹے میں پڑیں گے اور برائی اور رسوائی کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ تو بھی یاد کیا جائے گا جو برائی اور رسوائی کے ساتھ یاد کیے گئے ہیں۔ تو ایسے امر کے لیے پیش کیا جائے گا جس کے ضرر کو تو اٹھا نہ سکے گا۔ تجھے ایسے خالی اور ویران جگہ میں پہنچا ئے گا جس کے خطرے سے نجات کی تجھے قدرت نہیں۔ تو تجھے چاہیئے کہ جہاں تک جلد ہوسکے اس سے سلامتی کی طرف سبقت کر اور ان لوگوں سے ہو جا جو نجات کے راستے پر چلے ہیں اور دوسروں کو صبح وشام اس کی طرف بلایا کیے اور اپنے ظاہر وباطن کو اس بات سے محفوظ رکھ کہ کسی ایک مسلمان کے بارے میں ذرا بھی غور وخوض کیا جائے کیونکہ ایسی صورت میں اللہ تعالی تجھے سخت شرمندہ کرے گا اور بہت ہی رسوا بنائے گا۔ یہی طریقہ اللہ تعالے کا ان بندوں میں رہا جو پہلے گذرے اور اللہ کے طریقہ میں رد وبدل نہیں اور بیشک جنہوں نے اپنے آپ کو تیر کے نشانے کے لیے پیش کیا اور جو صفات قبیحہ سے موصوف ہوئے انھوں نے اس امر کی کوشش کی کہ اس حبر مقدم امام اعظم قدس اللہ تعالی سرہ الشریف کو اس کے بلند رتبہ سے گرا دیں اور ان کے ہمعصروں اور بعد کے آنے والوں کے دلوں کو ان کی محبت اور ان کی تقلید اور ان کی اتباع اور ان کی عظمت وامامت کے اعتقاد سے پھیر دیں۔ مگر وہ اس پر قادر نہ ہوسکے اور ان کا کلام اس بارے میں کسی مسلک میں مفید نہیں۔ اور اس کا سوائے اس کے اور کوئی سبب نہیں کہ امام صاحب کا معاملہ آسمانی امر ہے جس کے اٹھانے میں کسی کا حیلہ کارگر نہیں اور جس کو خداتعالی بلند کرے اور جسے اپنے وسیع خزانے سے عطا فرمائے اس کے روکنے اور پست کرنے پر کوئی قادر نہ ہوگا۔

اللہ تعالے ہم کو ان لوگوں میں سے بنائے جو آئمہ رحمہم اللہ تعالی کے حقوق مانتے اور قطیعہ اور عقوق کے ساتھ میلے نہیں ہوتے اور ہر حق والے کے حق کو پہچانتے ہیں اور جس طرح واجب ہے ادا کرتے ہیں۔ان کو عنایت باری کی نگاہ شامل ہے اور تاریکی کے چراغوں آسمانی کے ستاروں (یعنی علماے دین وآئمہ مسلمین) کی مدد کے مقابل کسی ملامت گر محروم التوفیق کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور نہ خوف کرتے ہیں بکنے سے اس محروم کے جسے اس کے تعصب نے مکان تک پہنچا یا ہو نہ غصہ ہونے سے اس کے جسے اس کی کمزور راے نے گمراہ کیا یہاں تک کہ اہل انصاف وتشریف کے مرتبوں سے گر گیا ہو۔

اے اللہ تعالے تجھ سے گڑگڑ اکر یہ سوال ہے کہ مجھے ان لوگوں میں سے بنا جو اپنے دینی آبا خصوصاً اکابر سلف رحمہم اللہ تعالی کے حقوق کا لحاظ کرتے ہیں۔جن کے متعلق صادق مصدوق صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے گواہی دی ہے کہ وہ لوگ بہترین قرون سے ہیں جو ہر عیب ومنقصت سے پاک وصاف ہیں۔بر خلاف ان حاسدوں کے جو ان اکابر رحمہم اللہ تعالی کو ایسے عیوب کے ساتھ متہم کرتے ہیں۔جن سے وہ بری ہیں۔

مجھے ان لوگوں میں سے بنا جن کی تعریف اللہ تعالے نے اپنی کتاب عزیز میں ساتھ دعا کرنے کے واسطے ہر عامل علیم کے ان مقدس لفظوں میں فرمائی ہے۔ (وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ * الحشر: ۱۰)۔اے اللہ توہمیں انھی لوگوں کے ساتھ اٹھا۔اس لیے ہم ان کو دوست رکھتے ہیں اور جو شخص کسی قوم کو دوست رکھتا ہے انھی کے ساتھ اٹھایا جائے گا اورہمیں ان کے زمرہ میں داخل فرما اورہمیں ان کے خادموں سے بنا اور ہم پران کے نیک معاملات اور روشن احوال اور

ظاہر متکاثر کرامت کا اعادہ فرما۔ یہاں تک کہ ہم بھی ان کے متّبعین اور ان کے گر وہوں میں سے ہو جائیں،بیشک تو جواد، کریم،رووف، رحیم ہے۔

اے ہمارے ربّ تیرے ہی لیے حمد ہے جس طرح تیرے جلالِ شان کے لائق ہے اور تیری بڑی سلطنت قدیم کے شایاں ہے۔تیرے ہی لیے شکر کامل ہے کہ تو نے ہمیں اس کا اہل بنا یا کہ تیرے اولیا رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کے اشارے کے نیچے جھکیں اور تو نے ہمیں اپنے محبت والوں میں بنایا ہے۔

اے اللہ تو ہمیشہ ہمیشہ بہترین سلام بر ترین صلاۃ بزرگ ترین برکت نازل فرما۔ سب سے اچھے مخلوق ہمارے آقا محمد صلّی اللہ تعالی علیہ وسلّم پر اور ان کے آل واصحاب پر، بقدر اپنے معلومات کے،اور بقدر سیاہی اپنے کلمات کے، جب کہ تجھے یاد کرنے والے یاد کریں اور بھولنے والے تجھے بھولیں۔

اے عزّت والے میرے مالک! تو پاک ہے ان تمام عیبوں سے جس کے ساتھ لوگ تجھے موصوف کرتے ہیں۔اور دائمی سلامتی تیرے رسولوں پرہو اور تمام خو بیاں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سارے جہان کا پانے والا ہے۔

## خوشخبری

## امام اعظم بحضُور سیّد عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلّم
## قصیدہ نُعمانیہ مع ترجمہ در اشعار
### از تبرکات
### سراج الاُمّت امام اعظم ابوحنیفہ نُعمان بن ثابت رضي اللہ تعالے عنہ

ذیل کا قصیدہ حضور امام اعظم رضي اللہ عنہ کے فرمودات کا مجموعہ ہے جس سے آپکے علم وفضل بارگاہ رسالت سے عقیدت وابستگی، محبّت ونیاز مندی اور آپ کے عقیدہ کے مطابق سیّد عالم صلی اللہ تعالے علیہ وآلہ وسلم کے مالک ومختار۔ نور مجسّم، حاضر وناظر۔ حاجت رواؤ مشکلکشا، باعث ارض وسما سیّد انبیاء شافع روزِ جزا اور تمام مخلوقات کے آقا ومولی اور ملجاؤ ماوی ہو نے پر واضح طور پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ نورانی وپیارا قصیدہء مبارکہ صحیح العقیدہ اہل محبّت احناف کیلئے جامِ کیف وسرور اور ان معتقدات کو شرک سے تعبیر کرنے اور سیّد عالم صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کی ذات پاک کو ہدف تنقید بنانیوالے نشک «خفیوں» کیلئے درس عبرت ہے۔ پڑھئے اور ایمان تازہ فرمایئے:

**یا سیّد السّادات جئتك قاصدا * ارجو رضاك واحتمي بحماكا**

یارسول اللہ! بندہ حاضر دریار ہے * آپ کی خوشنودی وحِفظ وامان درکار ہے

**واللہ یا خیر الخلائق انّ لي * قلبا مشوقا لا یروم سواکا**

ہے مرے پہلو میں یا خیر الخلائق ایسا دِل * جو ہے شیدا آپ کا اور غیر سے بیزار ہے

**وبحقّ جاھك انّني بك مغرم * واللہ یعلم انّني اھواکا**

آپ کی عظمت کی میں کھاکر قسم کہتاہوں سچ * یہ دلِ عَاشق شراب عشق سے سرشار ہے

انت الّذي لولاك ما خلق امرؤ * كلاّ ولا خلق الورى لولاكا

گر نہ ہوتے آپ تو پیدا نہ ہوتی کوئی شے * آپ کے ہونے سے ہی یہ گلشن وگلزار ہے

انت الّذي من نورك البدر اكتسى * والشّمس مشرقة بنور بهاكا

آپ ہی کے نوُر سے روشن ہیں یہ شمس وقمر * آپ ہی سے ساراعالم مطلع انوار ہے

انت الّذي لمّا رفعت الى السّماء * بك قد سمت وتزيّنت لسراكا

آپ کی معراج سے رتبہ ملا افلاک کو * فخر کرتا آپ پر ہر ثابت وسیّار ہے

انت الّذي ناداك ربّك مرحبا * ولقد دعاك لقربه وحباكا

مرحبا کہہ کر پکارا آپ کو اللہ نے * اور بلا کر قرب کی خاطر جو دنیا تھا دیا

انت الّذي فينا سالت شفاعة * لبّاك ربّك لم تكن لسواكا

جب شفاعت کی ہماری التجا کی آپ نے * حق نے فرمایا تمہارا ہی یہ حق ہے مصطفےٰ

انت الّذ لما توسّل آدم * من زلّة بك فاز وهو اباكا

آپ کے دادا صفی اللہ ہوئے جب کامیاب * اپنی لغزش پر وسیلہ جبکہ چاہا آپکا

وبك الخليل دعا فعادت ناره * بردا وقد خمدت بنور سناكا

آگ ابراہیم پر فورًا ہوئی سرد وفرد * واسطہ دے کر انہوں نے آپ کا جب کی دُعا

ودعاك ايّوب لضرّ مسّه * فازيل عنه الضرّ حين دعاكا

وقت سختی جب پکارا آپ کو ایّوب نے * دُور سختی ہوگئی ان کی وہیں یا مجتبےٰ

وبك المسيح اتى بشيرا مخبرا * بصفات حسنك مادحا بعلاكا

بن کے مدّاحِ علی اور مُخبر حسنِ صفات * آپ عیسی آپ کا مژدہ سنانے بے ریا

وكذاك موسى لم يزل متوسّلا * بك في القيامة يحتمي بحماكا

آپ کے متوسل اس دنیا میں بھی موسی رہے * روزِ محشر بھی رکھیں گے آپ پر ہی آسرا

والانبياء وكلّ خلق في الورى * والرّسل والاملاك تحت لواكا

سب رسل۔ کل انبیا۔ سارے فرشتے اور خلق * آپ کے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یا خیر الوری

لك معجزات اعجزت كلّ الورى * وفضائل جلّت فليس تحاكا

آلوہانا خلق نے ہے معجزوں کا آپ کے * ہو نہیں سکتا فضائل کے بیاں کا حق ادا

نطق الزّراع بسمّه لك معلنا * والضّبّ قد لبّاك حين اتاكا

بکری کے شانہ نے زہر آلودگی کر دی بیاں * گوہ حاضر خدمت ہوئی لبّیک کہتی برملا

والذّئب جاءك والغزالة قد اتت * بك تستجيد وتحتمي بحماكا

بھیڑیا د ہرنی نے آپ کی چاہی حمایت * حاضرِ خدمت ہوئے وہ آپ سے چاہنے پناہ

وكذا الوحوش اتت اليك وسلّمت * وشكا البعير اليك حين رآكا

آکے وحشی جانور کہنے لگے تجھ کو سلام * اونٹ نے بھی اپنا شکوہ آپ کو سب کہدیا

ودعوت اشجارا اتتك مطيعة * وسعت اليك مجيبة لنداكا

جب بلایا اشجار کو ہو کر مطیع حاضر ہوئے * دوڑے آئے آپ کی خدمت میں وہ سُنکر ندا

والماء فاض براحتيك وسبّحت * صمّ الحصى بالفضل في يمناكا

آپ کی ہتھیلیوں سے پانی جاری ہویا * پہلے داہنے ہاتھ میں تھپر نے بھی کلمہ پڑھا

وعليك ظلّلت الغمامة في الورى * والجذع حنّ الى كريم لقاكا

مخلوق میں وُہ آپ ہیں کہ ابر بھی سایہ کرے * آپ کی قربت کی خاطر حنانہ بھی رونے لگا

وكذاك لا اثر لمشيك في الثّرى * والصّخر قد غاصت به قدماكا

یونہی چلنے سے نہ پڑتا خاک پر کوئی نشان * پتھر کے سینے میں اُتر جاتا تھا اکثر نقش پا

وشفيت ذا العاهات من امراضه * وملأت كلّ الارض من جدواكا

سب مریضوں کو بیماری سے شفا دی آپ نے * اپنے جُود و لطف سے روئے زمیں کو بھر دیا

وردّدت عين قتادة بعد العمى * وابن الحصين شفيته بشفاكا

آپ نے نابینا قتادہ کو بینائی پھیر دی * ابن حصین کو اپنے فضل و کرم سے بخشی شفا

وكذا خبيبا وابن عفر بعد ما * جرحا شفيتهما بلمس يداكا

ابن عفرا و خبیب جبکہ تھے زخمی بہت * دونوں ہاتھوں سے کیا مس اور اچھا کر دیا

وعلي من رمد به داويته * في خيبر فشفى بطيب لماكا

آپ کی خوشبوئے لب سے حضرت علي اچھے ہوئے * یَومِ خیبر عارضۂ چشم میں تھے مبتلا

وسألت ربّك في ابن جابر الّذي * قد مات ابناه وقد ارضاكا

حق نے زندہ کر دیا جابر کے مُردہ پسر کو * آپ کی سُن کر دعا آپ کو راضی کیا

شاة مسست لامّ معبد الّتي * نشفت فدرّت من شفا رقياكا

دودھ اس کا خشک تھا پر دودھاری ہو گئی * اُمِّ معبد کی بکری کو جب آپ نے مس کر دیا

ودعوت عام القحط ربّك معلنا * فانهلّ قطر السّحب حين دعاكا

قحط سالی میں دُعا کی آپ نے اللہ سے * مینہ برسنے لگ گیا فی الفور ہی وقت دعا

ودعوت كلّ الخلق فانقادوا الى * دعواك طوعا سامعين نداكا

آپ نے اسلام کی دعوت دی جملہ خلق کو * آئے طوعا آپ کی جانب سبھی سُن کر ندا

وخفضت دين الكفر يا علم الهدى * ورفعت دينك فاستقام هداكا

کر دیا پست آپ نے کفر اے ہدایت کے علم * سر بلندی دین کو دی۔ جم گیا نقش ھدی

اعداك عادوا في القليب بجهلهم صرعى وقد حرموا الرّضى بجفاكا

اندھے کنوئیں میں گرے دشمن جہالت سے تمام * ہو گئے محروم رحمت آپ پر کر کے جفا

في يوم بدر قد اتتك ملائك * من عند ربّك قاتلت اعداكا

بدر کے دن آئے اللہ کے فرشتے فوج فوج * آپ کے اعداء سے لڑ کر کر دیا ان کو فنا

والفتح جاءك يوم فتحك ملّة * والنّصر في الاحزاب قد وافاكا

یوم فتح مکّہ بھی حضرت ہوئے فیروز مند * اور ہوئی احزاب میں بھی نصرتِ حق رہنما

هود ويونس من بهاك تجمّلا * وجمال يوسف من ضياء سناكا

ہود ویونس حسن حضرت سے ہوئے صاحب جمال * نور سے تھی آپ ہی کے حُسنِ یوسف کی ضیاء

فقد فقت يا طه جميع الانــ * ــبيا طرّا فسبحان الّذي اسراكا

آپ سارے انبیاء پر فائق اے طہٰ ہوئے * آپ کو شب میں خدا عرشِ بریں پر لے گیا

والله يا يسين مثلك لم يكن * في العالمين وحقّ من انباكا

آپ کا یسین مخلوقات میں ثانی نہیں * اس کا شاھد ہے وہ رب جس نے نبوّت کی عطا

عن وصفك الشّعراء يا مدّثر * عجزوا وكلّوا من صفات علاكا

ہمارے مدثر کے ہیں اتنے صفات عالیہ * جن کی ہے تعریف سے قاصر ہر اک شاعر دہا

انجيل عيسى قد اتى بك مخبرا * ولنا الكتاب اتى بمدح حلاكا

آئی تھی انجیل عیسی آپ کی دینے خبر * اور ہے قرآن میں مدح حضرت کی سوا

ماذا يقول المادحون وما عسى * ان يجمع الكتّاب من معناكا

مدح میں کیا آپ کی کوئی کہے گا مدح گو * لکھنے والے کیا لکھیں آپ کے وصف وثنا

والله لو انّ البحار مدادهم * والشّعب اقلام جعلن لذاكا

روشنائی ان کی ہو جائیں اگر دریا تمام * اور اشجار جہاں سے لیں قلم سنکھوں بنا

لم يقدر الثّقلان يجمع نذره * ابدا وما استطاعوا له ادراكا

جب بھی جن وانس ملکر جو لکھیں گے ہوگا ہیچ * کیا لکھیں یارا نہیں جب شان کے ادراک کا

بك لي قليب مغدم يا سيّدي * وحشاشة محشوّة بهواكا

دِل میرا ہے آپ ہی کا شیفتہ یا سیّدی * جان جو باقی ہے اس میں آپ ہی کی ہے ہوا

فاذا سكتّ ففيك صمتي كله * واذا نطقت فمادحا علياكا

چپ جو ہوتا ہوں تو ہوتا ہوں تصوّر میں ترے * بولتا جب ہوں تو مدحت میں تیری ہوں بولتا

واذا سمعت فعنك قولا طيّبا * واذا نظرت فما ارى الاّكا

سُنتا ہوں جب تو ہوں سنتا آپ کے اقوال کو * دیکھتا ہوں جب تو میں ہوں آپ ہی کو دیکھتا

يا مالكي كن شافعي في فاقتي * انّي فقير في الورى لغناكا

میرے مالک فقر میں ہیں آپ ہی شافع میرے * سب سے بڑھ کر آپ کا ہوں میں ہی محتاجِ غِنا

يا اكرم الثّقلين يا كنز الورى * جد لي بجودك وارضني برضاكا

اکرم الثقلین اور کنز الوری بھی آپ ہیں * کیجئے راضی رضا سے جود سے بھی کچھ عطا

أنا طامع بالجود منك ولم يكن * لابي حنيفة في الانام سواكا

میں حریص بخشش حضرت کیوں نہ ہوں جب نہیں * بوحنیفہ کا کوئی یاور محمّد کے سوا

فعساك تشفع فيه عند حسابه * فلقد غدا متمسّك بعراكا

ہے امید اس کو کہ ہونگے آپ شافع روز حشر * اس لئے کہ اُس نے اک دامن ہے پکڑا آپ کا

فلأنت اكرم شافع ومشفّع * ومن التجى بحماك نال رضاكا

سب سے بڑھ کر آپ مقبول شفاعت ہیں شفیع * جس نے تھاما آپ کا دامن ملی اس کو رضا

فاجعل قراك شفاعة لي في غد * فعسى ارى في الحشر تحت لواكا

سیری مہمانی شفاعت آپ کے ہو کل کے دن * ہوں میں حضرت روزِ محشر آپ کے تحت لوا

صلّى عليك الله يا علم الهدى * ما حنّ مشتاق الى مثواكا

اے ہدایت کے نشان اللہ کی رحمۃ آپ پر * ہو جہاں تک کوئی مشتاق آپ کے دیدار کا

وعلى صحابتك الكرام جميعهم * والتّابعين وكلّ من والاكا

آپ کے صحب کرام اور تابعین پر بھی درود * اور اُس پر بھی جو رکھےّ دوست حضرت کو سوا

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

## پیشِ لفظ

یہ بندہ ناچیز ایک دن اپنے ایک محترم دوست جنابِ مولانا امیر احمد یوسفی صاحب ایم اے کے ہاں اُن کے کتب خانہ واقع وتن پورہ لاہور گیا اُن کے پاس ایک کتاب بزبان انگریزی « دی سُنی پاتھ » دیکھی جو کہ جناب حسین حلمی عشق صاحب نے استنبول « ترکی » سے چھپوا کر بطور تحفہ برائے ثواب دارین واستفادہ اہل سنت والجماعت اُن کو ارسال کی تھی۔ میں نے اُن سے یہ کتاب چند منٹوں کے لیے لی اور مؤلف موصوف کو وہیں بیٹھے بیٹھے ایک خط لکھ دیا کہ وہ راقم الحروف کو ایک کتاب کا نسخہ ارسال فرمادیں۔ یہ واقعہ ۵ /۷۸، اکا ہے اور میری حیرانی کا کوئی انتہا نہ رہی جب مورّخ ۵ /۷۸، ۲۵ کو اس کتاب کے علاوہ در اور کتب بزبان انگریزی بذریعہ رجسٹری مجھے ملیں ان کے نام

١- بیلیف اینڈ اسلام

٢- آنسر ٹو این اینیمی آف اسلام

یہ تینوں کتب بطور تحفہ مجھے ارسال کی گئی تھیں۔ جس کا کوئی خرچہ میرے فرمہ نہیں تھا۔ ان کتب کو وصل کرکے بہت خوش ہوا۔ اور اُسی دن سے انکے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ جُوں بُوں میں نے ان کتب کا مطالعہ کیا توں توں میرے علم میں اضافہ ہوتا گیا۔

ان کتب کے مصنف جنبا حسین حلمی عشق صاحب ایم ایس سی کیمیکل الجتبیر نگ ہیں اور ترکی کے ریٹائرڈ کرنل ٹیچر ہیں ان دنوں اُن کے پاس ادویات کا ایک سٹور ہے اور اس آمدنی سے جو کچھ اُن کے پاس بچتا ہے اُسے راہ خدا میں خرچ کرنے کے لے ي دینی کتب چھپوا کر ضرورت

مند اصحاب کو اکنافِ عالم تک ارسال کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اس کارِ خیر کے عوض جزائے افضل دے۔ آمین

میں نے اُن کتب میں سے ایک کتاب "دی سُنی پاتھ" میں جناب امام الاعظم ابوحنیفہ رح کے بارے میں بہت کچھ پڑھا۔ بے شک میں پیدائشی طور پر حنفی عقیدہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ مگر جو انکشاف مجھے اُن کتب کے مطالعہ سے ہوا اُس سے میرا ایمان مزید تازہ ہوگیا۔ بالآخر میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں بھی جناب امام العظم ابوحنیفہ رح کی سوانح حیات کے بارے میں تذکرہ لکھوں۔ اور میرا یہ شوق اب آپ کے سامنے ہے۔ اس میں سب ہمّت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔ اور فیض تحریر میرے مرشد کامل حضرت فیض محمد شاہ معروف بہ پیر نقدھاری کا ہے۔

مِلتی ہے گوہر کو دامان صدف میں آب و تاب * رنگ ڈُبو کاشیانہء گلزار میں پاتا ہے پھُول

مسلمانوں کے چار امام گذرے ہیں۔ امام ابوحنیفہ رح۔ امام شافعی رح۔ امام مالک رح۔ امام احمد بن حنبل رح۔ ان سب ائمہ میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رح کو امام الاعظم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ حنفی عقیدہ والے مسلمان تعداد کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہیں۔

اِس تذکرہ کو لکھنے کے بعد میں نے اس کتاب میاں اخلاق احمد صاحب ایم اے، مصنف "تذکرہ" حضرت ایشان"

در حضرت بلادل شاہ قادری" اور امام علی الحق" کی خدمت میں ۳۳۳ شاد باغ لاہور پیش کیا۔ جنہوں نے کمال مہربانی سے حق ہمسائیگی ادا کیا اور مجھے میرا مسودہ بعد از تعارف کے جو اُنہوں نے اپنی قلم سے لکھا۔ برائے طباعت واپس دے دیا۔

نہ زر ہے پاس نہ کوئی دفینے * نہیں آتے مجھے کوئی قرینے

خدایا کر عطا روشن ضمیری * ابھی منجدھار میں میرے سفینے

پشیماں ہوں اگر اعمال پرکھوں * میری توبہ ہوئی پانی پسینے

مؤلّف

اپنے لختِ جگر سر فراز علي مرحوم کے نام

## تعارف

میرے دوست ایم حسین حلمی نقشبندی کو اکابر دین اور اولیاء کرام فقہا و صلحا سے والہانہ محبت و عقیدت ہے اور اُن کے علمی اور روحانی کارناموں کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور اس تحقیق اور جُستجو میں لگے رہتے ہیں۔ کہ کھوئے ہوؤں کا سراغ پالیں۔ چند دلی دوستوں اور قلمی محبوں نے مؤلّف کو مجبور کیا۔ کہ آپ کا حضرت امام ابو حنیفہ رح کے بارے میں بہت گہرا مطالعہ ہے اور پیدائشی طور پر آپ حنفی عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں جو کچھ آپ کو کتب حنیفہ سے مطالعہ سے استفادہ کرنے کے بعد حاصل ہو سکا ہے۔ اِس کو کتاب کی صورت میں پیش کرین تا کہ لوگ مستفید و مُستفیض ہوں اور حضرت امام ابو حنیفہ رح کے عہد حالات واقعاتِ زندگی اور علمی وروحانی فیوض وبرکات پر ایک چھوٹی سی تالیف کریں۔ جو مختصر جامع اور مُستند ہو۔ تا کہ عقیدت مند اس سے مستفید ہوں تلاش بسیار کے بعد فاضل مؤلّف نے جس قدر مواد حضرت امام ابو حنیفہ رح کے متعلق فراہم ہو سکا اس کتاب میں درج کر دیا ہے۔ اور پیشِ خدمت ہے اگر چہ کسی کتاب کو بھی کسی زمانہ میں حرف آخر نہیں کہا جاسکتا تحقیق و تلاش ہر زمانہ میں وابستہ رہی ہے اور رہے گی آپ کی سعی و کادش کے باوجود اس مسئلہ میں مزید تحقیقات اور تجسّس کی گنجائش اب بھی موجود ہے۔

فاضل مؤلّف نے تجسّس اور تلاش کے بعد حضرت امام ابو حنیفہ رح کے حالات۔ واقعات اور دینی خدمات کہ اس طریقے سے اس چھوٹی سی کتاب کے اندر سمونے میں کامیاب ہوئے ہیں جو قابل تعریف ستائش ہیں آپ نے اس دور کے علمی روحانی ثقافتی اور تاریخی پہلوا جاگر کرنے کی

بے حد کوشش کی ہے اور مسلمانوں کی ثقافتی تاریخ میں فصلِ تازہ کا اضافہ کیا ہے۔ تبارک تعالے آپ کو جزائے خیر دے۔

مؤلّف کا یہ نقش اوّل ہے اور اگر مؤلّف کے ذوق جُستجو کا یہی عالم رہا تو شاید نقش دوئم پہلے نقش سے اکمل ترین ہو اس لحاظ سے آپ کی یہ کوشش کامیابی سے ہمکنار ہو گی۔ قارئین کرام استفادہ حاصل کریں گے۔

آمین ثم آمین — احقر میاں اخلاق آمد

ایم اے

۳۳۳شادباغ۔ لاہور — ۲۹جون سنہ ۱۹۷۸ء

## تاریخ کوفہ

مملکت عراق کا مشہور شہر کوفہ جو سنہ ۱۰ میں حضرت فاروق رضي الله تعالی عنہ کے فرمان اقدس سے حضرت سعد بن ابی وقاص جیسے جلیل القدر صحابی کی خاص نگرانی میں تعمیر وآبار ہوا تھا۔ تاریخ الاُمّت میں ایک خاص اہمیّت رکھتا ہے۔

حضرت علي رضي الله تعالی عنہ جب سریر آرائے مسند خلافت ہو کر کوفہ تشریف لے گئے تو اُس وقت ہر سمت وجہت دینی وتبلیغی مراکز موجود تھے۔ اور اُن مراکز کا روح پر در اور ایمان افروز سماں دیکھ کر آپ نے ابنِ مسعود کے لے ي دعا فرمائی تھی۔ کیونکہ جناب حضرت فاروق رضي الله تعالی عنہ کی حسَبِ ہدایت حضرت عبد الله ابن مسعودؓ نے اس بستی میں دینی علوم کا اتنا زیادہ اہتمام کیا تھا کہ عہد عثمان رضي الله تعالی عنہ کے آخری ایّام تک تقریباً ۴ ہزار عالمِ دین تیار ہو چکے تھے۔ صحابہ میں سے ایک ہزار پچاس شخص جن میں ۲۴ (چوبیس) وہ شخص تھے جو غزوہء بدر میں رسول الله کے ہم رکاب تھے۔ دہاں کوفہ گئے اور بہتوں نے دہاں سکونت اختیار

کرلے۔ اور اس طرح سے کوفہ کا ہر گھر حدیث وروایت کی درس گاہ بن گیا اگرچہ حضرت علي رضي اللہ تعالی عنہ کے زمانہ خلافت میں کوفہ کو ایک سیاسی مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ مگر اس شہر کے ایک مقتدر طبقہ نے یکے بعد دیگرے۔ حضرت علي رضي اللہ تعالی عنہ۔ حضرت امام حسن رضي اللہ تعالی عنہ۔ اور پھر امام حسین رضي اللہ تعالی عنہ کے ساتھ اوالاً وفاداری کے دعوی اور پھر عین وقت پر شرمناک حد تک غداری کی۔ اور اُس طبقہ۔ سے وہ مذموم کردار ادا کیا کہ بالخصوص سید الشہدا امام حسین رضي اللہ تعالی عنہ اور اُن کے جانثار رفقا واہل بیت کو کربلا کے جھلستے ہوئے ریگ زاروں میں جس سنگ دلی اور شفارت قلبی کے ساتھ خاک وخون میں تڑپایا۔ اس کی تلخ یادیں مسلمانان عالم کے دلوں کو گذشتہ تیرہ صدیوی سے خون کے آنسو رلانے پر مجبور کررہی ہیں اور اس گھناؤنے فعل کی وجہ سے کوفہ کی روشن جبیں پر کلنک کا یکہ لگ گیا۔ اور لوگ کوفہ کو شہر بے وفا کے نام سے پکارنے لگے جو بعد میں ایک نیک وبزرگ شخصیت نعمان بن ثابت کی وجہ سے ایک بار پھر شریعت محمدیہ کا مینارہ نورین کر اُبھرا اور کوفہ پھر علم وعرفان دین حنیف کا فانوس وقندیل ثابت ہوا۔

## اِمام الاعظم ابوحنیفہ رح

نعمان نام۔ ابوحنیفہ کنیت، شجرہ نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ عجمی النسل تھے۔

حضرت امام کے حسب نسب اور آبائی سکونت کے متعلق مؤرخین میں شدید اختلاف رائے ہے بعض کے نزدیک آپ کے دادا کابل کے تھے۔ بعض نے انہیں عربی نسل سے شمار کیا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ آپ فارسی النسل تھے اور آپ کے دادا حضرتِ علي المُرتضے کے زمانہ خلافت میں فارس سے ہجرت کرکے کوفہ میں آباد ہوئے۔

زمانہ خلافئے راشدین کا عرصہ کہ وبیش صرف تیس سال کا رہاہے۔ اور اس عرصہ میں

اسلام کے شجر کی آبیاری اس شان سے ہوئی کہ اُس کی جڑیں مکمل حد تک مضبوطی سے پھیل چکی تھیں۔ اور دین اسلام کے اندر کوئی ایسا مسئلہ باقی نہ رہ چکا تھا جو سمجھ سے بالاتر ہو۔ مگر افسوس کہ اس عرصہ کے فوراً بعد دین اسلام کے اندر کئی بدعتیں شروع ہو گئیں۔

جس کے ازالہ کے لئے اللہ تعالی نے سن ۸۰ ہجری (سنہ ۶۹۹ء) بمقام کوفہ (عراق) کے اندر ایک فرزندِ اسلام جن کا اِسم گرامی نعمان تھا۔ اور جو جناب ثابت کے فرزند تھے کو پیدا فرمایا۔ آپ کے دادا مبارک کا نام بھی نعمان (زوطی) تھا۔ امام صاحب کا خاندان عجمي الاصل ہے۔ آپ کے دادا جناب نعمان خراسان سے کوفہ میں اُس وقت دارو ہوئے جب حضرت علي المرتضى رضي اللہ تعالی عنہ امیر المؤمنین تھے۔ حضرت علي رضي اللہ تعالی عنہ نے آپ کے خدمت سے خوش ہو کر آپ کے خاندان کے لے ي دعا فرمائی تھی۔ سنہ ۸۰ھ میں بنی اُمیّہ کا مشہور تاجدار عبد الملک بن مروان سریر آرائے مسند حکومت تھا۔ اور کوفہ حجاج بن یوسف کے پنجہ ظلم واستبداد میں گرفتار تھا۔ جس کی نسبت حضرت عمر بن عبد العزیز نے بجا طور پر فرمایا تھا۔

شام میں ولید۔ حجاز میں عثمان بن حیّان۔ مصر میں قرّہ بن شریک۔ عراق میں حجاج۔ مکّہ مین خالد بن عبد اللہ۔ خداوندا دنیائے اسلام ظلم واستبداد سے بھر گئی ہے اب لوگوں کو راحت عطا فرما

چنانچہ جیسا کہ اُوپر غرس کیا ہے۔ اللہ تعالی نے دنیائے اسلام کے اندر ظلم واستبداد کے ازالہ کے لے ي جناب نعمان بن ثابت کو پیدا کیا۔ اگر چہ ماں باپ نے یہ نام تجویز کیا۔ مگر آگے چل کر آپ امام الاعظم کے لقب سے پکارے گئے۔ آپ کے والد جناب ثابت کے حالاتِ زندگی تو زیادہ معلوم نہیں مگر قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ اور آپ سنہ ۴۰ھ میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے اور جب آپ کے والد محترم کی عمر ۴۰ برس ہوئی تو اللہ تبارک وتعالی خالق کون ومکاں نے آپ کو یہ فرزند عطا کیا۔

زوطی حضرت علی رضي الله تعالى عنہ کے زمانہء خلافت میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ اکثر دربار خلافت میں حاضر ہو کر ہدیہ سلام دنیاز پیش کرتے رہتے تھے۔ زوطی ایک عجم النسل قوم کا نام ہے۔ جو زط کی نسبت سے معروف تھی۔ زط اصل میں عجمی قوم (جاٹ) کا عربی تلفظ ہے۔ جس وقت حضرت نعمان بن ثابت تولّد ہوئے تو اس دُور میں ابھی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلّم کے جمال جہاں تاب سے منور آنکھیں اس جہان آب وگل میں موجود تھیں۔ یعنی:

حضرت عبد اللہ بن ابی عافہ متوفی ۸۷ھ

حضرت واثلہ بن اسقع متوفی ۸۵ ھ

حضرت ابوطفیل عامر بن واثلہ متوفی ۱۰۲ھ

حضرت سہیل بن سعد السعدی متوفی ۹۱ھ

حضرت انس بن مالک متوفی ۹۳ھ

امام ابو حنیفہ رح کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے ان نفوس قدسیہ میں ہے رو عالی بزرگوں، عبد اللہ بن ابی عافہ اور حضور سرکار کائنات کے خادم خاص انس بن مالک کے دیدار سے آنکھیں روشن کرکے تابعی کا اعزاز بلند حاصل کیا۔ اور آپ نے جناب رسالت مآب کی زندگی مطہر کے بارے میں اُن اصحاب سے بہت کچھ سیکھا اور سمجھا۔

## سیرت امام الاعظم رح

امام الاعظم رح کو خدائے حُسن سیرت کے ساتھ جمال صورت بھی بدرجہ کمال عطا کی تھی۔ میانہ قد۔ خوش رو۔ موزوں اندام۔ گفتگو نہایت شیرین آواز بارُعب بلند وصاف تھی۔ فصاحت وبلاغت خاص حِصّہ تھا۔ دانشمندی دقیقہ سنجی۔ نکتہ شناسی بصیرت کا خزانہ تھے۔ مزاج پر تکلّف تھا۔ آپ خوش لباس وخوش طعام بھی تھے۔ اپنی ذاتی آمدنی علمائے دین پر بھی صرف کیا

کرتے تھے۔ علاوہ ازیں غربا دیتیمی اور بیوگان کے وظائف بھی مقرر فرمائے ہوئے تھے۔

امانت کا یہ عالم تھا۔ کہ وفات کے وقت آپ کے پاس (پاکستان کرنسی کے مطابق) ۲ کرڑر ملکیت کی امانتیں تھیں۔ جن پر آپ کی طرف سے وصایا کا اندراج تھا آپ خاموش طبع ہوتے کے ساتھ ساتھ۔ اوصاف ظاہری اور روحانی مدارج میں بھی امام تھے دربار واقتدار سے آپ کو نفرت تھی ہر نعمت پر شکر اور مصیبت پر صبر عادت ثانیہ تھی۔ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی۔ ساری رات قیام میں گذرتی۔ قرآن شریف پڑھتے تو آپ پر رقت طاری ہو جاتی۔ گھنٹوں روتے رہتے فرمایا کرتے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے پاؤں مبارک قیام میں متوّرم ہو جاتے تھے تو ہم رات کو آرام سے کیسے سوئیں آخری ایّام میں امام الاعظم جیل میں ڈال دیئے گئے اور اللہ کی مہربانی سے جیل کا تمام عملہ بھی آپ کا طالب علم ہو گیا کیونکہ امام صاحب نے وہاں جیل میں بھی دینی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اور فقہہ حنیف کے تیسرے ستون جناب امام محمد نے اپنی دینی تعلیم جیل ہی میں مکمل کی تھی۔ جب جیل بھیجنے سے بھی حکومت کے مقاصد پورے نہ ہوئے تو اُن کو کھانے میں زہر دلوایا گیا۔ انتقال کے وقت آپ روزہ دار تھے اور جان آفریں اُس وقت جہاں دار کے پاس پہنچی جب آپ عالم سجدہ میں تھے۔ حسن بن عمارہ قاضی شہر نے اُن کو غسل دیا۔ اور فرمایا کہ واللہ تم سب سے بڑے فقیہہ عالم اور امام تھے۔ وصیّت کے مطابق بغداد میں مقبرہ خیر ژاں میں دفن کئے گئے سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے جو نہایت علم درست تھا۔ اور اسکے علاوہ فیاض اور عادل بھی تھا نے من ۴۵۹ ہجری میں امام الاعظم رح کا مقبرہ تعمیر کر دایا۔

## اِمام الاعظم رح کی کنیّت

امام کی کنیت "ابو حنیفہ" جو نام سے زیادہ مشہور ہے حقیقی کنیت نہیں ہے کیونکہ امام کا کوئی فرزند حنیفہ نام کا نہیں تھا۔ اس کے متعلق صاحب سیرت النعمان کا ارشاد ہے کہ "یہ کنیت

وصفی معنی کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ابو الملّت۔ الحنیفہ"

قرآن مجید میں اللہ تعالی نے مسلمانوں سے خطاب کر کے کہا ہے **(فاتّبعوا ملّۃ ابراھیم حنیفا).**

پس ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کر د۔ جو ایک خدا کے ہو کے رہے تھے۔ جناب نعمان نے اسی نسبت سے اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار کی اور وہ مسلمان جو آپ کے مسلک کے پیروکار میں۔ حنفی العقیدہ مسلمان کہلائے۔

## اِمام کا لقب

امام کا لقب امام الاعظم ہے وہ اس لے ي کہ آپ کے شاگردوں کے تلامذہ میں سے بھی موجودہ دَور کے اندر اور اس وقت سے لیکر جب آپ زندہ تابندہ تھے۔ پوری مِلّت اسلامیہ آپ سے فیض یاب ہے۔ اسی طرح طبقہ کے اعتبار سے بھی امام تابعین میں سے ہیں آپ نے اوائل عمری میں ہی علم الفقہہ جناب حمّاد بن ابی سلیمان سے حاصل کیا۔ علاوہ ازیں حضرت امام جعفر صادق رضي الله تعالی عنہ کے تابعون کے بہت سے علماء کی صحبت بھی آپ کو حاصل تھی۔ اس طرح آپ کو لاتعداد احادیث زبانی یاد تھیں۔ سبحان اللہ۔

## پرورش در علم

آپ کی پرورش اللہ کی طرف سے کچھ اِس انداز سے ھوئی سہ آپ حنفی عقیدہ کے پہلے امام کہلائے آپ کو مذہبی امور پر اس حد تک دسترس تھی کہ آپ کو "قاضی القضاۃ" تک کے عہدہ کے تمام فیصلوں کے متعلق پورا پورا علم تھا۔ "آپ کی قوت یاد داشت بلا کی تھی۔ آپ نے علم فقہہ نہایت ہی قلیل عرصہ میں حاصل کیا۔ اور آپ کی شہرت ممالک اسلامیہ کے اندر دَور دراز تک پھیل گئی اور اسی بنا پر ایک دفعہ بنو اُمیّہ کے آخری حکمران مردان ابن محمد کے گورنر یزید بن امر جو کہ اُن دنوں اُس کی سلطنت میں عراق کا گورنر تھا نے تجویز پیش کی کہ کیوں نہ آپ کو کوفہ کی عدالت کا قاضیٔ اعلی بنایا جائے لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ کیونکہ آپ اقتدار یا ملازمت کی حق میں

نہ تھے۔ آپ کا مِشن صرف ریاضت اور زہد و تقوی تک ہی تھا۔ اور اللہ کے بندگان کی دینی خدمت اور غربا کی امداد تھا۔ چنانچہ ان کے انکار پر آپ کے سر مبارک پر ۱۱۰ کوڑے لگائے گئے آپ کا چہرہ مبارک زخمی ہوگیا اور سر مبارک سُوج گیا اس کے بعد آپ کو پھر قید کر دیا گیا۔ اگلے ون یزید نے پھر اُن کو قید خانہ سے نکالا اور اپنی خواہش کا دوبارہ اظہار کیا۔ مگر امام ابو حنیفہ رح نے کہا۔ مجھے اِس بارہ میں مشورہ کی ضرورت ہے مشورہ کے لے ي آپ کو اجازت دے دی گئے اور آپ مکّہ مُعظّمہ تشریف لے گئے۔ امام ابو حنیفہ رح اس تمام عرصہ ءنامساعد میں وہیں مقیم رہے اور جب سنہ ۱۳۶ھ میں ابو العباس سفّاع (آل عباس کے بانی کا انتقال ہوگیا اور تخت پر اس کا برادر خورد منصور عباس متمکن ہوا تو امام صاحب واپس کوفہ تشریف لے آئے۔ آپ سے ایک دفعہ عباسی خلیفہ منصور نے پوچھا کہ آپ نے علم کہاں سے حاصل کیا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا۔

اصحاب عمر رضي الله تعالی عنہ سے عمر رضي الله تعالی عنہ کا

اصحاب عبد اللہ بن عباس رضي الله تعالی عنھما سے عبد اللہ بن عباس رضي الله تعالی عنھما کا

یاد رکھئے ان کے دَور میں عبد اللہ بن عباس رضي الله تعالی عنھما سے بڑا کوئی عالِم دین نہ تھا۔ منصور نے کہا۔ تم نے واقعی نفس کی تکمیل بڑی مضبوطی سے کی ہے۔

(تاریخ بغداد ص: ۱۴-۳۳۴)

## درس گاہ

امام صاحب کو سب سے زیادہ جناب حمّاد سے شرف تلّمذ حاصل ہے علاوہ ازیں آپ نے ۴ ہزار شیوخ و محدثین سے اکتساب فیض کیا ہے آپ کے استاد شیخ حماد رح نے ۱۲۰ ہجری میں وفات پایئ تو اُس وقت کی مجلس شوری اور عوام نے با اصرار ان کے لائق شاگرد کو استاد کی مسند پر بٹھایا۔ اور چند ہی روز میں آپکے درس کی وہ شہرت ہوئی۔ کہ کوفہ کی تمام درس گاہیں ٹوٹ کر امام صاحب کے درس کے ساتھ شامل ہو گئیں۔ اور اُن درسگاہوں کے اساتذہ مثلاً مسعد بن کرام رح

وامام اعمش رح تک خود انکی درس گاہ میں استفادہ کے لےي حاضر ہوئے اور دوسروں کو بھی ترغیب دینے لگے اور اس طرح سے پوری دین کے تشنگان علمِ دین آپ کے پاس کھینچے چلے آنے لگے۔ حتی کہ مکہ مکرمہ، مدینہ منوّرہ، دمشق، مصر، یمن، بحرین۔ اصفہان، نیشاپور، سمرقند بخارا۔ خوارزم۔ سیستان۔ حمص۔ غرضیکہ اُن کی استادی کی حدود کی بڑی سلطنت سے کم نہ تھیں۔

جس زمانہ میں خلیفہ منصور نے آپ کو خلافت اسلامیہ کا قاضی القضاۃ رچیف جٹس) بنانا چاہااور آپ نے انکار لیا تو روایت ہے کہ منصور نے اُن کے انکار پر بڑا جبر کیا۔ آپ دار القضاۃ میں جاکر بیٹھے۔ ایک دفعہ مقدمہ پیش ہوا۔ جس میں قرضہ کا دعوی تھا۔ لیکن ثبوت کے گواہ نہ تھے۔ مدعاعلیہ کو سرے سے انکار تھا۔ امام صاحب نے حسب قاعدہ مدعاعلیہ سے کہا کہ تم قسم کھاؤ کہ تم نے مدعی کو کچھ نہیں دنیا۔ وہ تیار ہوگیا۔ ابھی "واللہ" کا لفظ ہی کہا تھا کہ امام صاحب نے گھبرا کر اُسے ردک دیا اور اپنی جیب سے مدعی کو اُس کی رقم ادا کر دی اور رقم دے کر اپنا استعفی منصور کو پیش کر دیا۔

استعفی کے ساتھ منصُور نے آپ کو قید خانہ میں بھیجنے کا حکم دیار یہ واقعہ ۱۴۶ ہجری کا ہے۔ قید ہی کی حالت میں ۱۲ رجب ۱۵۰ ہجری میں امام الاعظم رح نے وصال فرمایا۔

## الاِمام الاعظم رح ابوُحنیفہ کا لازوال کارنامہ

امام صاحب کا سب سے عظیم کارنامہ جس نے انہیں لازوال عظمت عطا کی یہ تھا کہ خلافت راشدہ کے بعد اِسلام کے قانونی نظام میں جو خلا پیدا ہو چکا تھا۔ وہ حیران کن تھا۔

ایک طرف اسلامی حدود سندھ تک پھیلی ہوئی تھیں تو دوسری طرف اسپین تک تھیں اور بیسیوں قوموں کے رسوم ورواج اُن میں آچکے تھے۔ اندرونِ ملک مالیات کے مسائل۔ تجارت۔ زراعت۔ صنعت و حرفت، شادی ودیاہ کے مسائل دستوری، دیوانی۔ فوجداری قواعد وضوابط روز بروز سامنے آرہے تھے۔ بیرون از ملک اقوام عالم سے بھی اس عظیم اسلامی سلطنت

کے تعلقات تھے۔ ان میں جنگ۔ صلح سفارتی ضوابط۔ تجارتی لین دین، بحری۔ برّی، اسفار رکٹم وغیرہ کے مسائل در پیش تھے مسلمان چونکہ اپنا ایک مستقل نظریہ حیات اور بنیادی قانون رکھتے ہیں اس لیئے ناممکن تھا۔ کہ وہ اپنے نظام قانون کے تحت ان بے شمار مسائل کو حل کر سکین اور حالت یہ تھی کہ کوئی مُسلّمہ آئینی ادارہ ایسانہ تھا جس میں مسلمانوں کے معتمد اہل علم اور فقیہہ بیٹھ کر اُن کا مستند حل پیش کرتے۔

اِس صورتِ حال میں امام الاعظم ابو حنیفہ رح نے حکومت سے بے نیاز ہو کر خود ایک غیر سرکاری مجلس واضع قانون (Private Legislature) قائم کی۔ یہ ہمت دہی شخص کر سکتا ہے جس کو اپنی قابلیت کردار اور اخلاقی وقار پر پورا اعتماد حاصل ہو۔ حکومت وقت نے اُن کی اس غیر سرکاری مجلسِ قانون سے پورا پورا استفادہ حاصل کیا۔

## اِمام صاحب کے مدّونہ قوانین

امام صاحب کی کمال درجہ کی دانائی۔ دور اندیشی۔ مسلمونوں کے اجتماعی مزاج سے واقفیت، وقت اور حالات پر گہری نظر کے نتائج نصف صدی کے اندر ہی بر آمد ہو گئے۔ اور ایک سنجی اور مخلصانہ کوشش سے وہ خلا پر ہو گیا۔ جو خلافت راشدہ کے بعد پیدا ہو حکا تھا۔

آنے والی ہر بڑی اسلامی سلطنت خواہ عباسیہ ہو۔ یا عثمانیہ یا ہدوستان کے اندر مغل حکومت سب نے امام ابو حنیفہ کے مدوّونہ قوانین کو اپنی سلطنت میں رائج کیا۔ اس مجلس وضع قانون کے شرکاء امام صاحب کے اپنے شاگرد ہی تھے۔ جن کو امام صاحب نے با قاعدہ قانون مسائل پر سوچنے علمی طرز پر تحقیقات کرنے اور دلائل سے نتائج اخذ کرنے کی خصوصی تربیت دی تھی۔ یہ اراکین مجلس مختلف علوم کے صحوصی ماہر تھے مثلاً اگر ایک حدیث وتفسیر کا خاص ماہر ہے تو دوسرا صحابہ کے فتاوی اور قضاۃ کے نظائر کا وسیع عالم تھا۔ اسی طرح دیگر لُغت۔ ادب۔ تاریخ وسیر۔ قیاس درائے قانوں ولغاری کے علوم میں درجہ اختاص کے حامل تھے۔ اس مجلس کے اندر ۳۶

اراکین تھے۔ ان میں ۲۸ قاضی ہونے کے لائق تھے۔ ٦ مفتی۔ ۲ ایسے جو مفتی اور قاضی تیار کر سکتے تھے۔(المکّی ج: ۲۔ ۲۴۲)

اِس مجلس کا طریقہء کار یہ تھا کہ ایک مسٔلہ پیش ہوتا۔ خدا اور خدا کے رسول کی تعلیمات ایمان واخلاص کو مدّ نظر رکھ کر اپنی مکمل صلاحیت کا اظہار کمال احتیاط سے کرتے۔ سُنتے حتے کہ بعض اوقات ایک مسٔلہ پر بہت زیادہ وقت لگ جاتا۔ آخر میں جب ایک در کے متفقہ طور پر رائے قرار پائی جاتی تو قاضئ اول۔ ابو یوسف رح کتب اُصول میں ثبت کر دیئے۔(المکّی ج:۲۔ ۱۲۲)

صاحب فتاوی بزازیہ کا بیان رہے۔ کہ تمام شاگرد دل کھول کر بحث کرتے امام صاحب توجہ سے ہر رکن کی تقریر سنتے۔ آخر میں زیر بحث مسئلے پر جب امام صاحب تقریر فرماتے تو مجلس میں ایسا سکوت ہوتا جیسے کہ اُن کے سوا کوئی موجود ہی نہ ہو آزادئ رائے کا یہ عالم تھا کہ بعض اوقات فیصلہ امام صاحب کی رائے کے خلاف ہوتا، اور درج ہوتا اور اکثر مسائل پر فتاوی امام صاحب کے شاگردوں کے قول پر دیا جاتا۔ اور آج بھی دیا جاتا ہے۔یہی فقیہہ حنیفہ ہے۔ ظاہر ہے کہ فقیہہ حنیفہ امام صاحب کی ذاتی معلومات وفتاوی کا نام نہیں بلکہ دین حنیف کے قواعد وضوابط کا نام ہے۔ عبد اللہ ابن مبارک کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ تین دن تکن مسلسل ایک مسٔلہ پر بحث ہوتی اس کی تیسرے دن شام کو جب اللہ اکبر کی آواز اذان کے وقت بلند ہوئی تو پتہ چلا کہ بحث ختم اور فیصلہ ہو گیا ہے۔ (المکی۔ جلد ۲۔ ص: ۵۴)

اس مجلس کے جملہ اخراجات امام ابو حنیفہ خود برداشت کیا کرتے تھے۔ صاحب قلائد عقود العقیان نے لکھا ہے کہ اس مجلس میں جو مجموعہ مرتب کیا گیا تھا۔ وہ انتہائی ضخیم اور عظیم تھا۔ اور اس میں ۱۲ لاکھ۔ وہزار مسائل مدوّن تھے۔ شاید دنیا کی تمام کتب قوانین اسکی نظیر پیش کرتے سے قاصر ہیں۔

مِلّت اسلامیہ آپ کے احسان کو فراموش نہیں کر سکتی۔ جس وقت آپ نے یزید ابن امر

سے مشورہ کے لے ی اجازت لی اور آپ مکّہ مکرمہ تشریف لے گئے تو آپ وہاں پانچ یا چھ برس رہے وہاں سے آپ کو یہ ہدایت ملی کہ ابھی اُن کی حکومت تک یہاں رہے پھر آپ واپس وطن لوئے اُس وقت بنو عباس کی حکومت تھی واپسی پر بھی آپ کو عراق کی عدالت عظمی کے قاضی القضاۃ کے عہدہ کی پیش کش قبول کرنے کو کہا گیا۔ مگر آپ نے انکار کر دیا لیکن خلیفہ منصور نے اس حد تک اُن پر جبر کیا کہ آپ مجبورًا دار القضاۃ میں جا کر بیٹھے۔ اور ایک مقدمہ پیش ہوا۔ جس کا اُد پر ذکر کیا گیا ہے اور اسی بناء پر آپ نے چند گھنٹوں کے بعد استعفی دے دیا آپ کو قید خانہ میں ڈالا گیا اور آخری وقت ۱۵۰ ہجری ((۸۴۸ء میں آپ کو کھانے میں زہر دیا گیا۔ آپ روزہ سے تھے۔ آپ کو سو کوڑے لگائے گئے۔ آپ بے ہوش ہو گئے آپ نے ذرا سی ہوش سنبھالی تو آپ فورًا سجدہ میں گر پڑے۔ اور عالمِ سجدہ میں آپ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ کے جنازے میں ۵۰ ہزار آدمی شریک ہوئے۔ مگر چونکہ اس جمِّ غفیر کے لے ی بیک وقت نماز جنازہ کا انتظام نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ جگہ کی کی تھی۔ لہذا کئی مرتبہ بعد دوپہر تک جنازہ ہوتا رہا۔ اور اس کے بعد بیس ۲۰ روز تک اجر روز آپکے جنازہ میں لوگ شرکت کرتے اور جنازہ اُن کی قبر کے نزدیک ہی پڑھا جاتا وصال کے وقت آپ کے شاگردوں کی تعداد سات ۷۳۰ سو تیس تھی۔ آپ کے صاحبزادے کا نام بھی حمّاد تھا۔ اور آپ کے اُستاد مکرم کا نام بھی حماد رح تھا۔ آپ اپنے استاد کی اس حد تک عزت کرتے تھے کہ آپ نے کبھی اُن کے مکان کی طرف پاؤں تک نہ کئے حالانکہ اُن کے استاد کا دولت خانہ آپ کے گھر سے سات گلی دُور کے فاصلہ تک تھا۔

امام حر ابن ادریس الشافعی رح نے امام الاعظم کی بے حد تعریف کی آپ نے فرمایا کہ جب کبھی مجھے کوئی مسئلہ در پیش ہوا۔ میں نے فورًا آپکی قبر پر جا کر ۲ رکعت نماز نفل ادا کی۔ اور اللہ تعالی نے میری حاجت پوری فرمائی آپ کی قبر کافی عرصہ تک، بغیر کسی تزئین کے رہی بالآخر ۴۵۹

ھجری میں سلطنت عثمانیہ کے عہد میں آپ کے روضہ کی تزئین ہوئی۔

آپ نے دوران حیات فرائض اور شروع پر کافی کتب لکھی ہیں اور ان کی تصدیق پر بھی کئی کتب لکھی جاچکی ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں سے کئی مجتہد تھے۔

عثمانیہ عہد کے اندر حنفی عقیدہ ودوردراز تک پھیلا۔ اور یہ عقیدہ اس وقت کا سرکاری مذہب تھا۔ اور آج بھی عالم اسلام کے اندر نصف سے زیادہ مسلمان حضرات اِسی مذہب حنفی کے پیروکار ہیں۔

اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولوانّنا۔ سورۃ الانعام ٦۔

مابین .........؟؟.......؟؟.........

(قُلْ اِنَّنِي هَدَينِي رَبِّي اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ * دِينًا قِيَمًا مِلَّةَ اِبْرَهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ * الأنعام: ١٦١) تحقیق ہدایت کی مجھ کو رب میرے نے طرف راہ سیدھی کے دین استوار دینِ ابراہیم حنیف کا اور نہ تھا شریک لانے والوں سے۔

آپ اس آیت مبارکہ کو غور سے سمجھئے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مضبوط دین دین ابراہیم کا ہی دین ہے اور اس بارے میں وہ کسی کو شریک لانے والا ہی نہ سمجھتے تھے۔

آپ کے بارے میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا تھا۔ کہ میری اُمت کے اندر ایک ایسا انسان پیدا ہو گا جن کا چہرہ روز حشر کو منوّر ہو گا اُن کا نام ابو حنیفہ ہو گا اور جن کا نام نعمان بن ثابت ہو گا۔ اور آپ کو ابو حنیفہ کہا جائے گا۔ وہ اللہ کے دین اور میری سُنت کو آگے چلائے گا۔ میری امت میں سے ہر صدی میں اولیا پیدا ہوا کریں گے اور آن میں سے ہر صدی کے اندر ایک مجدّد بھی ہوُا کرے گا۔ اُن میں سے ابو حنیفہ زیادہ درجوں کا مالک ہو گا۔ دیکھئے کتاب۔ "ہدایت موضوعات العلوم"

اُس کتاب کے اندر یہ بھی درج ہے کہ میری اُمت میں سے ایک ایسا انسان پیدا ہو گا۔

جس کا نام ابو حنیفہ ہو گا۔ اُس کے دونو کوہلوں کے درمیان ایک خوبصورت سانشان ہو گا۔ اللہ تعالی اُن کو چن لے گا اور تجدید اسلام اُن کے ہاتھوں سے کر دائے گا۔

آپ کے بارے میں جناب علي المرتضے نے بھی فرمایا تھا۔

آؤ میں تم کو ایک انسان کے متعلق تباؤں جن کا نام ابو حنیفہ ہے اور وہ کوفہ میں پیدا ہوں گے اُن کا دل اللہ کے نور سے روشن ہو گا۔ اور وہ علم الحکمت دین کے بے پناہ عالم ہو گئے۔ امام شافعی رح نے فرمایا آپ تو آپ، آپ کے بچے، بھی عِلم فقیہہ کے ماہر ہیں اور وہ بھی آپ کے پیر وکار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ کے روضہ کی ہر روز زیارت کرتا ہوں اور ۲ رکعت نماز ادا کر کے کسی بھی مشکل کے لےي وہاں اللہ تعالی سے مدد مانگتا ہون۔

## شخصیّت و کردار

امام صاحب اپنے حلقہ کے شاگردوں کا بطور خاص خیال رکھتے۔ اور اُن کی بھرپور مالی امداد کرتے تھے۔ خود قاضی ابو یوسف کی مثال سامنے ہے کہ امام صاحب نے اُن کی اور اُن کے اہل وعیال کی ۲۰ ربیں سال، تک مالی کفالت کی۔ اور اس طرح اُن کے ایک نامور شاگرد حسن کا بیان ہے کہ امام انہیں ناقاعدہ وظیفہ دیتے رہے جب تک وہ خود بر سر روزگار نہ ہو گئے۔ دین وسیاحت ص: ۲۰۱ – ۲۰۲

آپ رزق حلال پر ہی اکتفا فرمایا کرتے تھے، آپ کا پیشہ کپڑے کی تجارت تھا۔ لاکھوں کا کاروبار تھا۔ بڑے بڑے سوداگروں سے آپ کا لین دین تھا۔ مگر دیانت وامانت کا خاص خیال رکھتے تھے۔ کہ اُن کے خزانہ مین حُبّہ تک بھی ناجائز ذرائع سے داخل نہ ہو سکے۔

ایک وقعہ آپ نے اپنے گماشتے کے ذریعہ تھان بازار میں فروخت کرنے کے لےي بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں دھاگہ کا فلاں عیب ہے خریدار کو آگاہ کر دنیا۔ مگر گماشتہ کو فروخت کرتے وقت اس بات کا عیال نہ رہا۔ کئی روز کے بعد جب اِمام نے گماشتہ سے ان تھانوں

کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ گماشتہ نے خریدار کو تھانوں کے عیب سے آگاہ نہیں کیا تو اُنہوں نے بہت افسوس کیا اور اس بد دیانتی کی تلافی کے لے ي تمام کپڑے کی قیمت جو تیس ہزار درہم کے لگ بھگ تھی۔ سب کی سب غربا د مساکین میں خیرات کر دی۔ علاوہ ازیں آپ ہر جمعہ کو ۲۰ سونے کی اشرفیاں غربا میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ برنجان (Brcgands) قبیلہ کے لوگوں نے کوفہ پر حملہ کیا اور وہاں سے بھیڑیں چرالیں۔ آپ کو جب اس بات کی خبر ملی تو آپ نے سات سال تک بھیڑ کا گوشت نہ کھایا۔ مادا چوری کی بھیڑ فروخت ہونے کے بعد ذبح نہ کر دی گئی ہو اور میں اس میں سے گوشت خرید لوں۔ کیونکہ بھیڑ کی عمر تقریباً سات سال ہوا کرتی ہے۔ آپ صبح کی نماز مسجد میں ادا کرتے اور دوپہر تک اپنے پیروکاروں کو ہر سوال کا جواب دیتے اور پھر بعد از ظہر علوم مذہب حنیفہ شام تک پڑھاتے۔ پھر گھر جاتے تھوڑا سا آرام فرماتے۔ پھر مسجد میں عشاء کی نماز ادا کرتے۔ حتیٰ کہ نماز کے بعد نوافل پڑھتے پڑھتے صبح کی نماز کا وقت ہو جاتا۔ آپ نے ۴۰ برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا کی ہے۔ وہ شب بیدار تھے۔ اور یادِ خدا میں مصروف رہتے۔ آپ نے ۵۵ مرتبہ فریضہ حج ادا کیا آپ کی عمر صرف ۷۰ برس ہے۔ آپ کی پیدائش من ۸۰ ہجری اور وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔

"بسم اللہ العزیز"

مرشد والای مولانا حلیم * نام نامی اش بود عبد الحکیم

از دیار ما بکرد رحلت چنان * افگنید ماتم بہ قلب دوستان

تا زمانی زندہ گانی داشتند * باخلایق ربط خاصی داشتند

صد چو مولانا دل پر نور کرد * از خیال شان ظلمت دور کرد

تربت او را گرفتند با غلوم * شد منور از فیوضش با غلوم

آندمی او روبذات پاک کرد * قلب احباب پاره پاره چاک کرد

عالم آسرار آیات خدا * عارف معروف به شرع مصطفی

از فراقت قلب من صد پاره شد * عاجز و مسکین شبی بی چاره شد

تربت پاکت الهی مستدام * فیض گا گردد ز بهر خاص و عام

بنده حامد حق عبد الحکیم * عالم روحانی و مرد فخیم

تربت پاکت زاعداء دور باد * بوی مشک و عنبر و کافور باد

باد پر دم از خداوند کریم * مغفرت خواهیم به شیخ عبد الحکیم

جنت فردوس خدا اجابت کند * مقرهای خوب اعطایت کند

وامریدِ حضرت عبد الحکیم * عالم مامور مولانا حلیم

از جنابت خواستاری می کنم * عجز بسیار غدر و زاری می کنم

گرچه کم خوانم کم خواندم سبق * لیک ناجائی بمیدانم سبق

از لحاظ حضرت رب الفلق * شعر ناچیزم بکن درج ورق

"کوثری" دور است از دربار تان * ورنه در هر راه می بود یار تان

آمین

رجب الفرد ۱۴۱۲ محمد کبیر کوثری محصل جامعة امام محمد شیبانی پشاور پاکستان

## فہرست الکتاب

| الموضوع | رقم الصفحة |
|---|---|

## دُعَاءُ التَّوْحِيدِ

**يَا اَللهُ يَا اَللهُ لاَ اِلَهَ اِلاَّ اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ يَا رَحْمَنُ يَا رَحِيمُ يَا عَفُوُّ يَا كَرِيمُ فَاعْفُ عَنِي وَارْحَمْنِي يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَاَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَلآبَائِي وَأُمَّهَاتِي وَلآبَاءِ وَأُمَّهَاتِ زَوْجَتِي وَلأَجْدَادِي وَجَدَّاتِي وَلأَبْنَائِي وَبَنَاتِي وَلإِخْوَتِي وَأَخَوَاتِي وَلأَعْمَامِي وَعَمَّاتِي وَلأَخْوَالِي وَخَالاَتِي وَلأُسْتَاذِي عَبْدِ اْلحَكِيمِ اْلآرْوَاسِي وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اَلاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَاْلاَمْوَاتِ «رَحْمَةُ اللهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ» بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ وَاْلحَمْدُ للهِ رَبِّ اْلعَالَمِينَ**

## دُعَاءُ اْلاِسْتِغْفَارِ

**اَسْتَغْفِرُ اللهَ الْعَظِيمَ الَّذِي لاَ اِلَهَ إِلاَّ هُوَ اْلحَيَّ الْقَيُّومَ وأَتوُبُ إِلَيْهِ**

---

إن ناشر كتب - **دار الحقيقة للنشر والطباعة** - هو المرحوم حسين حلمي ايشيق عليه الرحمة والرضوان المتولد عام ١٣٢٩ هـ [١٩١١ م] بمنطقة -**أيوب سلطان إستانبول**- وأعداد الكتب التي نشرها ثلاث وستون مصنفا من العربية وأربع وعشرون مصنفا من الفارسية وثلاث مصنفات أوردية وأربع عشرة من التركية ومقدار الكتب التي أمر بترجمتها من هذه الكتب إلى لغات فرنسية وألمانية وإنجليزية وروسية وإلى لغات أخر بلغت مائة وتسعة وأربعين كتابا وجميع هذه الكتب طبعت في -**دار الحقيقة للنشر والطباعة**- وكان المرحوم عالما طاهرا تقيا صالحا وتابعا لمشيئة الله وقد تتلمذ للعلاّمة الحبر البحر الفهامة الولي الكامل المكمل ذي المعارف والخوارق والكرامات عالي النسب السيد عبد الحكيم الارواسي عليه رحمة الباري وأخذ منه وظهر كعالم إسلامي فاضل وكامل مكمل وقد لبى نداء ربه المتعال وتوفي ليلة ٢٥ على ٢٠٠١/١٠/٢٦ (الثامن على التاسع من شهر شعبان المعظم سنة إثنتين وعشرين وأربعمائة وألف من الهجرة النبوية) ودفن في محل ولادته بمقبرة أيوب سلطان تغمده الله برحمته الواسعة واسكنه فسيح جناته آمين

## اسماء الكتب العربية التي نشرها مكتبة الحقيقة

| اسماء الكتب | عدد صفحاتها |
|---|---|
| ١ - جزء عم من القرآن الكريم | ٣٢ |
| ٢ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الاول) | ٦٠٤ |
| ٣ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الثانى) | ٤٦٢ |
| ٤ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الثالث) | ٦٢٤ |
| ٥ - حاشية شيخ زاده على تفسير القاضى البيضاوى (الجزء الرابع) | ٦٢٤ |
| ٦ - الايمان والاسلام ويليه السلفيون | ١٢٨ |
| ٧ - نخبة اللآلي لشرح بدء الامالي | ١٩٢ |
| ٨ - الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية (الجزء الاول) | ٦٠٨ |
| ٩ - علماء المسلمين وجهلة الوهابيين ويليه شواهد الحق ويليهما العقائد النسفية ويليها تحقيق الرابطة | ٢٢٤ |
| ١٠ - فتاوى الحرمين برجف ندوة المين ويليه الدرة المضيئة | ١٢٨ |
| ١١ - هدية المهديين ويليه المتنبئ القادياني ويليهما الجماعة التبليغية | ١٩٢ |
| ١٢ - المنقذ عن الضلال ويليه الجام العوام عن علم الكلام ويليهما تحفة الاريب ويليها نبذة من تفسير روح البيان | ٢٥٦ |
| ١٣ - المنتخبات من المكتوبات للامام الرباني | ٤٨٠ |
| ١٤ - مختصر (التحفة الاثنى عشرية) | ٣٥٢ |
| ١٥ - الناهية عن طعن امير المؤمنين معاوية ويليه الذب عن الصحابة ويليهما الاساليب البديعة ويليها الحجج القطعية ورسالة رد روافض | ٢٨٨ |
| ١٦ - خلاصة التحقيق في بيان حكم التقليد والتلفيق ويليه الحديقة الندية | ٥١٢ |
| ١٧ - المنحة الوهبية في رد الوهابية ويليه اشد الجهاد ويليهما الرد على محمود الآلوسي ويليها كشف النور | ١٩٢ |
| ١٨ - البصائر لمنكري التوسل باهل المقابر ويليه غوث العباد | ٤١٦ |
| ١٩ - فتنة الوهابية والصواعق الالهية وسيف الجبار والرد على سيد قطب | ٢٥٦ |
| ٢٠ - تطهير الفؤاد ويليه شفاء السقام | ٢٥٦ |
| ٢١ - الفجر الصادق في الرد على منكري التوسل والكرامات والخوارق ويليه ضياء الصدور ويليهما الرد على الوهابية | ١٢٨ |

| اسماء الكتب | عدد صفحاتها |
|---|---|
| ٢٢ - الحبل المتين في اتباع السلف الصالحين ويليه العقود الدرية ويليهما هداية الموفقين | ١٣٦ |
| ٢٣ - خلاصة الكلام في بيان امراء البلد الحرام (من الجزء الثاني) ويليه ارشاد الحيارى في تحذير المسلمين من مدارس النصارى ويليهما نبذة من الفتاوى الحديثية | ٢٨٨ |
| ٢٤ - التوسل بالنبي وبالصالحين ويليه التوسل للشيخ محمد عبد القيوم القادري | ٣٣٦ |
| ٢٥ - الدرر السنية في الرد على الوهابية ويليه نور اليقين في مبحث التلقين | ٢٢٤ |
| ٢٦ - سبيل النجاة عن بدعة اهل الزيغ والضلالة ويليه كف الرعاع عن المحرمات ويليهما الاعلام بقواطع الاسلام | ٢٨٨ |
| ٢٧ - الانصاف ويليه عقد الجيد ويليهما مقياس القياس والمسائل المنتخبة | ٢٤٠ |
| ٢٨ - المستند المعتمد بناء نجاة الابد | ١٦٠ |
| ٢٩ - الاستاذ المودودي ويليه كشف الشبهة عن الجماعة التبليغية | ١٤٤ |
| ٣٠ - كتاب الايمان (من رد المحتار) | ٦٥٦ |
| ٣١ - الفقه على المذاهب الاربعة (الجزء الاول) | ٣٥٢ |
| ٣٢ - الفقه على المذاهب الاربعة (الجزء الثاني) | ٣٣٦ |
| ٣٣ - الفقه على المذاهب الاربعة (الجزء الثالث) | ٣٨٤ |
| ٣٤ - الادلة القواطع على الزام العربية في التوابع ويليه فتاوى علماء الهند على منع الخطبة بغير العربية ويليهما الحظر والاباحة من الدر المختار | ١٢٠ |
| ٣٥ - البريقة شرح الطريقة (الجزء الاول) | ٦٠٨ |
| ٣٦ - البريقة شرح الطريقة ويليه منهل الواردين في مسائل الحيض (الجزء الثاني) | ٣٣٦ |
| ٣٧ - البهجة السنية في آداب الطريقة ويليه ارغام المريد | ٢٥٦ |
| ٣٨ - السعادة الابدية في ما جاء به النقشبندية ويليه الحديقة الندية في الطريقة النقشبندية ويليهما الرد على النصارى والرد على الوهابية | ١٧٦ |
| ٣٩ - مفتاح الفلاح ويليه خطبة عيد الفطر ويليهما لزوم اتباع مذاهب الائمة | ١٩٢ |
| ٤٠ - مفاتيح الجنان شرح شرعة الاسلام | ٦٨٨ |
| ٤١ - الانوار المحمدية من المواهب اللدنية (الجزء الاول) | ٤٤٨ |
| ٤٢ - حجة الله على العالمين في معجزات سيد المرسلين ويليه مسئلة التوسل | ٢٨٨ |
| ٤٣ - اثبات النبوة ويليه الدولة المكية بالمادة الغيبية | ١٢٨ |

| اسماء الكتب | عدد صفحاتها |
|---|---|
| ٤٤ - النعمة الكبرى على العالم في مولد سيد ولد آدم ويليه نبذة من الفتاوى الحديثية ويليهما كتاب جواهر البحار | ٣٢٠ |
| ٤٥ - تسهيل المنافع وبهامشه الطب النبوي ويليه شرح الزرقاني على المواهب اللدنية ويليهما فوائد عثمانية ويليها خزينة المعارف | ٦٢٤ |
| ٤٦ - الدولة العثمانية من كتاب الفتوحات الاسلامية ويليه المسلمون المعاصرون | ٢٧٢ |
| ٤٧ - كتاب الصلاة ويليه مواقيت الصلاة ويليهما اهمية الحجاب الشرعي | ١٦٠ |
| ٤٨ - الصرف والنحو العربي وعوامل والكافية لابن الحاجب | ١٧٦ |
| ٤٩ - الصواعق المحرقة في الرد على اهل البدع والزندقة ويليه تطهير الجنان واللسان | ٤٨٠ |
| ٥٠ - الحقائق الاسلامية في الرد على المزاعم الوهابية | ١١٢ |
| ٥١ - نور الاسلام تأليف الشيخ عبد الكريم محمد المدرس البغدادي | ١٩٢ |
| ٥٢ - الصراط المستقيم في رد النصارى ويليه السيف الصقيل ويليهما القول الثبت ويليها خلاصة الكلام للنبهاني | ١٢٨ |
| ٥٣ - الرد الجميل في رد النصارى ويليه ايها الولد للغزالي | ٢٢٤ |
| ٥٤ - طريق النجاة ويليه المكتوبات المنتخبة لمحمد معصوم الفاروقي | ١٧٦ |
| ٥٥ - القول الفصل شرح الفقه الاكبر للامام الاعظم ابي حنيفة | ٤٤٨ |
| ٥٦ - جالية الاكدار والسيف البتار (لمولانا خالد البغدادي) | ٩٦ |
| ٥٧ - اعترافات الجاسوس الانگليزي | ١٩٢ |
| ٥٨ - غاية التحقيق ونهاية التدقيق للشيخ السّندى | ١١٢ |
| ٥٩ - المعلومات النافعة لأحمد جودت باشا | ٥٢٨ |
| ٦٠ - مصباح الانام وجلاء الظلام فى رد شبه البدعى النجدى ويليه رسالة فيما يتعلق بادلة جواز التوسل بالنبى وزيارته صلّى الله عليه وسلّم | ٢٢٤ |
| ٦١ - ابتغاء الوصول لحبّ الله بمدح الرسول ويليه البنيان المرصوص | ٢٢٤ |
| ٦٢ - الإسلام وسائر الأديان | ٣٣٦ |
| ٦٣ - مختصر تذكرة القرطبي للأستاذ عبد الوهاب الشعراني ويليه قرة العيون للسمرقندي | ٤٨٠ |

## اسماء الكتب الفارسية التي نشرها مكتبة الحقيقة



## الكتب العربية مع الاردوية والفارسية مع الاردوية والاردية